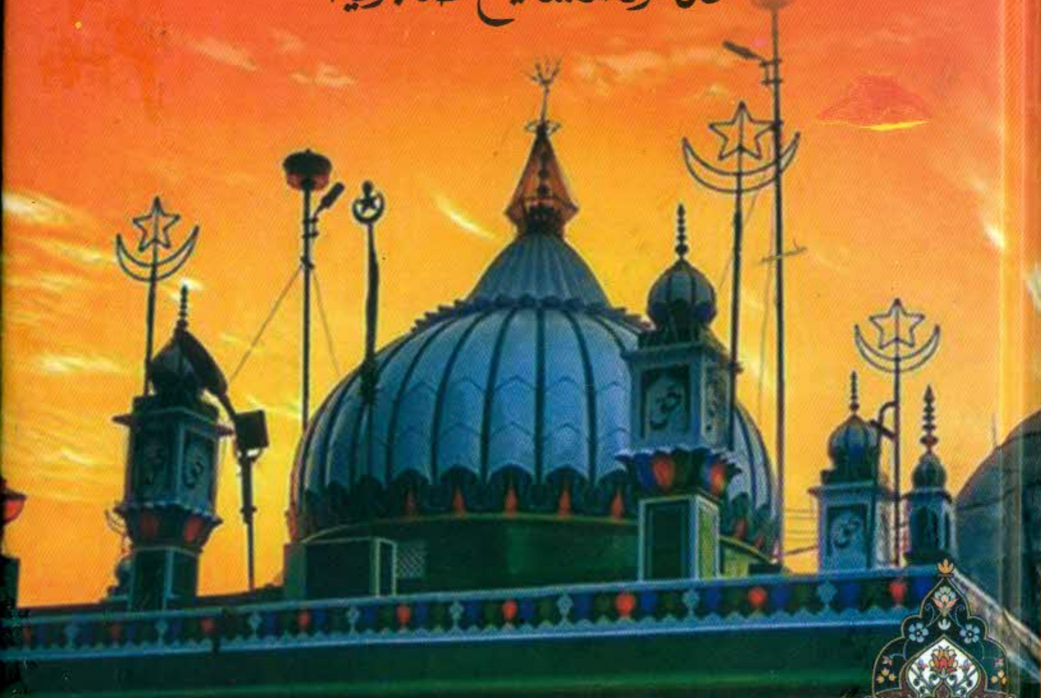
انوارِ العاشقین

تذکرۂ مشایخ صابریہ



حسب الحکم
شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ حیدر آبادی

تذکرہ نگار
حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی

دار الاسلام

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

انوار العاشقین

تذکرۂ مشائخ صابریہ

حسب الحکم

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرہ نگار

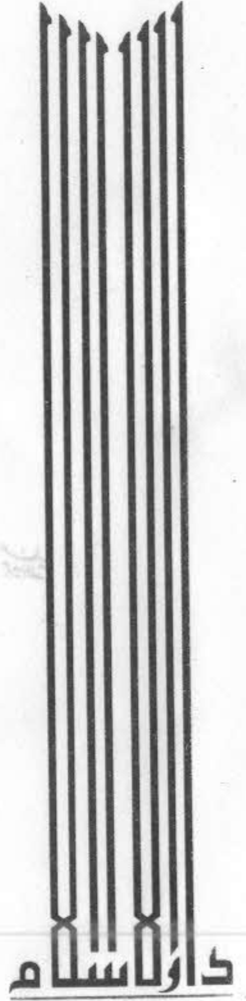
مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی صابری رحمۃ اللہ علیہ

دار الاسلام



وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ

سرورق	انوار العاشقین
تذکرہ نگار	مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی
پیش کار	رضاء الحسن
سلسلہ وار	۶۲
تاریخ وار	ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ/ اگست ۲۰۱۸ء
اعداد و شمار	۶۰۰
نرخ	۳۰۰روپے



جامع مسجد و محلہ مولانا روحی
اندرون بھاٹی دروازہ، لاہور

فہرست

دیباچہ

حضرت سیّد علی اکبر نظام الدین حسینی صابری

امیر جامعہ نظامیہ، سجادہ نشیں درگاہ حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ
نامپلی، حیدر آباد دکن، ہند

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد

اسلام میں تذکرہ نویسی کی روایت قدیم ہے۔ اس کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ سلف صالحین کے شب و روز، اُن کے پاکیزہ احوال محفوظ ہو جاتے ہیں، جو بعد میں آنے والوں کے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں، اور صراطِ مستقیم کو نہ صرف سمجھنے، بل کہ اس پر چلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تذکرہ نویسی کے ضمن میں صاحب تذکرہ کے دور کی تہذیبی، تمدنی، علمی، اِصلاحی، ملکی تاریخ محفوظ ہو جاتی ہے۔ ان حالات سے اس دور کے خواص کے علاوہ عوامی صورت حال، ماحول اور مزاج کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ گویا تذکرہ نویسی ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ماضی کی مکمل تصویر نہ سہی، جھلکیاں ضرور دکھائی دیتی ہیں۔

''انوار العاشقین'' حالاتِ بزرگانِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کا تذکرہ ہے، جو اپنے مندرجات، مشمولات، واقعات و حالات کے اعتبار سے درجۂ اِستناد رکھتا ہے۔ عرق ریزی اس کے صفحہ صفحہ سے عیاں ہے۔ حسن اتفاق کہ اس عظیم الشان تذکرہ کی تصنیف و تالیف بھی ایک صابری بزرگ کے حصہ میں آئی۔ چناں چہ یہ تذکرہ ہند کے ممتاز عالم

وصوفی سوانح نگار مولانا مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بہ کمال تمام تحریر فرمایا، اور سلطنت آصفیہ کے سابق وزیر امورِ مذہبی شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی صابری مخاطب بہ "فضیلت جنگ" رحمۃ اللہ علیہ، بانی و مؤسس جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے حکم سے ۱۳۳۲ھ میں نادر و نایاب تحقیقی کتب کی طباعت کا ادارہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے زیر اہتمام اس کی اشاعت عثمان پریس سے عمل میں آئی تھی۔

یہ تذکرہ اپنے نام کی طرح عاشقین الٰہی کے انوار کا جامع ہے، چناں چہ بڑے سائز کے ڈیڑھ سو صفحات پر امام الانبیا حضور پُر نور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل، بنو ہاشم، عہد نامہ، معراج، ہجرت، دعوتِ اسلام، اصلاحِ حالاتِ دورِ جاہلیت کے علاوہ ذکر خلفاے راشدین و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم و ذکر ائمہ اہل بیت و اقطاب و نجبا و بدلا نہایت ثقہ اور عالمانہ انداز میں نقش قرطاس کیے گئے ہیں۔ نیز سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے کم و بیش ۸۰ صوفیہ و پیران کرام کے احوال و کوائف، خوارقِ عادات و کرامات نہایت معتبر کتب اور تذکرۂ صالحین سے تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ حالات بڑے ایمان افروز اور ولولہ انگیز ہونے کے ساتھ فن تذکرہ نویسی کے اصولوں سے آگاہی بخشتے ہیں کہ احوال درج کرنے میں کن امور کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے، کس طرح تذکروں کو رطب و یابس سے مبرا رکھا جا سکتا ہے، اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف زورِ قلم نہیں، بل کہ ایک نسل کا علمی، اصلاحی، روحانی ورثہ ہوتا ہے، جس کو بڑی امانت اور دیانت سے پہنچانا چاہیے۔ "انوار العاشقین" ان ساری خوبیوں سے آراستہ ہے۔

ایک طویل عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی، اب چند مخلص احباب نے اس کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا ہے، جو ہر آن لائق تحسین ہے۔ اس جدید طباعت سے بزرگوں کا قلمی ورثہ محفوظ ہونے کے علاوہ دورِ حاضر کی پیدا کردہ بے چینیوں، بے قراریوں کے لیے نسخہ کیمیا اور نئی نسل کے لیے سرچشمہ ہدایت اور سرمہ چشم بصیرت ثابت ہوگا۔ اللہ پاک ناشرین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین! والحمد للہ رب العالمین۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى مُتَّبِعِيْهِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، مِنَ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعَارِفِيْنَ الْعَاشِقِيْنَ.

اما بعد...

عاجز گنہ گار مسکین خطا شعار مشتاق احمد حنفی چشتی انبیٹھوی عرض کرتا ہے کہ حضرت مقدام الفضلا فخر العلما حقائق آگاہ معارف دست گاہ شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ شاہ چشتی قادری حیدر آبادی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم خلیفۂ خاص شیخ المشائخ قطب زمانِ خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر چشتی صابری مکی نور اللہ مضجعہ نے وقت ملاقات ۱۳۳۱ھ میں بہ مقام دار الخیر اجمیر صانہ اللہ عن الفتن والضیر یہ ارشاد فرمایا کہ خاندانِ عالیہ عشقیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کے حالات ایک کتاب میں مختصر طور پر جمع کرنے چاہئیں، کیوں کہ اس سلسلہ کے متاخرین مشائخ اور اولیا کا ذکر خیر جیسا کہ چاہیے اب تک قلم بند نہیں ہوا، لہٰذا یہ عاجز کہ اس سلسلۂ شریفہ کے بزرگوں کا نام لیوا اور کفش بردار ہے، حسبِ ارشاد فیض بنیاد مولانا ممدوح اپنے معلومات کے مطابق معتبر کتابوں سے حضرات موصوفین کے حالات جمع کرتا ہے۔

وباللہ التوفیق۔

فاقول

[ذکرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم]

یہ امر تمام اہلِ اسلام غلامانِ سیّد الانام علیہ و علی آلہ الصلوۃ و السلام کے نزدیک محقق و مسلم ہے کہ تمام مخلوقات میں سے کیا زمین' کیا آسمان' کیا ملائک' کیا انس و جان' کیا عرش و قلم' کیا بہشت ارم؛ سب سے پہلے اللہ کریم نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ ''مواہبِ لدنیہ'' میں مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوں! یہ تو فرمائیے کہ سب سے اول کیا چیز پیدا ہوئی؟ جواب دیا: اے جابر! سب سے اول اللہ تعالیٰ نے اپنے نور [1] سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ (الخ)

اور یہ بھی مسلم ہے کہ اگر حضور سیدالانام علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام کو اللہ کریم پیدا نہ کرتا تو کوئی شے موجود نہ ہوتی۔ صحیح حاکم میں مروی ہے کہ اللہ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے عیسیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا اور اپنی امت کو حکم دے کہ وہ بھی ایمان لائیں، اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا، اور نہ جنت کو، اور نہ دوزخ کو،

[1] کہا زرقانی نے ''شرح مواہب لدنیہ'' میں:
''اضافة تشریف واشعار بانه خلق عجیب وان له شانا ومناسبة خاصة الی الحضرة الربوبیة علی حد قوله تعالی و نفخ فیه من روحه الخ۔''
ترجمہ: یعنی یہ اضافت کہ اپنے نور سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا اظہار کرامت خاص کے واسطے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عجیب مخلوق اور شان والا ہے، اور رب العزت سے اُسے مناسبت خاصہ ہے۔ ۱۲

میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا، عرش مضطرب ہوا، تو میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا، تو وہ ٹھہر گیا۔ الفاظ متبرکہ حدیث کے یہ ہیں:

''واخرج الحاکم و صححه عن ابن عباس، قال: اوحی اللّٰه الی عیسٰی امن بمحمد وامر من ادرکه من امتك ان یؤمنوا به، فلولا محمد ما خلقت ادم ولا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه فسکن الخ۔''

غرض باعثِ ایجادِ بنی آدم وسببِ ظہورِ ہژدہ ہزار عالم وہی نور حضور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہے، جس کو اللہ کریم نے سب سے پہلے پیدا کیا، مگر چوں کہ اللہ کریم کو یہ منظور تھا کہ حضور فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین قرار پائیں، اور حضور پر وہ نعمتِ نبوت تمام ہو جس کا اتمام ربّ العالمین نے ازل میں سیّد المرسلین خاتم النّبیین اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے خزانۂ غیب میں رکھا ہوا تھا۔ اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور سب انبیا کے آخر دنیا میں فرمایا۔ **و نعم ما قال الشیخ المحدث الدهلوی فی ''اخبار الاخیار'':** ؎

شاہِ رُسل شفیعِ اُمم خواجۂ دو کون
نورِ ہدیٰ حبیبِ خدا سیّدِ انام
مقصود ذاتِ اوست دگرہا ہمہ طفیل
منظور نورِ اوست دگر جملگی ظلام
ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام
برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں
اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ است مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام

تا عرصۂ وجوب کہ اقصائے عالم است

کاں جا نہ جاست نے جہت و نے نشان نہ نام

سریست بس شگرف دریں جا مپیچ ہاں

از آشنائے عالمِ جاں پُرس ایں مقام

قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ "ترمذی شریف" میں روایت کرتے ہیں:

"ولدت انا ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی عام الفیل۔"

یعنی مَیں اور جناب رسول اللہ ﷺ اُس سال پیدا ہوئے کہ ابرہہ بادشاہ حبشہ نے کعبۂ شریفہ پر ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تھا۔

اور بہ برکتِ نورِ نبوی طیر ابابیل نے اس کے تمام لشکر کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ کہا "زادالمعاد" صفحہ ۱۸ر میں:

"نصرهم الله على اهل الكتاب نصرا لا صُنعَ للبشر فيه اِرْهاصًا وَ تقدمةً للنبي صلى الله عليه و اله و سلم الذى خرج من مكة و تعظيمًا للبيت الحرام۔"

یعنی اہل کتاب کے لشکر پر اللہ کریم نے وہ فتح عطا فرمائی جو انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ اس خرق عادت کا بہ طور ارہاص و معجزہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ظہور ہوا، اور بیت اللہ کی عظمت بھی اس سے ثابت ہوئی۔

مگر حضرت شیخ المحدثین مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ عام الفیل سے ۵۵ روز کے بعد حضور سردارِ دو عالم ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

اور مشہور ترین اقوال میں سے یہی ہے کہ ۱۲ر ربیع الاول میں حضور رسول اکرم ﷺ رونق افروز اِس عالم میں ہوئے۔ اسی واسطے اہل مکہ اسی رات موضع ولادت شریف میں زیارت کے واسطے جمع ہوتے ہیں، اور قصائد اور مولود شریف پڑھتے ہیں،

اور یہ امر احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ ولادت شریف دوشنبہ کے دن ہوئی۔

"صحیح مسلم" میں مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ سے صحابہ نے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کا سبب پوچھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مَیں اس دن پیدا ہوا ہوں، اور اسی دن وحی میرے پر نازل ہوئی۔

ایک روایت میں حضور ﷺ کے پیدا ہونے سے پہلے حضور ﷺ کے والد ماجد نے وفات پائی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ دو سال چار مہینے کے تھے اس وقت حضور کے والد ماجد نے وفات پائی۔ مگر روایتِ اول مشہور ہے۔

اور جب حضور ۶ سال کے ہوئے، والدہ ماجدہ نے وفات پائی، اور جب ۸ سال کے ہوئے تو حضور کے جدامجد عبدالمطلب نے قضا کی، اور جب عمر شریف حضور ﷺ ۲۵ سال کی ہوئی تو خدیجہ بنت خویلد سے حضور ﷺ کی شادی ہوئی۔ حضرت اُمّ المومنین خدیجہ کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ اللہ کریم نے معرفت جبرئیل علیہ السلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجا۔ حضور اس عرصہ میں خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے، اور غارِ حرا تشریف لے جا کر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

جب سن شریف ۴۰ کا پورا ہوا اور انوارِ نبوت چہرۂ مبارک سے چمکنے لگے، جبرئیل علیہ السلام خلعتِ رسالت من جانب ربّ العزت لے کر پہنچے اور حضور پر خداوندِ عالم کی طرف سے وحی نازل کی، کلامِ الٰہی سنایا، وقتاً فوقتاً قرآن شریف بہ واسطۂ جبرئیل علیہ السلام ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا۔ حضور سردار دو عالم ﷺ تین سال تک پوشیدہ دعوتِ اسلام کرتے تھے، آخر اعلان کے ساتھ قوم قریش کو اسلام کی طرف بلانے اور احکامِ خداوندی سنانے کا حکم آیا، تب خواجۂ ہر دو سرا **علیہ و علی آلہ الصلاۃ و الثنا** نے علی الاعلان اِسلام کی طرف بلانا اور شرک و کفر سے توبہ کرانا شروع کر دیا، جس پر قریش نے حضور ﷺ اور حضور کے اُن چند اصحاب کو جو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے قسم قسم کی اذیتیں اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں، آخر الامر حضور سردارِ

دوجہاں علیہ و علی آلہ الصلاۃ من الرحمن نے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور مکہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی۔ اسی عرصہ میں قریش نے حضور سردارِ دوعالم ﷺ اور اُن کے ہم راہ اُن صحابہ کو جو حضور کے ہم راہ مکہ میں رہ گئے تھے سخت سے سخت اِیذائیں پہنچا کر مجبور کر دیا کہ حضور مع عیال و اطفال شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ تقریباً تین سال تک اُن پہاڑ کی گھاٹیوں میں محصور رہے۔

معجزۂ عجیب و قصہ غریب

حضور سردارِ دوعالم ﷺ کی بعثت سے ساتویں سال قریش نے اِسلام اور اہل اِسلام کی ترقی دیکھ کر سخت سے سخت تکلیفیں دینی شروع کر دی تھیں، مگر صحابہ بہ وجہ اپنی قوتِ ایمانی کے تمام سختیوں کو برداشت کرتے تھے، یہ دیکھ کر ابو جہل وغیرہ اعدائے اہل اِسلام نے سردارانِ قریش کو جمع کر کے یہ عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اور بنی مناف سے ہر قسم کا لین دین بند کر دیں، نہ اُن کے پاس کوئی بیٹھے، اور نہ کلام کرے، نہ نکاح اُن میں سے کسی کا ہونے دے، ہاں جب وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کریں تب یہ عہد ٹوٹے، اور اس عہد باہمی کو کاغذ پر لکھ کر کعبہ شریفہ کی چھت میں لٹکا دیا، تین سال یہ عہد باقی رہا، اور حضور مع بعض صحابہ و بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور رہے، یکا یک حضور سردار دوعالم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے یہ کہا کہ جو عہد نامہ قریش نے کعبہ شریفہ میں لٹکایا ہے دیمک نے تمام جگہ سے کھالیا ہے، صرف جہاں اللہ کا نام تھا وہ جگہ باقی رہ گئی۔ ابو طالب قریش کے پاس گئے، اور اُن سے کہا کہ میرے بھتیجے نے یہ غیب کی خبر دی ہے کہ اس عہد نامہ کو دیمک نے چاٹ لیا ہے، اگر یہ خبر صحیح ہے تو ظلم سے باز آؤ، اور جو یہ خبر غلط ہے تو میں اپنے بھتیجے کو تمھارے سپرد کر دوں گا۔ قریش بولے: ابو طالب! تم نے اِنصاف کی بات کہی، پھر جمع ہو کر قریش نے عہد نامہ کے کاغذ کو کعبۂ شریفہ کی چھت سے اتارا اور دیکھا، معلوم ہوا کہ دیمک

نے اللہ کے نام پاک کے سوا اور تمام مضمون چاٹ لیا تھا، اور وہ صحیح نکلا جس کی خبر سردارِ دوعالم ﷺ نے دی تھی، سخت نادم ہوئے، اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے حضور ﷺ مع ہم راہیوں کے باہر تشریف لے آئے۔

اب حضور کی بعثت کو دس سال ہو گئے تھے، اس کے چھ ماہ بعد ابو طالب نے انتقال کیا، اور اُن کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ ابو طالب کے انتقال کرنے پر کھلم کھلا قریش نے حضور اور حضور ﷺ کے ہم راہیوں کو تکلیفیں دینی شروع کیں۔ اس عرصہ میں سردارِ دوعالم ﷺ طائف کو تشریف لے گئے، ہر چند طائف والوں کو توحید کی طرف بلایا، مگر وہ انکار ہی سے پیش آئے، اور ہر قسم کی اذیت پہنچائی، حضور مایوس و مغموم ہو کر واپس ہوئے۔ اللہ کریم نے اس فرشتہ کو بھیجا کہ جس کے قبضہ میں پہاڑ دے رکھے ہیں، اُس نے حاضر ہو کر عرض کیا: حضور حکم دیں تو اخشبین کو مکہ والوں پر گرادوں، (مکہ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ہے) حضور نے فرمایا: مَیں یہ نہیں چاہتا، مجھے اللہ کریم سے امید ہے کہ مکہ والوں کی اولاد میں ایسے اشخاص پیدا کرے گا جو موحد ہوں گے، شرک سے پاک رہیں گے۔

اس سفر کی واپسی میں حضور رات کی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ نے سنا، اور مشرف بہ اسلام ہوئے، اور واپس جا کر اپنی قوم کو ہدایت کی، اور مسلمان بنایا، پھر معراج شریف ہوئی، حضور مع جسم اطہر کے بیت المقدس پہنچے، پھر درجہ بہ درجہ ہم راہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتوں آسمانوں سے گزر کر انبیا علیہم السلام سے ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے آگے نہ جا سکے، مگر سردار دوعالم ﷺ عجائب و غرائب ملاحظہ فرماتے ہوئے مقامِ دَنٰی فَتَدَلّٰی میں پہنچے۔

پھر بعثت سے تیرھویں سال خداوندِ متعال نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا، وہاں دس سال قیام فرمایا، اور اس عرصۂ قلیل میں تمام جزیرۂ عرب کو

شرک وکفر کی نجاست سے پاک کر کے چھوڑا۔ موافق بعض [۱] روایات ۲۷ غزوہ ہوئے۔ غزوہ وہ جنگ ہے جس میں خود حضور ﷺ شریک ہوئے ہوں، اور ۴۷ سریہ ہوئے، یعنی وہ جنگ جن میں صحابہ کو کچھ مجاہدین پر سردار کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کے واسطے بھیجا گیا۔

اسی عرصہ میں دس والیانِ ملک کو جن میں قیصر اور کسریٰ بھی ہیں دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے، جن میں سے بعض فوراً مشرف بہ اسلام ہوئے، جیسے نجاشی حبش کا بادشاہ کہ توراۃ وانجیل کا عالم اور حضور سردار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری اور پیشین گوئی موجودۂ توراۃ وانجیل سے واقف تھا، اور قیصر روم اگرچہ دولتِ اسلام سے محروم رہا، مگر اس نے موافق پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقرار کرلیا کہ یہ سچے نبی ہیں، قومِ نصاریٰ کی بغاوت کے ڈر سے اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکا، اور محروم رہا۔ انہیں قلیل ایام میں جابجا قبائل اور سردارانِ قوم کی طرف سے وفود یعنی ایلچی اور سفیر آتے رہے، اور دولتِ دیدارِ پُرانوار سے مشرف ہوتے رہے، نعمت اسلام سے مالامال ہوکر واپس ہوتے رہے، اور اسلام پھیلاتے رہے۔

انہیں تھوڑے دنوں میں باوجود اُن تمام موانع کے جو مشرکین اور اعدائے دین کی طرف سے مسلسل پیش ہوتے رہے دین اسلام کے احکام، عبادات اور معاملات اس تفصیل کے ساتھ وقتاً فوقتاً بتلا دیے کہ آفرینش عالم اور وجود بنی آدم سے کوئی نبی اور ہادی نہیں بتا سکا، توحید ربِّ مجید کا مفہوم ایسی سخت قوم کے دلوں میں جما دیا کہ جن سے زیادہ سخت معاند توحید کا دنیا میں کوئی نہ تھا۔ علی الخصوص یہ امر قابل غور ہے کہ جس زمانہ میں حضور پُرنور ﷺ مبعوث ہوئے تمام عرب پر حد سے زیادہ جہالت اور گم راہی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ رسوم قبیحہ اور اوہامِ باطلہ کے پابند تھے۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کا تمام ملک میں نام تک نہ تھا۔ بعض عرب دہریہ تھے، بعض قیامت کے منکر تھے، اور اکثر

۱- عینی شرح بخاری، جلد ۸، صفحہ ۱۳۶

بت پرست تھے، کوئی پتھر پوجتا تھا، کوئی درخت کی پرستش کرتا تھا، ہر ایک قبیلہ کے واسطے ایک بت خاص ہوتا تھا، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے؛ یہ چند باتیں ان کی جہالت اور گم راہی کے بہ طور نمونہ ذکر کی گئی ہیں، ورنہ ان کی جہالت کا بیان دفتروں میں نہیں سماتا۔

باوجودے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین یقیناً تمام مؤرخین کے نزدیک اُمی محض تھے، کسی سے تعلم اور تلمذ نہیں کیا تھا، اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا تھا، مگر اس خطۂ عرب کے باشندوں کو جن کا حال بیان کیا گیا اور اپنے خدام ذوی الاحترام صحابہ کو وہ تعلیم روحانی دی کہ معارفِ ربانی کے عارف اور اسرارِ فرقانی کے ماہر ہوگئے۔ خداتعالیٰ کی ذات اور صفات اور پروردگار کی عظمت اور پاکیزگی پر قرآن و حدیث سے ایسے دلائل برجستہ اور براہین قویہ بیان کرنے لگے کہ عقلائے زماں اور حکمائے دوراں ان کی قوتِ قدسیہ اور ذکاوتِ فطریہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جو شخص دیدار پُرانوار سے مشرف ہوا اور جس کسی نے دولت ایمان سے سرفراز ہوکر کچھ وقت بھی شرفِ ملازمت حاصل کرلیا وہی عالم ربانی اور عارفِ یزدانی بن گیا۔ اسی واسطے حضور سردار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

ہر ایک کو نسبت خاصہ اور قوتِ قدسیہ مبدأ فیاض سے عطا ہوگئی، تمام کو اسلام اور ایمان اور اِحسان سے مالامال کر کے اور اس سچے دین کے ظاہری اور باطنی علوم سکھا کے پیر کے دن ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر مبارک میں حضور سردارِ دوعالم ﷺ اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین قرب ربّ العالمین میں جا سدھارے۔

مگر حضور سراپا نور رحمۃ للعالمین اور حیاۃ النبی ہیں، قیامت تک حضور کی امت مرحومہ کو حضور سے وہی فیضان بہ واسطہ خواص امت علمائے کرام وصوفیہ عظام پہنچتا

رہے گا جو حضور ﷺ کی زندگی ظاہری میں پہنچا۔ حضور نے فرمایا ہے:

"حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ۔"

میری زندگی اور موت دونوں تمھارے واسطے بہتر ہیں۔

ہر ایک پنج شنبہ کو اعمالِ اُمت حضور کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں، اچھے اعمال سے خوش ہوتے ہیں، اور گنہگاروں کے واسطے مغفرت کی دعا فرماتے ہیں۔

حضور سردارِ دو عالم ﷺ نے ایسی تعلیم روحانی صحابہ کو دی ہے کہ اس کا سلسلہ تا قیامِ قیامت باقی رہے گا، اور وقتاً فوقتاً اولیا اور صلحا پیدا ہوتے رہیں گے، اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ و التحیہ کو علومِ ظاہری اور باطنی کے فیضان سے مالا مال کرتے رہیں گے۔ کیا اچھا فرمایا حضرت امامِ وقت مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف المحجوب" میں:

"حق سبحانہ برہان نبوی باقی گردانیدہ است و اولیاء را سبب اظہار آن کردہ تا پیوستہ آیات حق و حجت صدق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ظاہری باشند و مر ایشاں را پاسبانِ عالم گردانیدہ نا محرم وے گشتہ اند و راہ متابعت نفس در نوشتہ از آسمان باراں بہ برکات اقدام ایشاں آید و از زمین نباتات برصفائی احوال ایشاں روید۔" انتہیٰ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَوْلَادِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَتْبَاعِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ذکر حضرت امیر المومنین

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

افضل الاوّلین والآخرین بعد الانبیا والمرسلین سیّدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ اصحابِ فیل سے دو سال چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ اکثر روایات سے یہی بات ثابت ہے کہ مردوں میں سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اور سردار دو عالم ﷺ کے ہم رکاب آخر وقت تک رہے، سفر اور حضر میں کبھی جدا نہیں ہوئے، ہاں جب حضور سرورِ عالم ﷺ نے حج یا جہاد میں جانے کا ارشاد فرمایا تو حکم بجالائے۔

"ترمذی شریف" میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص کے احسان کا بدلہ کر چکا ہوں، مگر ابو بکر کا احسان مجھ پر ایسا ہے کہ اللہ ہی اس کا عوض قیامت کے دن ان کو دے گا۔ (صواعق، ص۱۴۲)

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَا صَحِبَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَاحِبٌ اَفْضَلُ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ۔"

یعنی ابو بکر سے بہتر کسی نبی اور رسول کو صحابی نہیں ملا۔

حضرت مخدوم علی ہجویری رضی اللہ عنہ صاحب "کشف المحجوب" آپ کے ذکر خیر میں یہ کلمات لکھتے ہیں:

"شیخ الاسلام و بعد از انبیا خیر الانام خلیفہ و امام و سیّد اہل تجرید و شہنشاہ

اربابِ تفرید و یست پس اقتداے ایں طریقہ (تصوف) بہ تجرید و تمکین و حرص بر فقر و تمنی ترک ریاست بہ دوست۔" انتھٰی بقدر الضرورة

شیخ المحدثین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الخلفا" ص ۵۶ میں روایت کرتے ہیں کہ ۷ جمادی الآخرہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا، موسم سرد تھا، بخار ہو گیا، پندرہ روز تک بخار رہا۔ آخر الامر منگل کی شب میں ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنه

ذکر حضرت امیر المومنین

سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واقعہ اصحاب فیل سے ۱۳ برس بعد پیدا ہوئے۔ اور ۴۰ اشخاص مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، اس وقت آپ دولت اِسلام سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو کمال خوشی اور قوت حاصل ہوئی، علی الاعلان اسلام ظاہر کرنے لگے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ هِشَامٍ۔[1]

اللہ کریم نے حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور کی دعا کو قبول فرمایا اور عمر بن ہشام یعنی ابوجہل محروم رہا۔

"کشف المحجوب" میں حضرت فاروق اعظم کی نسبت فرماتے ہیں:

"سرہنگ اہل ایمان وصعلوکِ اہل احسان امام اہل تحقیق واندر بحر محبت غریق ابوحفص بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔"

پھر فرماتے ہیں:

"پس اقتداے ایں طائفہ یعنی صوفیہ بہ لبس مرقع وصلابت اندریں بہ دوست۔"

جامع علوم ظاہری و باطنی ہونا حضرت ممدوح کا اس سے ثابت ہے کہ حضور

۱۔ عمر بن ہشام ابوجہل کا نام ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اس قدر دودھ پیا کہ سیرابی میرے ناخنوں میں معلوم ہونے لگی، پھر میں نے وہ دودھ عمر کو دے دیا، صحابہ نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد علم ہے۔ الفاظ متبرکہ حدیث کے یہ ہیں:

"عن ابن عمر، ان رسول اللہ ﷺ قال: بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتّٰى اَنْظُرَ الرِّيَّ يَجْرِيْ فِيْ اَظْفَارِيْ ثُمَّ نَاوَلْتُهُ عُمَرَ، قَالَ: فَمَا اَوَّلْتَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْعِلْمُ۔"

متفق علیه

اور حضور سردار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔" رواه الترمذی والحاکم

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔

۲۳ ذی الحجہ شب سہ شنبہ میں زخمی ہوئے، اور غرۂ محرم ۲۴ھ میں شہادت پائی۔

رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت امیر المومنین

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قصۂ اصحابِ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے، اور ابتدا ہی میں دولت اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ پہلے حضور سردار دو عالم ﷺ کی صاحب زادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی ہوئی، ان کی وفات پانے پر دوسری صاحب زادی ام کلثوم سے آپ کی شادی ہوئی۔ اسی واسطے حضرت ممدوح کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

اخرج ابونعیم، عن الحسن، قال: انما سُمِّیَ عثمان ذو النورین لانه لا نعلم احدًا اغلق بابه علی ابنتی نبیٍّ غَیْرُہٗ۔

اور یہ بھی حضرت امیر المومنین سیّدنا و مولانا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لقب ذوالنورین حضرت عثمان کا فرشتوں میں پکارا جاتا ہے۔

(تاریخ الخلفا، ص ۱۰۱)

حضرت مخدوم علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام تسلیم اور رضا کا تھا، صوفیہ کرام اس مقام میں ان کے پیرو ہیں۔ عبارت بلفظہٖ "کشف المحجوب" کی یہ ہے:

"پس اقتدار ایں طائفہ بہ بذلِ مال و جان و حیا و تسلیم امور و اخلاص اندر عبادت بویست و وے بہ حقیقت امامِ حق است اندر حقیقت و شریعت۔"

انتہی بقدر الضرورۃ

جمعہ کے دن ۱۳/ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید کیے گئے، اور بعض روایات میں ۱۸/ ذی الحجہ کو آپ کی شہادت ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت امیر المومنین

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ابتدا ہی سے حضور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور پرورش میں رہے ہیں۔ بہت صحابہ اس طرف ہیں کہ سب سے اوّل حضرت ممدوح دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے، مگر شیخ المحدثین ابن صلاح نے یہ تحقیق کی کہ آزاد مَردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے، اور نوعمر بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارث رضی اللہ عنہ، اور غیر آزاد غلاموں میں بلال رضی اللہ عنہ۔

واقعہ فیل سے ۳۰ برس بعد جمعہ کے دن خانہ کعبہ میں ۲۰ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ ۴ برس ۹ ماہ خلافتِ راشدہ کے حقوق ادا کر کے ۲۱ رمضان المبارک یک شنبہ کی رات کو وفات پائی۔ ابن مُلجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

حضور کے فضائل میں احادیث صحیحہ بہت وارد ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمعِ صحابہ میں فرمایا:

''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔''

ترجمہ: جس کا مَیں مولا ہوں علی اُس کے مولا ہیں۔ اے اللہ! اس سے خوش ہو جو علی سے محبت رکھے، اور اس سے ناخوش ہو جو علی کا دشمن ہو۔

اگرچہ شمعِ فیضانِ باطنی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو نے تمام صحابہ کے دلوں کو منور کر دیا تھا، اور تجلیاتِ ربّ العالمین کے مظاہر بن گئے تھے، حضور کی ایک نظر کیمیا اثر سے قلب ماہیات ہو گیا تھا، یا تو توحید کے منکر اور اعلیٰ درجہ کے مخالف تھے یا ایسے موحد،

بااِخلاص اور عارفِ کامل ہو گئے کہ ان کے بعد تا قیامِ قیامت کوئی اُن کے مرتبہ کو نہیں پہنچے گا، مگر اس فیضانِ باطنی کا اِجرا الیٰ یوم الجزا کا شرف حضرت امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر المومنین سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں علی الخصوص آ گیا تھا، اسی واسطے حضور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت خبر دی:

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

یعنی جو علم کہ اللہ پاک نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

اور سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت اس باب میں آئندہ قیامت تک ان کے ذریعہ سے فیضان باطنی کے جاری رہنے کا حصر فرما دیا، حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم:

''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔''

مَیں علم کا شہر ہوں، اور دروازہ اس شہر کا علی ہیں۔

لہٰذا تمام سلاسل علی العموم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہیں، اور حضرت ممدوح ہی کے ذریعہ سے فیضانِ محمدی علیہ صلوٰت ربی کے لینے والے بنتے ہیں۔ ''کشف المحجوب'' میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں لکھا ہے:

''برادرِ عم زادۂ مصطفیٰ و غریقِ بحرِ بلا و حریقِ نارِ ولا مقتدائے جملہ اولیا و اصفیا ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ او را اندر طریقت شان عظیم و درجہ رفیع بود۔'' انتہیٰ

رضی اللہ عنہ

مشہور خلفا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے چار ہوئے ہیں:

۱۔ حضرت امام حسن و ۲۔ امام حسین علیہ السلام و
۳۔ حضرت کُمیل بن زیاد و ۴۔ حضرت امامنا خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت سیّدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الخلفا'' میں نقل کرتے ہیں:

''کان سیدا حلیما ذا سکینة و وقار و حشمة و جوادا یکره الفتن و السیف۔''

یعنی حضرت سیّدنا امام حسن سردار، بردبار، صاحبِ وقار، دبدبہ والے، اور سخی تھے، فتنہ اور جنگ کو ناپسند فرماتے تھے۔

۱۵ر رمضان المبارک ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔

''بخاری شریف'' میں ابی بکرہ صحابی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا، جب کہ حضرت امام حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، کبھی حضرت امام حسن کی طرف دیکھتے تھے، اور کبھی لوگوں کی طرف۔

''اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔''

یعنی میرا فرزند یہ (نواسہ) سردار ہے، اور اس کے ذریعہ سے اللہ کریم مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں سے فساد کو دور کردے گا۔

۶ ماہ اور چند روز تک خلافت راشدہ کے حقوق ادا کر کے جب باہمی فساد اور کشت و خون کا اندیشہ پیدا ہونے لگا تو خلافت اور سلطنت حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر کے صلح کرلی، اور صحیح ہوا معجزہ خبر غیب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کہ اس میرے فرزند

(حسن) کے سبب اہل اسلام کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے گی۔

۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں ۵ ربیع الاول کو وفات پائی، اور بعض روایات میں سنہ وفات ۵۰ ہجری آیا ہے۔

''کشف المحجوب'' میں ہے:

''جگر بند مصطفیٰ و ریحانِ دلِ مرتضیٰ وقرۃ العین زہرا ابو محمد الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ وے را اندرین طریقت نظر تمام بود و اندر دقائق عبادات حظِ وافر۔'' انتہیٰ

رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت سیّدنا مولانا امام حسین رضی اللہ عنہ

"ترمذی" شریف میں یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور رسول اکرم ﷺ نے:
"حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ، اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً، حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔"

یعنی حسین میرے سے ہے، اور میں حسین سے ہوں، اللہ دوست رکھے اُس شخص کو جس کو حسین سے محبت ہو، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

یعنی ایک ہے، مگر مرتبہ میں کئی کے قائم مقام ہے، یا اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل میں خیر و برکت ہوگی۔

نیز "ترمذی شریف" میں مروی ہے، ابی سعید خدری کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

فرمایا "کشف المحجوب" میں:

"شمع آلِ محمد و از جملہ علایق مجرد سیّد زمانۂ خود ابوعبداللہ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از محققان اولیا بود و قبلۂ اہل صفا و قتیل کربلا تا حق ظاہر بود مرحق را متابع بود و چوں مفقود شد شمشیر برکشید و تا جان عزیز فدائے خدائے تعالیٰ نکرد تیار، امید از رسول اللہ ﷺ درو ے نشان ہا بود کہ او بداں مخصوص بود۔" انتھیٰ

۱۰ر تاریخ محرم الحرام ۶۱ھ میں جمعہ کے دن مع ۵ بھائیوں کے اور ۳ احب زادوں اور دیگر ہم راہیوں کے دولتِ شہادتِ کبریٰ سے مشرف ہوئے، اور جنت الفردوس کو سدھارے۔ رضی اللہ عنہ

تنبیہ

واضح ہو کہ فیضانِ ولایت کا مدار اللہ کریم نے بہ طفیل حضور سرور عالم ﷺ حضور کے جانشین حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور اولادِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و علی ابیہا و زوجہا و بنیہا و رضی اللہ تعالی عنہما و ارضاہا عنا یعنی اہل بیت نبوی علی جمیعہم صلوات ربی پر رکھا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ "تحفہ" میں فرماتے ہیں:

"جمیع سلاسل صوفیہ اہل سنت در طریقت منتہی می شوند بہ ائمہ پس ایں ہا پیرانِ جمیع طوائفِ اہل سنت اند۔"

حضور سرور عالم ﷺ کے جانشین حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہوئے، ان کے جانشین امیر المومنین سیّدنا و مولانا امام حسن رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیدنا مولانا سیّد الشہدا شہید کربلا رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام اور امامِ انام سیّدنا علی بن حسین الملقبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیّدنا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیّدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیّدنا حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام ان کے صاحب زادہ سیّدنا امام محمد جواد تقی رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام ان کے صاحب زادہ سیّدنا حضرت علی الہادی نقی رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیّدنا حضرت امام ابومحمد حسن بن علی عسکری رضی اللہ عنہ، ان کے قائم مقام سیّدنا حضرت امام ابوالقاسم محمد بن حسن رضی اللہ عنہ؛ غرض یہ بارہ امام علیہم السلام تمام اقطاب اور اولیا کے پیش وا ہوئے ہیں، جس سلسلہ میں فیضانِ

ولایت پہنچا، اور جو کوئی درجۂ قطب اور ابدال پر سرفراز ہوا وہ ان ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہی
کے ذریعہ سے سرفراز ہوتا رہا۔ جب دنیا میں حضور مالک رقابِ اُمم غوثِ اعظم محبوبِ
سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے، تو یہ کام آپ کے سپرد ہو گیا،
کیوں کہ وہ بھی اہل بیت نبوی سے ہیں۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے ایک مکتوب میں اس طرح تحقیق کی ہے، واسطے فائدۂ خواص کے نقل کیا جاتا ہے:

''وراہی ست کہ بقرب ولایت تعلق دارد واقطاب واوتاد وبدلا ونجبا وعامہ
اولیاء اللہ بہ ہمیں راہ واصل اند راہ سلوک عبارت ازیں راہ ست بلکہ جذبہ
متعارفہ نیز داخل بہ ہمیں است وتوسط وحیلولت دریں راہ کائن [ف] است
وپیش وائے واصلانِ ایں راہ وسرگروہِ ایں ہا ومنبع فیض ایں بزرگواران
حضرت علی مرتضیٰ است کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وایں منصب عظیم الشان
بہ ایشاں تعلق دارد دریں مقام گویا ہر دو قدم مبارک آں سرور علیہ و
علی آلہ الصلاۃ و السلام برفرق مبارک اوست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
حضرت فاطمہ وحضرت حسنین رضی اللہ عنہم دریں مقام بہ ایشاں شریک اند انگارم
کہ حضرت امیر قبل از نشاۃ عنصری نیز ملاذ ایں مقام بودہ اند چناں چہ
بعد از نشاۃ عنصری وہر کرا فیض وہدایت ایں راہ می رسید بہ توسط ایشاں می
رسید چہ نزد نقطۂ منتہا ایں راہ اند ومرکز ایں مقام بہ ایشاں تعلق دارد و چوں
دورہ حضرت امیر تمام شد ایں منصب عظیم القدر بہ حضرات حسنین ترتیباً
مفوض ومسلم گشت، وبعد از ایشاں بہرے کے از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب
والتفصیل قرار گرفت در اعصار ایں بزرگواراں وہم چنیں بعد از ارتحال
ایشاں ہر کرا فیض وہدایت می رسید بہ توسط ایں بزرگواراں بودہ وبہ
حیلولت ایشاناں۔ ہر چند اقطاب ونجباے وقت بودہ باشند ملاذ وملجاء ہمہ

ف کامن

ایشاں بودہ اند چہ اطراف راغیر از طوق بہ مرکز چارہ نیست تا آں کہ
نوبت بہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ، چوں نوبت
ایں بزرگوار شد منصب مذکور بہ او قدس سرہ مفوض گشت و مابین ائمہ
مذکورین وحضرت شیخ ہیچ کس بریں مرکز مشہود نمی گردد و وصول فیوض و
برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب ونجبا بہ توسط شریف او مفہوم می شود
چہ ایں مرکز غیر او را میسر نشدہ ازیں جاست کہ فرمودہ:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰى اُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

مراد از شمس آفتابِ ہدایت وارشاد است واز افول عدم فیضانِ مذکور
وچوں بوجود حضرت شیخ معاملہ کہ بہ اولین تعلق داشت بہ او قرار گرفت واو
واسطۂ وصول رشد وہدایت گردید چناں چہ پیش از وے اولین بودہ اند و نیز
تا معاملہ توسطِ فیضان برپا است بہ توسل اوست ناچار راست آمد اَفَلَتْ
شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا الخ۔'' انتھی

ذکر امام ہمام خواجۂ خواجگاں

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب کہ دو سال حضرت کی خلافت کے باقی رہے تھے، پیدا ہوئے۔ خود حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پیدا ہونے پر اپنے دست مبارک سے ان کے منہ میں کھجور کا لعاب ٹپکایا۔ چوں کہ حضرت خواجہ کی والدہ حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں، گاہ گاہ ایسا اتفاق رہا کہ خادمہ کی عدم موجودگی میں خود حضرت اُمّ المومنین بعض وقت اپنی پستان شریف خواجہ حسن رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈال دیتی تھیں، اور دودھ اتر آتا تھا۔ اسی کی برکت سے اللہ کریم نے آپ کو ظاہری اور باطنی علوم کا عالم اور کامل بنا دیا، اور قیامت تک ولایت کا سلسلہ حضرت سے جاری ہوا۔ ''اکمال فی اسماء الرجال'' میں ہے:

''ولد الحسن بسنتين بقيتا من خلافة عمر بن الخطاب بالمدينة وحنكه عمر بيده وكانت امه تخدم ام سلمة ام المؤمنين فربما غابت فتعطيه ام سلمة ثديها تعلّله بها الى ان تجيء امه فيدر عليه ثديها فيشربه و كانوا يقولون ان الذى بلغ الحسن من الحكمة من بركة ذٰلك۔'' انتهٰى

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ ۱۱۰ھ میں یکم رجب کو وفات پائی۔

حضرت کے خلفا میں حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ، اور خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور گزرے ہیں۔

۱- آپ کی کنیت ابوالنصر، نام حسن بن موسیٰ راعی۔ سیّد خواجہ پیر حسینی

۲- آپ کے خلفا سے فضیل بن عیاض، ابویعقوب سوسی، اور ابوالفضل بن علی رزین ہیں۔ سیّد خواجہ پیر حسینی

ذکر حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ

''میزان الاعتدال'' ص ۱۴۲، جلد ۲ میں لکھا ہے:

''شيخ الصوفية واعظم لحق الحسن وغيره۔''

حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اقتباس الانوار'' کے ص ۹۲ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں کی جماعت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے پاس گئی، اور اپنے افلاس اور تنگ دستی کی شکایت کی، اور حلوا کھانے کی درخواست کی، خواجہ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، یکا یک آسمان کی طرف سے دینار و درہم برسنے لگے، درویشوں نے اٹھانے کا ارادہ کیا، خواجہ نے فرمایا: اُسی قدر اٹھاؤ کہ حلوا کھا لو، درویشوں نے اُسی قدر اٹھایا، اور حلوا لائے، اور سیر ہو کر کھایا۔ حضرت خواجہ نے اُس میں سے نہیں کھایا۔

۲۷ ماہ صفر ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ مشہور خلفا میں حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کو چھوڑا۔

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روضۃ الریاحین'' ص ۶۴۷ میں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ عبدالواحد نے بیان کیا کہ مَیں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میرے رفیق کو جو جنت میں ہوگا دکھا دے، مجھے یہ جواب ملا کہ تیرا رفیق کوفہ میں ایک بڑھیا ہے، میں کوفہ پہنچا، اور اس کا حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ ایک دیوانی بڑھیا بکریں چرایا کرتی ہے، موافق بتلانے کے باغ میں پہنچا، کیا دیکھتا ہوں، نماز میں مصروف ہے، سامنے سُترہ ہے، اس کی بکریاں اور بھیڑیے ایک جگہ چرتے ہیں، اُس

بڑھیا نے مجھے معلوم کر کے جلد نماز تمام کی، اور کہا: اے عبدالواحد! یہ ملاقات کی جگہ اور ملاقات کا وقت نہیں، واپس چلے جاؤ! میں نے کہا: یہ تو بتلاؤ، میرا نام کہاں سے معلوم ہوا؟ جواب دیا: تمھیں یہ معلوم نہیں کہ روحیں ازل میں ایک جگہ تھیں، جن میں تعارف ہوا اُلفت پیدا ہوئی، اور جن میں تعارف نہیں ہوا وہ مختلف رہے۔ انتھی بقدر الضرورۃ

''طبقات کبریٰ'' ص ۳۹ میں ہے:

''وکان رضی اللّٰه عنه یقول: علیکم بالخبز والملح، فانه یذیب شحم الکلٰی و یزید فی الیقین۔''

یعنی عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں: اے طالبانِ خدا! صرف روٹی اور نمک کھایا کرو کہ اس سے گردہ کی چربی دور ہوتی ہے، اور ایمان ویقین زیادہ ہوتا ہے۔

رضی الله عنه

ذکر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

''تذکرۃ الحفاظ'' ذہبی، ص ۲۲۲ میں ہے:

''وکان اماما ربانیا صمدانیا قانتا ثقة کبیر الشان۔''

یعنی فضیل بن عیاض اپنے وقت کے امام ربانی، اللہ والے، ثقہ، بڑی شان والے تھے۔

ابی الاحوص سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے پانچ اشخاص جیسے بزرگ دنیا میں نہیں دیکھے، ان پانچ میں حضرت فُضیل بن عیاض بھی ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے ''طبقات کبریٰ'' ص ۵۸، جلد ۱ میں لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ (محدثین کے امام) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے پاس جا کر بیٹھے، حضرت فضیل نے اُن سے کہا کہ اے علما کے گروہ! تم تو ایسے چراغ تھے جن سے شہر روشن ہوئے تھے، اب تم تاریکی بن گئے، اور تم آسمان کے ستارے تھے کہ تم سے راستہ ملتا تھا، اب خود حیرت بن گئے۔ کیا اس بات کی شرم اللہ سے نہیں آتی کہ امرا کے پاس جا کر اُن سے مال لیتے ہو، اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امیر کے پاس یہ مال کہاں سے آیا ہوگا، پھر محراب میں بیٹھ کر حدیث پڑھاتے ہو۔ سفیان بن عیینہ نے سر جھکالیا، اور کہا:

''نستغفر اللّٰه و نتوب الیه۔''

ہم اللہ سے بخشش مانگتے ہیں، اور اُس کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔

۲ ربیع الاول ۱۸۷ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ کے مشہور خلیفہ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

''طبقات کبریٰ'' ص ۵۸، جلد ۱ میں ہے:

''وکان رضی اللّٰه عنه یقول: من عرف ما یدخل جوفه کان عند اللّٰه صدیقا، فانظر من این یکون مطعمك یا مسکین۔''

رحمة الله علیه ورضی الله عنه

ذکر حضرت سلطان العارفین برہان العاشقین

سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جامی علیہ الرحمہ ''نفحات الانس'' ص ۲۸ میں، اور امام عبدالوہاب شعرانی ''طبقاتِ کبریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم شاہی خاندان سے ہیں، ایک مرتبہ شکار کو گئے تھے، ہاتف نے آواز دی: اے ابراہیم! تمھیں اس کام کے واسطے نہیں پیدا کیا، فوراً متنبہ ہوگئے، اور طریقت میں قدم رکھا، ریاضات اور مجاہدات شروع کردیے، درجہ کمال کو پہنچے۔

''طبقاتِ کبریٰ'' ص ۵۹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم کو لکھا کہ میں تمھارے پاس رہنا چاہتا ہوں، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پرندہ جب غیر شکل کے ساتھ اڑتا ہے تو پرندہ اڑ جاتا ہے، اور وہ غیر رہ جاتا ہے۔

اور لکھا ہے ''طبقات'' میں:

''وکان رضی اللہ عنہ اذ لم یجد الطعام الحلال یاکل التراب و مکث شھرا یاکل الطین۔''

یعنی حضرت ابراہیم بن ادہم کو جب حلال غذا نہیں ملتی تھی تو مٹی کھالیتے تھے۔
(بعض دفعہ) ایک مہینے تک گارا کھاتے رہے۔

کرامات اور خوارق عادات آپ کی کتب سیر اور تواریخ میں بہ کثرت لکھی ہوئی ہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مفاتیح العلوم ابراھیم۔''

۲۶ یا ۲۸ جمادی الاولیٰ ۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

حضرت امامِ وقتِ خود مخدوم علی ہجویری ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں:

''امیرِ اُمرا و سالکِ طریقِ لقا ابواسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور رضی اللہ عنہ یگانہ بود اندر طریق خود و اندر عصر خود سیّد اقران بود مرید حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود و بسیارے از قدما مشائخ را یافتہ بود و با امام ابوحنیفہ اختلاط داشتہ و علم از وے آموختہ الخ۔''

رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی رضی اللہ عنہ بہ موجب ہدایت حضرت خضر علیہ السلام سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ سے مشرف بہ بیعت ہوئے۔ اول چھ مہینے خدمت میں رہ کر اس قدر مجاہدہ کیا کہ صرف چھ دفعہ افطار کیا، سلطان ابراہیم بن ادہم نہایت خوش ہوئے، اور مقامِ تکمیل پر پہنچنے کی بشارت دی، اور آخر عمر میں خرقہ خلافت پہنایا۔

''طبقات کبریٰ''، ص ۵۳، جلد ا میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

''کان رضی الله عنه یقول: و الله لو قال لی انسان و الله ما عملك عمل من یؤمن بیوم الحساب فقلت له: صدقت فلا تکفر عن یمینك۔''

یعنی اگر کوئی شخص میری نسبت یہ قسم کھا کر کہے کہ تیرا عمل اس شخص جیسا نہیں جس کو قیامت پر ایمان ہے، مَیں اُس قسم کھانے والے سے کہوں: تو سچا ہے، قسم کا کفارہ نہ دے۔

''و کان یقول: لا اعلم شیئا من اعمال البر افضل من لزوم بیته، ولو کانت لی حیلةً فی عدم الخروج الی هذه الفرائض تخلصنی لفعلت۔''

یعنی فرمایا کرتے تھے: تمام نیکیوں میں میرے نزدیک اپنے گھر میں الگ سب سے بیٹھنا افضل ہے، اور اگر فرض نماز کے واسطے کوئی حیلہ ایسا ہوتا کہ باہر نہ نکلنا پڑتا تو میں ایسا ہی کرتا، باہر نہ نکلتا۔

کتبِ سیر حضرت کی کرامات سے مملو ہیں۔ ۱۴ رشوال المکرم ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت امین الدین ابو ہبیرہ البصری رضی اللہ عنہ

آپ اپنے زمانہ میں علما اور اولیا کے مسلم پیش وا تھے، اور حق سبحانہ کی معرفت میں بے نظیر تھے۔ چوں کہ اسرار کے محافظ بہ درجہ اتم تھے، اس واسطے آپ کا لقب امین الدین ہوا۔ آپ اور آپ کے مرید ہمیشہ باوضو رہتے تھے، اور حضورِ دل سے نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں ماسوی اللہ کا ذکر نہیں آنے پاتا تھا، صبح شام رات دن ذکر اللہ اور مراقبہ اور محاسبہ میں بسر کرتے تھے۔ شہر اور دیہات سے الگ بیابانوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ سے جس قدر سلاسل جاری ہوئے وہ ہبیریاں کہلاتے ہیں۔ (اقتباس الانوار)

سات ویں ماہ شوال ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت خواجہ علو ممشاد[1] دینوری رضی اللہ عنہ

وفات ۲۹۸ھ

کہا ''طبقات کبریٰ'' ص ۸۷، جلد ا میں:

''کان من کبار مشایخ القوم صحب ابن الجلاء و من فوقه من المشایخ عظم المرمی فی علوم القوم کبیر الحال ظاهر الفتوة مات سنة سبع و تسعین و مائتین۔''

یعنی حضرت خواجہ ممشاد دینوری صوفیوں کے بڑے مشائخ میں سے تھے، ابن الجلا اور ان سے اوپر والے بزرگوں اور مشائخین کے ملنے والے تھے۔ علومِ تصوف میں مرجعِ صوفیاں تھے، کامل الحال، اور تمکین وفتوت والے۔ ۱۴ر محرم ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

''طبقات کبریٰ'' میں ہے:

''وکان رضی اللّٰه عنه یقول: فقدت قلبی منذ عشرین سنة مع اللّٰه تعالٰی، وترکت قولی للشیء کن فیکون منذ عشرین سنة ادبا مع اللّٰه عزوجل۔ قال بعضهم: معناه انه کان یرجع الٰی قلبه ثم یرجع بقلبه الی اللّٰه، و معنی ترکت قولی للشیء

۱- در ''تذکرۃ الاصفیا'' وبعضے شجراتِ چشتیہ نوشتہ اند کہ شیخ علو دینوری وممشاد دینوری یکست، اما از ''نفحات'' دیگر کتبست چنیں مفہوم می شود کہ ممشاد دینوری در سلسلۂ سہروردیہ اند۔ ۱۲ مشکات النبوۃ، در مشکات ہشتم، ذکر خواجہ علو دینوری ـ سیّد خواجہ پیر حسینی

کن فیکون انه کان مجاب الدعوة کلما دعا اجیب ثم ارتفع عن ذٰلك الی اللّٰه تعالٰی فصار بمراد اللّٰه لابمراده فترك الدعاء۔''

فرماتے ہیں: میں نے اپنے دل کو ۲۰ سال سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گم کر دیا ہے، اور مجھے بیس سال سے یہ مرتبہ ملا ہے کہ جس شے کو کہتا تھا: ہو جا، وہ ہو جاتی تھی، اس امر کو میں نے چھوڑ دیا تا کہ اللہ کریم کے ساتھ ادب کے خلاف نہ ہو۔ یعنی حضرت ممدوح مستجاب الدعوۃ تھے، جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ یہ مقام بہ اختیارِ خود اللہ کریم کے سپرد کر دیا، وہی فعال لما یرید ہے۔

وفات آپ کی ۱۴ر محرم ۲۹۹ھ میں ہوئی ہے۔ رضی الله عنه

ذکر حضرت شیخ المشائخ

خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رضی اللہ عنہ

"لطائف اشرفی" سے "انوار العارفین" میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی شامی رضی اللہ عنہ حضور خواجہ علو دینوری رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے، حضور نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا: ابواسحاق شامی، فرمایا: آج سے تمھیں ابواسحاق چشتی کہیں گے، اس واسطے کہ چشت وغیرہ کی مخلوق کو ہدایت تمھارے سے ہوگی، اور جو تمھارے سلسلہ میں ہوگا وہ قیامت تک چشتی کہلائے گا۔

مرید ہونے کے بعدے سال تک خلوت میں بیٹھے **لا اللہ الا اللہ** کہنے میں مصروف رہے۔ سات ویں دن افطار کرتے تھے، اور تین لقمہ سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔ غیب سے حضرت خواجہ ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ کو آواز آئی کہ ابواسحاق کا کام تکمیل کو پہنچا، ان کو خرقہ اپنا پہنا دینا چاہیے، اور اپنی جگہ پر بٹھانا چاہیے، پس حضرت خواجہ ممشاد نے خرقہ پہنایا، اور اپنا خلیفہ کیا، اسی وقت غیب سے آواز آئی: اے ابو اسحاق! تو ہماری بارگاہ میں مقبول ہوا۔

آپ کی وفات ۱۴؍ربیع الثانی میں ہوئی۔ سنہ وفات مختلف فیہ ہے، مگر غالباً ۳۲۹ھ ہے۔ **رضی اللہ عنہ**[1]

۱- آپ کا مزار مقام عکہ نواحِ شام میں ہے۔۱۲

ذکر حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب قدوۃ الدین تھا۔ چشت کے امرا میں سے ہیں، اور خاندان نسب میں سادات حسینی سے ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رضی اللہ عنہ نے پہلے سے آپ کے پیدا ہونے اور مقتدائے عالم ہونے کی بشارت دی تھی۔ چناں چہ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ "نفحات الانس" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"خواجہ ابو احمد ابدال پسر سلطان فرسانہ است کہ از شرفا و امیران آں ولایت بودہ وے را خواہرے بود بہ غایت صالحہ شیخ ابواسحاق شامی چشتی بہ خانۂ وے آمدے وطعام وے خوردے روزے شیخ وے را گفت کہ برادر ترا فرزند خواہد بود کہ وے را شان عظیم باشد می باید کہ حفاظت حرم برادر خود کنی تا در ایام حمل چیزے کہ دراں حرمتے وشبہ بود نہ خورد آں ضعیفہ صالحہ بہ موجب فرمودۂ شیخ ابو اسحاق بہ دست خود ریسمان رشتے و بہ بازار فرستادے وبفروختے وما یحتاج برائے حرم برادر خود مہیا داشتے تا در تاریخ سنہ ستین وماتین (۲۶۰) کہ زمان خلافت معتصم باللہ بود خواجہ ابو احمد متولد شد وہماں صالحہ او را در خانۂ خودش از وجہ حلال پرورش می داد ودر آوان صغار خواجہ ابو احمد را بدیدے خواجہ ابواسحاق فرمودے کہ ازیں کودک بوے آں می آید کہ از وے خاندان بزرگ ظاہر گردد واحوالِ عجیبہ وغریبہ واضح گردد۔"

تیسری جمادی الآخرہ ۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ **رضی اللہ عنہ**

ذکر حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب ناصح الدین تھا۔ اکثر عالم تحیر میں رہتے تھے۔ برسوں پہلوے مبارک آپ کا زمین پر نہیں پہنچا۔ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو احمد ابدال سے خرقہ خلافت پہنا، اور ایک عالم کو دریاے فیضان سے سیراب کیا۔ آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جو کوئی آپ کی نظر کے سامنے آتا اگر کافر بھی ہوتا تو مسلمان ہو کر درویش کامل ہو جاتا۔ آپ کے زمانہ میں چشت میں کوئی کافر نہ رہا تھا۔ چودھویں ربیع الاول ۴۱۱ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

جب سلطان محمود سبکتگین سومنات کے جہاد میں مصروف تھا حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ کو غیب سے اشارہ ہوا کہ سلطان کی مدد کو جانا چاہیے، چناں چہ حضرت مع چند درویشوں کے لشکر اسلام میں پہنچے، اور اُن کے ہم راہ جہاد میں مصروف رہے، خواجہ اور آپ کے خدام کی برکت سے اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح یاب کیا۔ چناں چہ مولانا جامی علیہ الرحمہ نے ''نفحات الانس'' ص ۲۰۷ میں اس قصہ کو اس طرح لکھا ہے:

''وقتے کہ سلطان محمود سبکتگین بہ غزوہ سومنات رفتہ بود خواجہ ابو محمد را در واقعہ نمودند[1] کہ بہ مددگاری وے بباید رفت در سن ہفتاد سالگی با درویشے چند متوجہ شد چوں آں جا رسید بہ نفس مبارک خود مشرکاں و عبدۂ اصنام جہاد کردے روزے مشرکاں غلبہ کردند و لشکر اسلام پناہ بہ بیشہ آوردند و نزدیک

۱- اور ''سیر الاولیا'' میں لکھا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے خود خواجہ ابو محمد چشتی کو خواب میں اس واقعہ جنگ پر جانے کا حکم دیا تھا۔ ایسا ہی ''اقتباس الانوار'' وغیرہ میں ہے۔ ۱۲

شد کہ شکست بر ایشاں آید خواجہ را در چشت مریدے بود محمد کاکو نام اورا آواز داد کہ کاکو دریاب در حال کاکو دیدند کہ اضطراب می کرد و محاربہ می نمود تا لشکر اسلام نصرت یافتند و کافراں ہزیمت کردند و در ہماں وقت کاکو را در چشت دیدہ بودند کہ لکلکہ کہ آسیا را برو داشتہ بود بر درو دیوار می زد از وے سبب پرسیدہ بودند ہمیں قصہ را گفتہ بود۔''

اقول: اس روایت سے (جو ''نفحات الانس'' اور ''سیر الاولیا'' اور ''اقتباس الانوار'' وغیرہ میں لکھی ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ امام الائمہ خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ سلطان محمود کی امداد کو حسب ایماے غیبی پہنچے، اور آپ کی برکت سے اللہ کریم نے سلطان محمود کو ہندوستان پر فتح یاب کیا) یہ معلوم ہوگیا کہ حضور امامنا و امام مشائخنا حضور خواجہ خواجگاں والی ہندوستان خواجہ معین الحق والدین رضی اللہ عنہ کو حضور سرور عالم ﷺ نے ہندوستان کی ولایت خواجگان چشت رضی اللہ عنہم کے ورثہ میں عطا فرمائی ہے، کیوں کہ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ کے پانچ ویں واسطہ پر حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے وارث اور جانشین برحق ہیں۔ رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ المشائخ

خواجہ ابی یوسف چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب ناصر الدین تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں بے نظیر وقت تھے۔ سید حسینی اور حضور خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ کے خواہر زادہ اور جانشین تھے۔ زمین میں قبر کھود کر بارہ سال کا چلہ کیا، اور مجاہدہ کو اعلیٰ درجہ پر پہنچایا تھا۔ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ان کی ملاقات اور زیارت کے واسطے چشت میں گئے، اور بہت خوش ہوئے۔ ''نفحات الانس'' میں ہے:

''مدت دوازدہ سال درآں جا (در چلہ) بسر بردو چنداں سکر و دہشت و ولولہ حیرت بروے غالب شدہ بود کہ گاہ بودے چوں خادم آب وضو بردست وے ریختے در اثنائے وضو از خود غائب شدے و یک ساعت کم و بیش دراں غیبت ماندے و باز حاضر شدے و وضو را بہ اتمام رسانیدے دراں وقت کہ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ انصاری الہروی قدس سرہ بہ مزار چشت رسیدہ بود و باوے ملاقات کردہ است بعد از معاودت در مجالس و محافل امتحان وے می کرد۔''

سوم ماہ رجب ۴۵۹ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ الاسلام

خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ

''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ مودود چشتی سات سال کی عمر میں حفظ کلام اللہ اور قراءت سے فارغ ہو گئے تھے، آپ کی عمر شریف ۲۴ سال کی ہوئی تھی کہ حضرت خواجہ ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی، اور وفات سے پہلے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ تربیتِ مریداں میں بے نظیر تھے، تمام مشائخ کبار اور اولیائے نام دار آپ کے محکوم اور فرماں بردار تھے۔

''سیر الاولیا'' میں ہے کہ جب خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، ایک شخص باہیبت آپ کے پاس آیا، اور ایک ٹکڑا حریر کا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا لا کر حضرت کو دیا، خواجہ نے اُس کو آنکھوں پر رکھ لیا، اور وفات فرمائی، بعد تجہیز و تکفین جنازہ کو اُٹھایا تو اُٹھ نہ سکا، لوگ متحیر تھے، ناگاہ ایک آواز سخت آئی، سب آدمی دور ہو گئے، پہلے مردانِ غیب نے نماز جنازہ پڑھی، پھر جنات نے، ان کے بعد مخلوق موجودین نے نماز جنازہ ادا کی، پھر خود بہ خود جنازہ ہوا میں ہو گیا، اور وہاں پہنچا جہاں پہلے سے مدفون ہونا قرار پایا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر اُس شہر کے بہت کافر مسلمان ہوئے۔

یکم رجب ۵۲۷ھ میں وفات پائی۔ دو ہزار کامل مکمل خلیفہ آپ کے لکھے ہیں۔ رضی اللہ عنہ

ذکر شیخ المشائخ

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ منیر الدین حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے مقتدا اور اولیائے زمانہ کے پیش وا گزرے ہیں۔ مولانا جامی علیہ الرحمہ ''نفحات الانس'' میں من جملہ کمالات حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ مودود چشتی کے ایک یہ کمال بھی ظاہر فرماتے ہیں کہ خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی جیسے بہت آپ کے تربیت یافتہ تھے۔ عبارت بلفظہا یہ ہے:

''وہ مثل حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ کہ بسیار صاحب ولایت و معرفت و بزرگ بود مرید و تربیت یافتہ ایشان ست۔''

''سیر الاولیا'' میں لکھا ہے کہ خواجہ حاجی شریف زندنی ۴۰ برس تک جنگل میں رہے، اور عزلت اختیار کی، درخت کے پتوں پر بسر کی، اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں جاتا تو خادم کہتا: اگر دنیا کی بات کرو گے تو سعادتِ زیارت سے محروم رہو گے۔ سلطان سنجر کو ایک شخص نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا: تمھارے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟ سلطان نے جواب دیا کہ جو نیک و بد میں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب میرے سامنے لایا گیا، فرشتوں کو حکم ہوا، اس کو دوزخ میں لے جاؤ! ساتھ ہی یہ فرمان پہنچا کہ اس شخص نے فلاں روز مسجد دمشق میں خواجہ حاجی شریف زندنی کی زیارت کی تھی، اس کی برکت سے ہم نے اس کو بخش دیا۔

آپ کی وفات ۶۱۲ھ ۳ رجب یا ۱۰ رجب کو ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر شیخ المشائخ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ علوم ظاہر اور باطن میں اپنے اقران سے فائق تھے۔ قصبہ ہارون نواحی نیشاپور میں آپ کا دولت خانہ تھا۔ بہت مشائخ اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ کی صحبت بھی اُٹھائی تھی، مگر خرقہ خلافت حضرت حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ سے پہنا تھا۔

آپ کی ریاضت کا اندازہ اس سے کرنا چاہیے کہ ۷۰ برس تک نفس کو پیٹ بھر کر پانی پینے نہیں دیا، اور نہ پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ فرمایا کرتے تھے: افسوس ہے اُس فقیر پر کہ رات کو سوئے، اور دن میں کھائے، اور درویش کہلائے۔

حضور خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے ''انیس الارواح'' میں آپ کے حالات لکھے ہیں اس میں دیکھنے چاہئیں۔ ۶ شوال ۶۱۷ھ میں وفات پائی۔

جب شیخ الاسلام حاجی شریف زندنی نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی کو کلاہِ چہارتر کی عطا فرمائی، یہ بھی فرمایا تھا:

مراد کلاہِ چہارتر کی سے چار باتوں کا ترک کرنا ہے:

اول — دنیا کا ترک کرنا

دوم — عقبیٰ کا ترک کرنا

سوم — خور و خواب کا ترک کرنا

چہارم — خواہشِ نفسانی کا ترک کرنا

اور جو شخص ان چہار اشیا کو ترک نہ کرلے کلاہ چہارتر کی پہنا اُس کو سزاوار نہیں۔

رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت خواجہ خواجگان والی ہندوستان خواجہ غریب نواز

معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ

حضور خواجہ غریب نواز نائب النبی فی الہند ہیں۔ تمام ہندوستان کفر وشرک سے بھرا ہوا تھا، حضور رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کے موافق حضور خواجہ غریب نواز نے ہندوستان پہنچ کر اس ملک کو اسلام کے نور سے منور کر دیا۔

حضرت شیخ اجل مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضور غریب نواز ہندوستان میں تشریف لا کر اجمیر میں مقیم ہوئے، رائے پتھورا ہندوستان کا بڑا راجہ وہیں اجمیر میں رہتا تھا، کسی دن رائے پتھورا نے حضور کے خادموں میں ایک کو تکلیف دی، اُس نے حضور کے پاس پناہ لی، حضور نے رائے پتھورا سے سفارش کی، رائے پتھورا نے حضور کی سفارش نہ مانی، اور کچھ کلمات بے ادبانہ زبان پر لائے۔ حضور نے یہ قصہ سن کر فرمایا: ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے دے دیا۔ انہیں دنوں میں غزنین سے بادشاہ معز الدین سام مشہور بہ شہاب الدین غوری آ پہنچا، اور مقاتلہ کے بعد رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا، پھر اس وقت سے ہندوستان میں اسلام شائع اور غالب ہو گیا، اور کفر و شرک دور اور مغلوب ہوا۔

شیخ المشائخ قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کا حضور خواجہ غریب نواز کو روضۂ اقدس رسول اکرم ﷺ پر لے جانا، اور وہاں سے حضور ممدوح کو صاحب ولایت ہند کا خطاب ملنا ان الفاظ سے تحریر

فرماتے ہیں:

''خواجہ عثمانؓ حضرت خواجہ معین الدین را در مدینہ رسول اللہ ﷺ برود بہ زیارتِ روضہ رسول اللہ ﷺ مشرف گردانید فرمود: اے فرزند! رسول اللہ ﷺ را سلام کن، حضرت خواجہ معین الدین رسول اللہ ﷺ را سلام کردو گفت السلام علیک یا رسول اللہ، از روضہ شریفہ جواب سلام آمد علیکم السلام یا قطب المشائخ وصاحب ولایت ہند۔'' انتہٰی

حضور خواجہ غریب نواز کا کمال اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ وفات کے وقت آپ کی پیشانی مبارک پر غیب سے یہ لکھا ہوا ظاہر ہو گیا:

''حبیب اللّٰہ مات فی حب اللّٰہ۔''

چناں چہ حضرت قطب العالم ممدوح اُسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''می آرند حضرت خواجہ معین الدین قدس روحہ چوں از جہان فانی سفر جہان باقی کردند بر جبین مبارک ایشاں نوشتہ پدید آمد حبیب اللّٰہ مات فی حب اللّٰہ این چہ کمال است واین چہ جمال کرا زبان کہ گرد بیان این کمال گردد الخ۔''

چوں کہ ہندوستان کی ولایت عطیہ خاص حضور سرور عالم ﷺ ہے اس واسطے قیامت تک ہندوستان پر حکومت اور فیضان معنوی حضور خواجہ غریب نواز اور حضور خواجہ غریب نواز کے اہل سلسلہ کا پرتو رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ چناں چہ عارف کامل مصنف ''مرآۃ الاسرار'' سے مولانا محمد اکرم نے ''اقتباس الانوار'' میں اس مضمون کو نقل کیا ہے:

''بعد از خواجہ بزرگ بے واسطہ در ہر وقت یکے از مریدان سلسلہ اش بر سجادہ معنوی وے می نشیند و در چہار دانگ ہندوستان معنا تصرف می کند و عزل ونصب ولایت صوری ومعنوی در تصرف وے می گذارند وروحانیت

خواجہ بزرگ بے واسطہ در ہر زمان مدد وے می باشد ایں قسم تصرف کمال
ولایت کہ در حیات و ممات فرقے نباشد در دیگر اولیا کم یافتہ می شود ان شاء
اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ معنوی وے در ہر عصرے تا قیام قیامت در ملک
ہند متصرف خواہد بود یکے میر دود دیگرے می آید۔ عارفے خوش گفتہ است
بیت

اگر گیتی سراسر باز گیرد
چراغ مقبلان ہرگز نمیرد"

حضور خواجہ غریب نواز کے جانشین چار بزرگ مشہور ائمہ طریقت اور پیش وایانِ
معرفت ہیں:

اول – حضور خواجہ قطب الاقطاب خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار
کا کی رضی اللہ عنہ

دوم – شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الملۃ والدین رضی اللہ عنہ

سوم – مخدوم العالم حضرت سیّد مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہ

چہارم – محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ

کسی بزرگ نے حضور خواجہ غریب نواز کی تعریف میں یہ شعر کیا اچھا کہا ہے: ؎

مالک اربع عناصر مظہر ہر چار یار
قطب دین گنج شکر صابر نظام الدین چار

حضرت قطب زماں شاہ غلام علی مجددی دہلوی نے جب اپنے جانشین خاص
حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مَیں تم کو اب نسبتِ چشتیہ کی توجہ دیتا ہوں،
خبردار رہ! حضرت شاہ ابو سعید فرماتے ہیں: یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ روح مقدس خواجہ
غریب نواز معین الحق والدین، و روح مقدس خواجہ قطب الدین، و روح مقدس خواجہ
فرید الدین، و روح مقدس سلطان نظام الدین، و روح مقدس مخدوم علاء الدین علی

احمد صابر رونق افروز ہیں۔ عبارت "ہدایت الطالبین" بلفظہا یہ ہے:

"من بعد حضرت پیر دست گیر شاہ غلام علی دست مبارک بر زانوے بندہ
زدند فرمودند ترا در نسبت چشتیہ توجہ می کنم آگاہ باش فاتحہ حضرات چشتیہ
خواندہ متوجہ شدند دیدم کہ حضرت خواجہ خواجگان اعنی خواجہ معین الدین
چشتی، و خواجہ قطب الدین، و حضرت فرید الدین گنج شکر، و حضرت
سلطان المشائخ[1] والاولیا خواجہ نظام الدین، و حضرت مخدوم علاء الدین
صابر قدس اللہ ارواحہم تشریف آوردند، نور ہر یکے ازیں اکابر جدا
جدا معائنہ کردم۔"

وفات حضور غریب نواز رجب کی ٦ تاریخ ٦٣٢ھ میں ہوئی۔ رضی اللہ
تعالی عنہ وارضاہ عنا

١- سلطان المشائخ لقب ہے حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہ کا۔ ۱۲ سیّد خواجہ پیر حسینی

ذکر حضرت قطب الاقطاب

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ بالاتفاق قطب الاقطاب اور شیخ الشیوخ علی الاطلاق گزرے ہیں۔ یادِ مولیٰ اور مشاہدۂ ذات میں ایسے مستغرق تھے کہ اپنے اور غیر سے بے خبر تھے۔ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے جانشین اور خلیفہ خاص تھے۔ ماہ رجب ۵۱۲ھ میں یا ۶۲۲ھ بہ مقام بغداد شریف بہ مواجہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، وشیخ اوحدالدین کرمانی، وشیخ برہان الدین چشتی، وشیخ محمود اصفہانی حضور خواجہ غریب نواز کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے حضرت خواجہ کی تربیت اور تعلیمی باطنی میں توجہ خاص فرمائی، اور چند عرصہ میں مرتبہ تکمیل پر پہنچا کر اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا، اور ولایت دہلی کو آپ کے سپرد کیا۔
"سلسلۃ الذہب" مؤلفہ حضرت شیخ محمد نور بخش میں حضرت قطب الاقطاب کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں:

"کان من الاولیاء السالکین المرتاضین المجاهدین بالخلوة والعزلة وقلة الطعام وقلة المنام والکلام والذکر بالدوام فی الاربعینات، وله فی احوال الباطن شان کبیر بین المکاشفین۔"

یعنی خواجہ قطب الدین رضی اللہ عنہ اُن اولیاے سالکین میں سے ہیں جو خلوت اور عزلت میں مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے گزرے ہیں، اور وہ حضرات

جو کم کھانے والے اور کم سونے والے اور کم کلام کرنے کے عادی ہیں، اور وہ حضرات جو چلوں میں ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں، مکاشفین میں آپ کی بڑی شان ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اخبار الاخیار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ علی سنجری کے گھر میں مجلس سماع قائم ہوئی، اور حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، شیخ علی سنجری حضرت خواجہ کے ہم سایہ اور حضور خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے عزیزوں میں سے تھے۔ قوال نے یہ بیت کہنی شروع کی:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر است

حضرت خواجہ پر اس بیت کے مضمون نے ایسا اثر کیا کہ چار رات اور دن عالم حیرت میں رہے، آخر پانچ ویں دن جانِ عزیز جاں آفریں پر قربان کر دی، اور اعلیٰ علیین کو سدھارے۔ یہ واقعہ ربیع الاول کی ۱۴ر تاریخ ۶۳۳ھ میں ہوا۔ میر حسن دہلوی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں:

جاں بریں یک بیت داداست آں بزرگ
آرے ایں گوہر ز کانِ دیگر ست
کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر ست

و للہ در من قال:

عاشقانِ خواجگانِ چشت را
از قدم تا سر نشانِ دیگر ست

رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ الاسلام پیش واے عارفین مقتداے اربابِ یقین

حضرت خواجہ فرید الملۃ والدین رضی اللہ عنہ

امامنا حضرت خواجہ فرید الملۃ والدین مسعود بن سلیمان علم اور تقویٰ اور ترک و تجرید میں یگانۂ روزگار اور بے نظیر وقت تھے۔

''فوائد السالکین'' ص ۱ ر میں حضرت خواجہ گنج شکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ عاجز رمضان المبارک کی پہلی تاریخ جمعہ کے دن ۵۸۴ھ میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الاقطاب کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوا، حضرت خواجہ قطب نے کمال نوازش فرمائی، اور کلاہِ چہار ترکی میرے سر پر رکھی، قاضی حمید الدین ناگوری اور مولانا علاء الدین کرمانی اور شیخ نور الدین مبارک اور شیخ نظام الدین اور مولانا شمس الدین ترک اور خواجہ محمود وغیرہ، ہم بھی وہاں موجود تھے، حضرت خواجہ قطب نے اُس وقت فرمایا کہ پیر اور شیخ میں اس قدر تصرف اور قوۃ باطنی ہونا ضروری ہے کہ مرید کے سینہ کو زنگ اوصاف قبیحہ کینہ وحسد وغیرہ وغیرہ سے توجہ کے ساتھ پاک کردے، اور پاک کر کے خدا تک پہنچادے، اگر یہ قدرت نہ ہوتو پیر ومرید دونوں غلطی پر ہیں۔

''اقتباس الانوار'' میں حضرت شیخ مشایخنا سلطان المشایخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ دہلی میں تشریف لائے، اور اپنے جانشین خاص خواجہ قطب الاقطاب کے یہاں رونق افروز ہوئے، تو خواجہ قطب الاقطاب نے اپنے خلفا کو حضرت خواجہ غریب نواز کے سامنے پیش کیا، خواجہ غریب نواز نے ہر ایک کے حال پر توجہ فرمائی، اور نعمتِ فیضان سے سرفراز کیا، اس کے بعد فرمایا: بابا قطب الدین! مریدوں میں سے کوئی باقی رہا ہے؟ عرض کیا: مسعود نام ایک

فقیر اربعین میں ہے۔ حضور غریب نواز اُٹھ کھڑے ہوئے، اور فرمایا: آؤ اُسے دیکھیں! پس دونوں بزرگ نے حجرۂ چلہ پر پہنچ کر دروازہ کھولا، حضرت شیخ الاسلام فرید الملۃ والدین ایسے کم زور ہو گئے تھے کہ تعظیم کے واسطے کھڑے نہیں ہو سکے، آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور سر زمین پر رکھا۔ حضور خواجہ غریب نواز کو یہ حال دیکھ کر رحم آیا، اور فرمایا: بابا قطب الدین! کب تک اس جوان سے مجاہدہ کراؤ گے، کچھ نعمت دینی چاہیے۔ عرض کیا: خواجہ غریب نواز کے ہوتے ہوئے میں کیا نعمت دوں، فرمایا: اس جوان کا تعلق آپ ہی سے ہے۔ پس دونوں پیش واؤں نے حضرت گنج شکر کے واسطے دعائیں کیں، اور اسم اعظم تلقین کیا، اور خواجہ بزرگ نے یہ جملہ فرمایا کہ فرید شمع کی مانند ہے، اس سے خاندان روشن ہوگا۔

اقول: جیسی پیشین گوئی حضرت خواجہ نے فرمائی ویسا ہی ہوا کہ حضور کی کرامت ظاہر ہوئی، مشرق اور مغرب میں خاندان چشتیہ کے فیضان کا آفتاب بہ واسطہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین فرید الملۃ والدین رضی اللہ عنہ و عن اتباعه المخلصین ایسا چمکا کہ دنیا کے تمام خطہ کو منور کر دیا، کہیں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ اور مشایخ موجود ہیں، کہیں خاندانِ چشتیہ نظامیہ کے اکابر اور مقتدا رونق افروز ہیں اور امت محمد یہ علی صاحبها الصلوة و التحية کی ہدایت اور رہ نمائی میں مصروف ہیں۔

''اقتباس الانوار'' وغیرہ میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت خواجہ گنج شکر رضی اللہ عنہ کو ماہ محرم الحرام میں مرض نے غلبہ کیا، عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، اس کے بعد بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے، تو دریافت کیا کہ میں نے نماز عشا ادا کی ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضور! نماز عشا آپ نے ادا کر لی ہے۔ فرمایا: ایک دفعہ پھر نماز عشا ادا کرلوں، دیکھیے پھر کیا پیش آئے۔ غرض تین دفعہ اسی طرح نماز عشا ادا کی، آخر الامر یا حی یا قیوم کہتے ہوئے ۵ محرم الحرام ۶۶۸ھ میں اعلیٰ علیین کو سدھارے۔ رضی اللہ عنہ

ذکر سیّد الطائفۃ الچشتیۃ الصابریہ ملجا الاکابر والاصاغر

سیّدنا حضرت سیّد مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہ

حضرت مخدوم العالمین کی شان بلند اور رتبہ ارجمند کی نسبت کیا لکھا جاسکتا ہے کہ اپنے سلسلہ کے امام دست گیر خاص و عام ہیں، جو حضور کا نام لیوا اور حضور کے سلسلۂ عالیہ سے وابستہ ہے وہ ضرور اپنے حوصلہ اور استعداد کی موافق حضور کے دریائے فیضان سے سیراب اور حضور کے بارانِ توجہات سے سرسبز و شاداب ہے۔ حضرات مصنّفین ''اقتباس الانوار'' اور ''سیر الاقطاب'' اور ''جواہر فریدی'' وغیرہم نے حضرت کے حالات میں خود اپنا تجربہ اور اپنے پیران عظام کے تجربہ سے یہ بھی خاص طور پر لکھا ہے کہ جس قدر تصرفات جلال حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئے خاندانِ چشت میں بہت کم کسی بزرگ سے ظاہر ہوئے ہوں گے۔ حضور کا مرقد کلیر شریف میں قبلۂ حاجت برائے خلق اللہ ہے، اور حضور کی ولایت کا تصرف جیسا حالت حیات شریف میں تھا اسی طرح اب بھی بہ دستور موجود ہے۔ جس کو بصیرتِ باطنی حاصل ہے اور حضور کے سلسلۂ عالیہ میں سچے اعتقاد کے ساتھ داخل ہے وہ یقیناً اس امر کی شہادت دے گا کہ حضور مخدوم بہ فضل ایزدِ قیوم جمیع امور صوری و معنوی میں اپنے سچے خدام کے معاون ہیں۔

''لطائف اشرفی'' کے ص ٣٦٧ میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ گنج شکر رضی اللہ عنہ کے کُمّل خلفا میں سے حضور کو لکھا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر از کُمّل خلفاء حضرت کبیر اند۔''

حضرت کبیر سے مراد شیخ الاسلام خواجہ گنج شکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

کتاب ''مخزنِ مناقب چشت'' میں، جس کے مصنف [1] حضرت شیخ الاسلام سیّدنا

خواجہ گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں، حضور مخدوم العالمین کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں ہے:

''آں عارف کامل و آں قطب مکمل، آں مقتدائے اہل طریقت و آں پیش وائے عالم حقیقت، آں رہ نمائے کوچہ معرفت، آں فرید الدہر وحید العصر، آں محرم اسرارِ خفی و جلی و آں جانشین نبی و علی، آں زبدۂ اولیائے مشایخانِ اکابر یعنی مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ کہ صاحب کشف و کرامات و عالی درجات اولیائے وقت بودہ شانے عظیم و درجہ رفیع داشت خرقہ خلافت از حضرت قطب الاقطاب شیخ فرید الدین قدس سرہ العزیز داشت کے وے مرید و خواہر زادہ شیخ شیوخ عالم حضرت شیخ قدس سرہ بودہ است و سیّد صحیح النسب بودہ است و خدمت پیر دست گیر خود بسیار کردہ چناں چہ از غایت مہربانی در باب وے فرمودہ کہ علم ظاہری و باطنی من بہ شیخ نظام الدین سرایت کردہ و علم ظاہری و باطنی پیر من بہ شیخ علاء الدین تاثیر نمودہ و گاہے می فرمود کہ علم سینہ من بہ شیخ نظام الدین و علم دل میں من بہ شیخ علاؤ الدین صابر رسید کہ آں حضرت صاحب زہد و تقویٰ و صاحب تجرد و تجرید و صاحب فردانیت و تفرید و صاحب وحدت و توحید و صاحب ذوق و سماع بود و علم ظاہر و باطن بہ کمال داشت و جذبہ الٰہی را نہایات داشت و سماع اکثر شنیدے چناں کہ می گویند کہ رحلت ایشاں نیز درعین حالت سماع واقع گشتہ و ہر چہ از زبان مبارک برآمدے ہماں شدے و با دنیا و اہل دنیا اصلاً میل نہ داشت و از صحبت خلق بگریختے و مدام در ذکر خدا مشغول می ماند الی ان قال و از کمال محبت الٰہی دوام مشاہدہ و در ریاضت چناں مستغرق بود کہ از خود و از ہیچ چیز خبر نداشت تا بہ مرتبہ رسید کہ عمدۂ مشائخ عصر و قدوۂ اولیائے دہر گردید۔'' انتہٰی

١- ان کا نام نامی علی اصغر بن شیخ مودود بن شیخ محمد چشتی ہے۔ ''جواہر فریدی'' بھی ان کی تصنیف ہے۔ بادشاہ نورالدین جہاں گیر کے زمانہ ١٠٣٣ھ میں ''جواہر فریدی'' لکھی گئی ہے۔ ١٢

اور اسی کے قریب ''جواہر فریدی'' میں ہے۔

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کی وفات کا حالت سماع میں ہونا جو صاحبِ مناقبِ چشت اور دیگر بزرگوں نے لکھا ہے، علاوہ روایت کے درایۃً اس واسطے قوی ہے کہ حسب فرمودۂ حضرت شیخ الاسلام غوثِ انام خواجہ شکر گنج رضی اللہ عنہ علومِ ظاہری اور باطنی حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کے حضرت مخدوم العالمین کو عطا ہو چکے تھے، اس واسطہ جیسی حالت سماع میں حضرت خواجہ نے وصال فرمایا اسی طرح حضرت مخدوم نے وصال فرمایا۔

اور کتاب ''مرآۃ الاسرار'' کے طبقہ بستم میں حضور مخدوم العالمین کا ذکر اس عبارت میں لکھا ہے:

''آں گنجینۂ نورِ ہدایت، آں خوگرفتہ بہ مقام تفرید، آں مستقیم گشتہ بہ فنائے توحید، آں موصوف بہ اوصاف اسم القادر قطب الابدال شیخ علاؤالدین علی احمد صابر قدس سرہ محبوب ترین خلفائے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرست و در ارادت از اکثر یارانِ اعلیٰ و اسبق بود و بہ قول صاحب اخبار الاخیار نسبت دامادی نیز بخدمت آں حضرت داشت و اواز مُکمل بے باکان افراد بود و در طریقہ صوفیہ اہل صفا شانے بزرگ و حالے بلند و ہمتے قوی داشت واز غلبہ استغراق ذات مطلق ہرگز رو بہ دنیا و عقبیٰ نمی آورد۔'' انتھی

''معارج الولایت'' اور ''اقتباس الانوار'' میں یہ جملات بھی ہیں:

''واُوولایت موسوی داشت وقلب او برقلب اسرافیل علیہ السلام واقع بود ہر چہ از زبانش برآمدے ہم چناں واقع شدے و اورا در طریقت با شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ سرہ بسیار مشابہت بود کہ او نیز ولایت موسوی داشت۔'' انتھی بقدر الضرورۃ

اور حضرت عمدۃ العارفین مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے صاحب زادہ حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ'' میں حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

''می فرمودند کہ مریدرا مشغولی بہ حق تعالیٰ وعزلت از خلق چناں باید کہ مخدوم علی صابر چشتی داشتند وقتے کہ از پیر خود بابا فرید گنج شکر قدس سرھما مرخص گشتند زیر درخت گولر در حجرہ سکونت فرمودند۔ قائم اللیل و صائم النہار بوند وافطار چند دانہ گولر را جوش دادہ می خوردند بغیر از نماز پنج گانہ ازاں حجرہ نمی برآمدند یک بار پیر ایشاں کسے را بہ جہت پرسش احوال ایشاں فرستادند چوں بہ ایشاں رسید فرمودند کہ بہ خدمت حضرت مرشد بعد آداب عرض نما کہ بہ کارے کہ ماموُر ساختہ مشغولم و امید زیادتی دارم آں کس می خواست کہ بہ کلام مشغول سازد فرمودند کہ قیامت نزدیک است زیادہ فرصت ندارم و بہ خادم اشارہ فرمودند کہ بہ جہت مہمان قدرے نمک در گولر باید انداخت وحجرہ بستند۔''

رحمة الله عليه

حضور مخدوم العالمین کی وفات کے بعد حضور کے سلسلہ کے اولیا اور اصفیا کو جو تعلیم اور تربیت بلاواسطہ خود حضور مخدوم العالمین سے ہوتی رہی ہے وہ معتبر کتابوں سے نقل کی جاتی ہے۔

چناں چہ عارف باللہ حضرت مولانا محمد اکرم مصنف ''اقتباس الانوار'' بلاواسطہ کسی راوی کے خود اپنے پیرومرشد حضرت قطب الوقت شیخ سوندھا صوفی سفید ونی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمانے لگے: میں بہ مقام گنگوہ اپنے پیرومرشد حضرت بندگی شیخ ابوداؤد جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، یکا یک میں نے دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نور ایسا ظاہر ہوا کہ اُس نے تمام عالم کو گھیر لیا، اگر وہ نور نہ ہوتو دنیا

تاریک ہوجائے، اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ نور حضور مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کا فیض ہے، میں بے اختیار بلا اجازت پیر و مرشد خود گنگوہ سے کلیر شریف پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ روح مقدس حضور مخدوم قبر شریف سے مجسم باہر تشریف لائی، مجھ پر کمال نوازش فرمائی، اور حقیقت نور الانوار سے واقف کردیا، اور فرمایا: بلا واسطہ تجھے یہ نور میرے سے معلوم ہوا، ٹھکانا تیرا گنگوہ ہی میں ہے، اپنے پیر و مرشد ابوداؤد کی خدمت میں جلد واپس جا کہ وہ تیرے نہ ہونے سے پریشان ہیں، اور ہم نے اپنی نعمت اس کے جد شیخ عبدالقدوس کو دے دی ہے، جس کا دل چاہے وہاں سے لے، وہ کہتے ہیں: پھر مزار شریف پر سے قصبہ کلیر میں آ گیا، رات بھر رہا، اور تمام رات حضور مخدوم کی روح مقدس مطہر کو مجسم اپنے ہم راہ پایا۔

اور ''لطائف شریفی'' [1] میں حضرت قطب ربانی خواجہ محمد شریف نیاولی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ کے خلیفہ مولانا محمد عاقل لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد شریف نیاول سے چل کر کلیر شریف مع قافلہ کے پہنچے، عرس شریف کا موقع تھا، جب مزار شریف تھوڑے فاصلہ پر رہا، یکا یک ٹھہر گئے، اور کھڑے کھڑے بے خبر ہوگئے، دیر تک یہی حال رہا، پسینہ پسینہ ہوگئے، جب ہوش میں آئے تو اُسی جگہ لوٹ آئے جہاں ڈیرہ کیا تھا، خدام نے عرض کیا: یہ کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: حضور مخدوم العالمین یہیں تشریف رکھتے ہیں، اور جو میری مشکل تھی وہ حل فرمادی۔ مجھے اس آیت قرآن شریف میں چند شبہات واقع ہو رہے تھے: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى، حضور مخدوم نے کرم فرمایا، تمام کو حل کردیا۔ عبارت اصلی ''ملفوظات شریفی'' کی نقل کی جاتی ہے:

''روزے شیخ الشیوخ عالم علامۃ الدہر حضرت شیخ محمد شریف برائے مجالس عرس قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شیخ مخدوم علاء الدین صابر رضی اللہ عنہ بہ کلیر شریف رفت ہمیں کہ روضہ متبرکہ حضرت مخدوم قدس سرہ مقدار یک

۱- یہ کتاب قلمی کتب خانہ نواب گنج پورہ میں موجود ہے۔۱۲

پرتاب تیر بلکہ عن قریب بماند حضرت قطبی را دراں جا فنائے مطلق مستولی شد و ہر دو دست دراز کردہ دراں مقام ایستادہ شدند بہ مقدار دو پہر کامل دراں مقام ایستادہ شدند پیرہن در عرق بدن سیلاب گردید چوں بہ عالم صحو آمدند باز بہ مقام خود کہ منزل فرمودہ بودند بغیر از زیارت مرقد شریف تشریف آوردند بعض یاراں پرسیدند کہ حضرت برائے زیارت رفتہ بودند زیارت نکردند باز آمدند باعث معلوم نشد از زبان دُرر بار فرمود کہ روح مبارک حضرت مخدوم صاحب ایں جا ہم تشریف می داشتند بعضے شبہات آیت کریمہ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى حل کردم۔'' انتہٰی

''حقائق داؤدی'' میں ہے کہ حضرت مستغرقِ بحرِ شہود بندگی شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ مع قافلہ طالبانِ خدا کے پیرانِ کلیر شریف حاضر ہوئے اور طالبانِ خدا سے کہا کہ اگر تم حضرت مخدوم العالمین سے فیض حاصل کرنے کے لائق بننا چاہتے ہو تو پہلے ریاضت تامہ کرو، طے کے روزے رکھو، جب فیض حاصل کرنے کے قابل بنو گے، چناں چہ حضرت نے وہیں چلہ شروع کیا، بعض ہم راہیوں نے دس روز اور بعض نے اس سے زیادہ روزہ طے کا رکھا، مگر حضرت بندگی ابوداؤد جی نے چالیس روز سے زیادہ پچاس دن تک نوبت پہنچادی، آخر الامر غیب سے کسی نے آپ کے خدام سے کہا کہ جلد داؤد جی کا روزہ افطار کراؤ، ورنہ عالم غیب میں جا ملیں گے، چناں چہ حضرت صوفی سوندھا اور شیخ بلاقی نے افطار کرایا۔

''انوار الرحمٰن''، ملفوظات حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت مولانا کا کلیر شریف میں حاضر ہو کر اربعین کرنا اور چالیس روز تک رہ کر فیض یاب ہونا لکھا ہے۔ عبارت بجنسہا نقل کی جاتی ہے:

''از سہارن پور در پیران کلیر آمدہ در مزار فائز الانوار قطب الاقطاب حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ چہل روز اقامت

ساختند دراں زماں گرد ونواح پیرانِ کلیر ویران بود خصوصاً مقام مزار کہ در
صحرا واقع است جناب مولانا در مسجد خانقاہ اقامت داشتند وقصبہ کلیر
ازاں جا بہ فاصلہ قریب واقع است می فرمودند روزے کہ بر مزار حضرت
مخدوم رسیدم ہیچ چیز از نقد وجنس نداشتم بجز یک گلیم یعنی لوئی سفید آں را
بر آستانہ مبارک نذر نہادم سہ روز متواتر گزشت کہ ہیچ چیز از خوردنے بہم
نہ رسید روز چہارم شخصے قدرے شکر آوردہ بر مزار مقدس نیاز کرد عند التقسیم
بہ قدر یک چٹکی بہ دست من نیز نہاد وآں روز ازاں افطار شد بعد ازاں تا
بست وپنج روز کم وبیش وقت شام بہ آب چاہ افطاری شد دیگر ہیچ نہ ہر گاہ
دیدم کہ حالت رحمت بخش واماں اللہ ہم راہیان از فاقہ ہائے متواتر قریب
بہ ہلاکت رسیدہ اجازت دادم کہ شما را برائے حفاظت جان در آبادی قرب
وجوار رفتن وسوال کردن اختیار است لیکن آں ہا نیز نہ رفتند آخر روزے
وقت شام شخصے از طرف دہ آمد و پرسید کہ مولوی عبدالرحمٰن کدام است
مردم نشان دادند بر سر دیگرے نان مع نان خورش بہ قدر سہ آدم آوردہ بود
پیش ما نہاد سیر خوردم و بہ آدم مذکور گفت کہ ہر روز ہمیں طور خواہی رسانید
شخص مذکور تا سیزدہ روز ہما نقد طعام بہ وقت شام آوردہ می خورانید دانستم
کہ ایں دعوت از طرف حضرت مخدوم است بہ روز سیزدہم آرندۂ طعام
مذکور گفتہ رفت کہ جنس دعوت کنندہ امروز تمام شد فردا نخواہم آمد از قیاس
فہمیدم کہ ایں پیام رخصت است لیکن چوں کہ یک روز در چلہ باقی بود
یک مقام دیگر کردہ عازم پانی پت شدم۔'' انتہیٰ

فائدۂ جلیلہ

حضور مخدوم العالمین کے عرس شریف میں جو ۱۲ر اور ۱۳ر ربیع الاول کو ہوتا ہے'
قدیم سے صلحا اور معتبر مشائخ واولیا دور دراز ممالک سے جمع ہوتے اور فیوضاتِ صابری

سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ چناں چہ ''ملفوظات شریفی'' سے حضرت قطب
ربانی شاہ محمد شریف نیاولی کا حاضر ہونا نقل ہو چکا، اور ''حقائق داؤدی'' سے معلوم ہوتا
ہے کہ مستغرق بحر شہود حضرت شیخ داؤد، اور حضرت محبوب الٰہی شیخ محمد صادق گنگوہی، اور
حضرت سرور عارفاں مقتدائے کاملاں شاہ ابو سعید گنگوہی، وحضرت قطب دوراں شیخ
نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین برابر پیرانِ کلیر شریف کے عرس میں
حاضر ہوتے تھے۔ چند مقامات ''حدائق'' کے نقل کیے جاتے ہیں:

حدیقہ

''وقتے محبوب الٰہی (قطب الٰہی شیخ محمد صادق محبوب الٰہی) با پیر خود سعید
ازل حضرت سرور عارفاں شاہ ابو سعید گنگوہی بہ سفر حضرت پیران کلیر در
رکاب سعادت قبلہ ارباب یقین حضرت شیخ نظام الدین بود اتفاقاً شتر
اسباب حضرت نظام الدین ماندہ گشت محبوب الٰہی تمام اسباب شتر بر
اسپ مادہ سواری خویش وبقیہ بر نفس نفیس خود بار نمودہ خود پیادہ پا گردیدند
چوں سواری حضرت نظام الدین قریب پیش رسید محبوب الٰہی را بدیں حالت
مشاہدہ نمودہ تبسم فرمود وبدل فیض منزل گزرانید کہ ایں جوان خوب شدنی
است ومورد الطاف بے شمارش کرد حضرت نظام الدین کہ مرتبہ شہود دوام
داشت بیش تر کلامش در حقائق بودے ہر مرتبہ سلوک ودریافت معرفت
کہ شروع می کرد محبوب الٰہی پیش تر ازاں تا اتمام بیان می نمود وازبس کرم و
عنایت فرمود کہ بابا محمد صادق ایں ہمہ خانہ شماست محبوب الٰہی بہ عرض
رسانید کہ اقدام پیر خود کہ در حقیقت اقدام حضرت اند از من گذاشتہ نمی شود
حضرت نظام الدین ازیں سخن فراواں محظوظ شدند ولفظ شاباش مکرر بر
زبان فیض ترجمان راندند وبہ نعمت سینہ باسکینہ خود وے را نواختند۔''
اور ''حقائق داؤدی'' سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بندگی شیخ داؤد جی رحمۃ اللہ علیہ

التزاماً ہر سال کلیر شریف کے عرس میں حاضر ہوا کرتے تھے، حتی الوسع ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ چناں چہ ایک دفعہ دہلی میں قیام تھا، دربار شریف کی حاضری کے دن آ گئے اور خود دہلی میں شیخ الاسلام خواجہ قطب الاقطاب ؓ کا عرس شریف ہونے والا تھا، دل میں کہنے لگے کہ اگر ایسے موقع پر دہلی سے جاؤں تو بے ادبی کا اندیشہ ہے، اور اگر دہلی ہی میں حاضر رہوں تو کلیر شریف کی حاضری قدیمی میں فرق آتا ہے، اسی تردّد میں تھے کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ قطب الاقطاب ؓ کی روح مقدس نے جلوہ فرمایا، اور حکم دیا: ''شیخ داؤد! تم پیرانِ کلیر جاؤ، تمھارے جد شیخ عبدالقدوس کو علاؤالدین علی احمد صابر نے ہم سے مانگ لیا ہے۔ عبارت بلفظہا ''حقائق داؤدی'' کی یہ ہے:

حدیقہ

''وقتے حجۃ الاولیا (شیخ داؤد جی) در دارالخلافہ (دہلی) بود موسم عرس قطب المحققین حضرت سید مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہ کہ سیزدہم ماہ ربیع الاول است نزدیک رسید و رویہ مبارک بود کہ در حضوری ایں مجلس تعطیل نہ فرمودے، حجۃ الاولیا متردّد شد کہ در مجلس مخدوم صاحب و قطب الاقطاب حضرت قطب الحق و الدین قدس سرہ تفاوت یک روز بیش نیست، چناں چہ چہاردہم ماہ مذکور مجلس قطب الاقطاب است من کہ ایں جا حاضر نباشم و گزاشتہ بروم از آداب عبودیت بعید است و از توقف در حضوری مجلس مخدوم الثقلین نیز اندیشہ راہ یافت کہ وتیرہ قدیم بود مدار علیہ مجلس ایشاں بودند در ہمیں تردد بودند کہ از جناب قطب الاقطاب حکم شد کہ بابا شیخ داؤد شیخ عبد القدوس را یعنی جد شما را سیّد علاء الدین از ما درخواست نمودہ گرفتہ است شما در مجلس او شاں حاضر شوید حجۃ الاولیا بہ شتابی تمام بہ راہ دیوبند بہ حضرت پیران کلیر رسیدند و بہ مجلس حاضر شدند۔''

انتھی

اور بزرگانِ گنگوہ ہی پر کیا موقوف ہے، دو سو تین سو برس سے عارفین کاملین حضور مخدوم العالمین کے تصرف اور سالانہ مزار مقدس پر عام اہل اسلام کے حاضر ہونے کا حال لکھ رہے ہیں۔ چناں چہ ''مرآۃ الاسرار'' سے حضرت محمد اکرم ؒ نے ''اقتباس الانوار'' کے ص ۱۸۶ر میں نقل کیا ہے:

''وحق تعالیٰ اورا (حضور مخدوم العالمین را) تصرفے بے اندازہ عطا کردہ بود مشائخ وقت حیرت می بردند الحال کہ ہم بہ تاریخ سیزدہم ماہ ربیع الاول عرس اومی شود از ہر طرف مردم ہزار در ہزار بر سر مرقد پاک وے در کلیر حاضر می شوند و تا سہ روز طعام ہائے وافر خرچ می کنند۔''

دوسرے مقام پر اسی کتاب میں ہے:

''مرقد پاک وے قدس سرہ در قصبہ کلیر قبلۂ حاجات خلق است و تصرفات ولایت او الآن ہم چناں جاریست کہ طالبان و مریدان صادق الاخلاص را در ہر آن بہ حسب روحانیت فیضان می رساند و در جمیع امور صوری و معنوی ممد است، چناں چہ بر اہل بصیرت مخفی نیست مفصل اگر بنویسم کتاب طول شود بنا بر آں مختصر می گذارم۔''

اقول: یہ عاجز چند حکایات وہ عرض کرتا ہے جو اُس نے بزرگانِ دین سے بلاواسطہ سنے ہیں، اور حضور مخدوم العالمین ؓ کے فیضان اور تصرفات باطنی کے متعلق ہیں:

چناں چہ نقل کیا حضرت عمدۃ الصلحا سردار بہادر علی شاہ ؒ نے اپنی حیات میں اس عاجز خادم سے کہ ایک شخص کو کسی عورت اجنبیہ سے تعلق خاطر ہو گیا تھا، وہ ہمیشہ اس کی ملاقات بہم پہنچانے کے درپے رہتا تھا، مگر موقع نہیں ملتا تھا، اتفاقاً اس عورت نے پیران کلیر کے عرس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، اس مرد کو بھی خبر مل گئی، ہم راہ ہو لیا، راستہ میں تو موقع نہ ملا، مگر مزار مقدس میں جب وہ عورت بھیڑ اور کثیر ازدحام میں

جانے لگی تب موقع پاکراس مرد نے اس عورت پر ہاتھ ڈالا،فوراً اندھا ہوگیا۔

نیز عاجز راقم الحروف نے اپنے پیرومرشد عارف باللہ حضرت حافظ محمد صابر علی ؒ سے سنا کہ ۱۸۵۷ء ایامِ غدر میں جب امن ہوگیا اتفاقاً میں کلیر شریف حاضر تھا، ایک روز افسر فوج انگریزی کیمپ روڑکی سے خانقاہ کلیر شریف میں آیا، اردلی سپاہی ہم راہ تھے، جوتے سمیت داخل خانقاہ ہونے لگا، منصب علی نام خادم نے روکا، اور یہ کہا: صاحب! یہاں جوتے اتارنا چاہیے، کچھ ردوبدل کی نوبت پہنچی، صاحب موصوف ناخوش ہوگیا، اور چھڑی یا بندوق جو ہاتھ میں تھی منصب علی کے ماری، مگر وہ الگ ہوگیا، اور بچ گیا پھر صاحب نے سپاہیوں کو حکم دیا، یہ لوگ باغی معلوم ہوتے ہیں، ان کو گرفتار کرلو، یہ سن کر ہم مہمانوں کو علی الخصوص سخت فکر پیدا ہوگئی، گھبرا کر روضۂ شریفہ کے اندر گئے، اور رونے لگے کہ ہم ناحق گرفتار ہوتے ہیں، ہم تو صرف زیارت کے واسطہ یہاں حاضر ہوئے تھے، یکا یک صاحب کے پیٹ یا پسلی میں درد ہونا شروع ہوا، اور زیادہ ہی ہوتا گیا، یہاں تک کہ صاحب بے قابو ہوگیا، اردلیوں سے کہنے لگا: یہ کیا جگہ ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: یہ مسلمانوں کے پیر اور اولیا ہیں، آخر کہا: یہاں کے آدمیوں کو گرفتار نہ کرو، اور ہمارے واسطے جلد ڈولی لاؤ، تمام کو چھوڑ دیا، اور خود صاحب روڑکی تک جاتے ہوئے یا وہاں پہنچ کر مر گیا۔

اور حضرت پیرومرشد موصوف نے اپنے پیرومرشد زبدۃ السالکین حضرت میاں جی کریم بخش ؒ سے نقل کیا، وہ فرماتے تھے کہ اپنے پیرومرشد زبدۃ المحدثین عمدۃ الصالحین عارف باللہ مولانا محمد بخش ؒ کے ہم رکاب جب مجھے کلیر شریف میں حاضر ہونے کا موقع ملا، تو کیا دیکھا کہ مولانا مزار شریف حضور مخدوم العالمین ؓ کے برابر قبلہ کی طرف مراقب ہوکر بیٹھ گئے، یکا یک مزار شریف میں سے ایک بجلی جیسا نور نکلا، اور مولانا کے گرداگرد پھر کر اُن کے سینہ میں غائب ہوگیا۔

اور عاجز راقم الحروف نے زبدۃ المشائخ عارف باللہ پیر صحبت حضرت توکل شاہ

صاحب نقش بندی ؒ سے سنا کہ جب مجھے پیران کلیر شریف میں حضرت مخدوم العالمین ؓ کے مزار مقدس پر حاضر ہونے کا موقع ملا، تو یہ صورت پیش آئی کہ احاطہ خانقاہ شریف میں قدم رکھتے ہی لطائف میں تازگی خاص پیدا ہوگئی، اور قوت کے ساتھ ذکر اللہ میں مصروف ہوگئے، تین روز وہاں حاضر رہا، حضور مخدوم العالمین ؓ میرے سے خوش ہوئے، اور میرے انگشت شہادت میں انگوٹھی پہنادی، یعنی خلیفہ بنادیا۔

نیز اس عاجز سے ایک صاحب عبدالرحمٰن نام نے جو حضرت عمدۃ الکاملین مولانا سید امانت علی امروہی ؒ کے خادم خاص اور ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے، یہ نقل کیا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا نے چند روز کلیر شریف میں حاضر رہ کر واپسی کا ارادہ کیا، تمام اسباب اپنا اور خدام کا بندھوا دیا، گھوڑے پر جامہ کسوا دیا، اور رخصت کا سلام کرنے گئے، خدامِ مولانا میں ایک مجذوب صفت خادم بھی تھا، اس نے کہنا شروع کیا: جانے کی اجازت نہیں ملی۔ چناں چہ مولانا نے مزار شریف سے باہر آکر تمام اسباب کھلوا دیا، اور جانا ملتوی کیا۔

ایک مرتبہ حضرت پیرومرشد عارف باللہ حافظ محمد صابر علی صاحب ؒ کے ہم راہ ہم چھے سات خدام کلیر شریف روانہ ہوئے، ایک بیلوں کی گاڑی کرایہ کرلی تھی، شام ہوتے روڑکی پہنچے، مولانا محمد عمر مرحوم نے حضور مخدوم العالمین ؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کیا کہ حضور مہمان نواز ہیں، مہمان حضور کے یہاں بھوکا نہیں رہتا، جب وہ بیان کرچکے، تو حضرت حافظ صاحب ؒ کی زبان پر یہ آیا: کیا اچھا ہو کہ حضور مخدوم ہمیں اپنی غذا گولریاں کھلائیں! عشا کی نماز کے وقت خانقاہ شریف میں پہنچے، فقیروں کا لنگر جدا تھا، اُنھوں نے کھلانے کے واسطے کہا، ادھر نیاز احمد صاحب نے کہا کہ اس وقت میرے یہاں آپ سب کھائیں، کیوں کہ مدت بعد گولریاں پکائی ہیں، یہ سن کر سب کو خاص ذوق شوق پیدا ہوا، اور سب نے حسبِ عرض داشت و مراد گولریاں کھائیں، اور فیضانِ حضرت مخدومِ کاملاں دست گیرِ

درماندگاں سے مالا مال ہوئے۔

عاجز راقم الحروف عرصہ تخمیناً ۳۵ سال سے درِ دولت حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ پر عرس شریف میں اور دیگر اوقات میں جب کبھی موقع ملتا ہے' حاضر ہوتا رہتا ہے، جو عجائبات اور خوارق عادات وقتاً فوقتاً دیکھنے میں آتے رہے ہیں اگر اُن سب کو جمع کیا جائے تو ایک کتابِ دراز بن جائے، اس کتاب میں ان کا جمع کرنا اور ظاہر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوا۔ عاجز نے ایک علیحدہ رسالہ عربیہ ''رابطہ سنیہ بسید الطائفۃ الصابریہ'' میں جمع کرنا شروع کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

و للّٰہ در من قال:

قصہ شمع از دل پروانہ پرس
حال گل از بلبل دیوانہ پرس
زاہداں را از نماز و روزہ گو
عاشقاں را از درِ مے خانہ پرس

حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کی سن وفات میں روایات مختلف ہیں، مگر صحیح روایت ''معارج الولایت'' کی ہے کہ ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔ کلمہ ''مخدوم'' سے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''مرآۃ الاسرار'' میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم العالمین اور حضور سلطان نظام الدین محبوب الٰہی میں بڑی محبت تھی، اور مخدوم صاحب کا وصال حضرت محبوب الٰہی سے پہلے ہوا۔ عبارت بلفظہا یہ ہے:

''وے قدس سرہ معاصر حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین بدایونی بود و با حضرت سلطان المشائخ محبتے فوق الحد داشت و چند سال پیش از حضرت سلطان المشائخ ازیں مقام نقل فرمود۔''

ذکر حضرت محبوب الٰہی

سلطان نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ

''اقتباس الانوار'' میں کیا اچھا لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الملۃ والدین کی کرامتوں میں سے یہی ایک کرامت کافی ہے کہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی آپ کے مرید تھے، جن کی ولایت کے نور سے تمام ہندوستان منور ہو گیا، اور خدا کی طرف سے ''سلطان المشائخ'' کا خطاب ان کو عطا ہوا۔

صاحب ''بحر المعانی'' تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے خضر علیہ السلام نے بتلایا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ نظام الدین بدایونی مرتبہ اور مقام معشوقی اور محبوبی میں ہیں۔

حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ روزِ چہار شنبہ میں پیدا ہوئے۔ چہار شنبہ ہی کو حضرت شیخ الاسلام بابا صاحب سے مشرف بہ بیعت ہوئے۔ چہار شنبہ ہی کو دولت خلافت سے سرفراز ہوئے، اور چہار شنبہ ۱۸/ ماہ ربیع الآخر ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ الاسلام مولانا رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور قبر شریف میں رکھا، اور بے ہوش ہو گئے، جب وجہ بے ہوشی کی دریافت کی گئی، کہا: اس وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر محبوبِ الٰہی کو کنارِ محبت میں لے لیا، مجھے طاقت نورِ نبوت کے مشاہدہ کی نہ تھی، اس واسطے بے ہوش ہو گیا تھا۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ الاسلام فرید الملۃ والدین رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں خلیفہ حضور مخدوم العالمین اور حضور محبوبِ الٰہی نظام الملۃ والدین رضی اللہ عنہ کیسے مرتبہ اور اعلیٰ مقام کے گزرے ہیں کہ اللہ ہی کو اس کا علم ہے، مخلوق کا علم وہاں تک نہیں پہنچتا۔ بارک اللہ فی سلسلتہما۔

ذکر حضرت شمس الاولیا امام الاصفیا

خواجہ شمس الدین ترک رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت خواجہ شمس الملۃ والدین رضی اللہ عنہ خلیفہ و جانشین حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ حضور مخدوم العالمین نے آپ کو پانی پت کا شاہ ولایت بنا کر بھیجا تھا، شاہ ولایت ہی کے نام سے وہاں کے خاص و عام زبان پر حضرت خواجہ مشہور ہیں۔

''مرآۃ الاسرار'' سے ''اقتباس الانوار'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ علومِ ظاہری سے فارغ ہو کر مرشد کامل کی تلاش کرتے ہوئے ترکستان اور ماوراءالنہر کے علاقہ میں پھرتے رہے، مگر کسی جگہ دل بستگی نہیں ہوئی، ہندوستان میں پہنچے، اور تلاش کرتے ہوئے کلیر شریف میں پہنچ کر حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کے اقدام میں سر رکھ دیا، اور دولتِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے شمس الدین! تو فرزند منی از خدا خواستہ ام کہ ایں سلسلۂ ما از تو جاری شود و تا قیامت برپا بماند۔''

یعنی اے شمس الدین! تم میرے فرزند ہو، میں نے خداوند کریم سے یہ دعا مانگی ہے کہ یہ سلسلہ ہمارا تمھارے سے جاری ہو، اور قیامت تک رہے۔

''سیر الاقطاب'' میں لکھا کہ حضرت خواجہ شمس الحق والدین پہلے حضرت شیخ الاسلام خواجہ گنج شکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور نعمت پا کر حسب ایمائے حضرت شیخ الاسلام کلیر شریف پہنچے، اور حضور مخدوم العالمین کے خلیفہ و جانشین قرار پائے، آخر وقت میں حضور مخدوم العالمین نے خرقۂ خلافت اور نعمت عطا فرما کر حکم دیا کہ پانی پت میں جاؤ، خدائے تعالیٰ نے تمھیں پانی پت کا صاحب ولایت کر دیا ہے۔ عرض کیا: وہاں شیخ شرف الدین بو علی قلندر رہتے ہیں، اُن کے ہم راہ کیوں کر

موافقت آئے گی؟ فرمایا: کچھ اندیشہ نہیں ہے، تمھارے وہاں جانے سے وہ شہر کے باہر چلے جائیں گے۔

جب حضرت خواجہ شمس الحق والدین پانی پت میں پہنچے، اور قیام کر دیا، اتفاقاً حضرت خواجہ کے خادم نے حضرت قلندر صاحب کو شیر کی صورت میں بیٹھا ہوا دیکھا، واپس آ کر حضرت خواجہ سے یہ حال عرض کیا، حضرت خواجہ نے اُس خادم سے کہا: واپس جا کر دیکھو، اگر قلندر صاحب اُسی صورت میں ہوں تو میرا اسلام کہو، اور یہ کہو کہ شیر کے واسطے جنگل کا قیام مناسب ہے۔ جب خادم گیا، اور قلندر صاحب کو شیر کی صورت میں پایا، تو وہی پیغام پہنچا دیا، چناں چہ یہ سن کر وہیں پاس جنگل میں چلے گئے، اس کے بعد پھر حضرت خواجہ نے خادم سے کہا: قلندر صاحب سے عرض کرو کہ پانی پت مع گرد و نواح کے مجھے مل گیا ہے۔ پھر خادم نے پیام پہنچا دیا، قلندر صاحب یہ سن کر پانی پت کے جنگل سے بھی زیادہ فاصلہ پر موضع بوڑھے کھیڑے میں چلے گئے۔

واضح ہو کہ حضرت سرتاج اولیاے نام ور شاہ علی بوقلندر مکمل اولیاے ہندوستان سے ہوئے ہیں۔ بعض نے حضرت کو خواجہ قطب الاقطاب کا مرید لکھا ہے، بعض نے حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا کا، بعض نے حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ کا۔ آپ کے خوارق اور کرامات کتب سیر میں مذکور ہیں۔ پانی پت اور کرنال دونوں جگہ سے اکابر اولیا آپ کی روح مقدس سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں، مقام بودہ کھیڑے میں بھی حضرت کا فیضان جاری ہے۔ رضی اللہ عنہ

بعد وفات بھی حضرت خواجہ شمس الدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس سے وہی فیض جاری ہے جو حضرت کی حیات شریف میں تھا کہ اولیاے کاملین حاضر ہو کر مقصود حاصل کرتے ہیں، چناں چہ حضرت قطب زمان عارف باللہ مولانا شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ''مقاماتِ مظہری'' میں حضرت خواجہ کے مزار مقدس پر حاضر ہونے اور فیض اُٹھانے کا حال ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"گفت فقیر راقم روز روانگی از پانی پت فقیر پا از دیده ساختہ بہ ادب تمام
بہ زیارت حضرت شمس الدین ترک رفتم، عنایتے بہ حال من فرمودند
باوجود ترک از ماسوا عنایتے فرمودند کہ کیفیات توجہات شریفہ ایشاں دل
مرا آں قدر محظوظ فرمود کہ تا دہلی اثر آں عنایت در خود می یافتم و روز
ہا سرشار آں حالات بودم۔"

اس کے بعد اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ کامل و عارف واصل مرزا مظہر جان جاناں ؒ سے حضرت خواجہ کی تعریف میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

"می فرمودند عرض وقوت نسبت ایں اکابر بہ مرتبہ ایست کہ زبان در تقریر
آں لال است بلکہ در مقابلہ نسبت ہائے باطنی ایں عزیزاں وقدمائے
صوفیہ علیہ می تواں گفت کہ ما مردم راازیں راہ بہرہ نیست۔" انتہٰی

عاجز راقم الحروف سے حضرت مخدومنا عارف باللہ توکل شاہ مجددی ؒ نے فرمایا تھا کہ یہ فقیر مع امیر شاہ مرحوم کے جب پانی پت پہنچا، تو خواجہ شمس الدین شاہ ولایت ؒ کے مزار پر ٹھہرا، جب رات ہوئی تو حضرت خواجہ کی نسبت قویہ کا ایسا ظہور ہونے لگا کہ ہم سے برداشت کرنا دشوار ہوا، کچھ بے خبری اور بے ہوشی کی حالت ہوگئی، اس وقت دیکھا کہ حضرت خواجہ قبر شریف سے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے، خانقاہ شریف کا تمام احاطہ ارواحِ اولیائے چشتیہ سے بھر گیا، سب ذکر اللہ میں مصروف ہیں، اور اس قدر ہیبت اور رعب پیدا ہونے لگا کہ طبیعت بے قابو ہونے لگی، جب مجھے بہت ہی اضطراب ہوا تو رسول اکرم ﷺ کی روح مقدس سے پناہ لی، تو میرا اضطراب کم ہوا، پھر میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ شاہ ولایت فرماتے ہیں: ٹھہرا رہ، ہم بھی مسافر آئے تھے۔ مجھے اطمینان ہوگیا۔ انتہٰی

"مرآۃ الاسرار" میں ہے کہ حضرت خواجہ شمس الحق والدین شاہ ولایت پانی پت نے آخر حیات شریف میں خرقہ خلافت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا کو عطا فرمایا، اور اپنا جانشین بنایا۔ ۱۹ر شعبان میں وفات پائی۔ سنہ وفات محقق تو نہیں ہوا، مگر بعض ۷۱۶ھ لکھتے ہیں۔

ذکر حضرت مخدوم الاصفیا

جلال الحق والدین کبیر الاولیا پانی پتی ؓ

"انوار العارفین" میں لکھا ہے کہ حضرت کبیر الاولیا ؓ نے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا کہ ان کی کرامت سے نفس امارہ بدن مبارک سے مجسم ہو کر باہر آ گیا تھا۔ کشف و کرامات میں بے نظیر اور تربیت مریداں میں لاثانی تھے۔ نام پاک آپ کا خواجہ محمد اور جلال الدین لقب ہے۔ مادرزاد ولی تھے۔

"اقتباس الانوار" سے "انوار العارفین" میں حضرت کبیر الاولیا کی یہ کرامت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت کبیر الاولیا کے سامنے سے ایک عورت بڑھیا پانی بھرنے کو جا رہی تھی، حضرت کبیر الاولیا نے اس سے پوچھا: اے بڑھیا! تیرے گھر میں کوئی پانی بھرنے والا نہیں ہے جو پانی بھر کر لائے؟ عرض کیا: حضرت! اگر کوئی پانی لانے والا ہوتا یا مجھے اجرت دینے کی طاقت ہوتی، کیوں پانی لینے کو خود نکلتی، حضرت کبیر الاولیا ؓ نے اس سے برتن لے کر شانہ مبارک پر پانی لا کر دیا اور اللہ کریم سے دعا کی کہ اس پانی میں برکت ہو! چناں چہ اللہ کریم نے اس پانی میں ایسی برکت دی کہ جب تک وہ بڑھیا زندہ رہی اُسی برتن سے پانی لیتی رہی، پھر کبھی پانی کے واسطے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

حضرت مخدوم کبیر الاولیا ؓ کے فیض سے ہزار ہا اشخاص نے ولایت کا درجہ پایا، حضور سردارِ قافلہ مخدوم العالمین ؓ نے اپنے جانشین خواجہ شمس الحق والدین ترک پانی پتی ؓ کو یہ فرمادیا تھا:

""شمس مارا جلال کافی است۔""

وہی ظاہر ہوا کہ حضرت مخدوم کبیر الاولیا کی نظر فیض اثر ہی سے صدہا اولیا بن گئے۔ یہ بات مشہور ہے[1] (حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ؓ کی کمائی حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا نے لٹائی)۔

آپ کے خلفا بہ کثرت ہیں، مگر مشہور ترین خلیفہ اور جانشین حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق ردولوی ؓ ہیں کہ ان سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ زیادہ تر جاری ہوا۔

دوم- آپ کے مشاہیر خلفا میں سے حضرت شیخ بہرام ؒ قصبہ بڈولی میں آسودہ ہیں، آپ کے وہاں قیام فرمانے کا قصہ اس طرح لکھا ہے کہ قصبہ بڈولی کے باشندوں کو دریا سے جس سے نقصان پہنچنے اور شہر کے برباد ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوا، اکثر باشندوں نے جو حضرت مخدوم کبیر الاولیا کے معتقد تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ خود وہاں تشریف لے چلیں، حضرت کی برکت سے دریا سے ہمیں امن مل جائے گا، ورنہ برباد ہو جائیں گے۔ حضرت مخدوم کبیر الاولیا نے اپنے خلیفہ حضرت شیخ بہرام کے نام خط لکھ دیا کہ برناوہ سے بڈولی میں آجاؤ، اور وہاں قیام کرو، چناں چہ بہرام اپنے پیرومرشد برحق کے حکم کے مطابق قصبہ بڈولی میں پہنچے اور دریا کے کنارہ پر اپنے عصائے مبارک گاڑ دیا، اور وہیں سکونت اختیار کی، چند روز میں آپ کی کرامت سے دریا فاصلہ پر چلا گیا اور پھر آبادی کی طرف نہیں آیا۔

سوم خلیفہ حضرت مخدوم کبیر الاولیا کے قطب انام شیخ نظام سنامی ؒ ایسے باکمال گزرے ہیں کہ آپ کے مزار مقدس سے مدت تک چراغ کے مانند نور چمکتا رہتا تھا، تیس سال تک خدمت پیرومرشد برحق میں رہ کر ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ بے نظیر وقت سمجھے جاتے تھے، اور حضرت مخدوم کبیر الاولیا ؒ ہی کی حیات شریف

۱- بستانِ معرفت، ص۸۰

میں وفات پاچکے تھے، جب حضرت کبیر الاولیا اُن کی فاتحہ کو بہ مقام سنام تشریف لے گئے، اور مزار پر نور چمکتا ہوا دیکھا، تو فرمایا: اے نظام! یہ اظہار مناسب نہیں، اگر بعد وفات برملا انوار کا اظہار مناسب ہوتا تو سردار دو عالم ﷺ کے روضۂ شریفہ سے ظاہر ہوا کرتا۔ آپ کے اس فرمانے پر وہ نور قبر شریف ہی میں غائب ہو گیا۔

حضرت کبیر الاولیا کے پانچ صاحب زادے تھے، پانچوں کامل مکمل اور حضرت کے خلفا میں سے تھے۔ حضرت کے صاحب زادوں میں سے حضرت خواجہ شبلی ؒ کے کرامات ''سیر الاقطاب'' وغیرہ کتب سیر میں مذکور ہیں۔ حضرت خواجہ شبلی کی اولاد میں سجادگی چلی آتی ہے، اور سلسلۂ خلافت و بیعت بھی جاری ہے۔ آخر میں حضرت شاہ نظام ثالث ؒ بڑے صاحب کمال گزرے ہیں، جن کے پوتے پیر کرم الحق آج کل کہ ۱۳۳۲ھ ہے، پانی پت میں سجادہ نشین ہیں۔

حضرت شاہ نظام صاحب ؒ کے خلفا میں حضرت حافظ لطافت علی صاحب ؒ مشہور بزرگ ضلع سہارن پور میں گزرے ہیں۔ علم تصوف میں بے نظیر وقت تھے۔ عاجز راقم الحروف بہت دفعہ حضرت حافظ صاحب ؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کی برکات سے مستفیض ہوتا رہا ہے، اور جب کبھی اس عاجز نے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں عریضہ بھیج کر کوئی تصوف کا مسئلہ حل کرنا چاہا حضرت نے جواب باصواب سے مشرف فرمایا، اور اطمینان کر دیا۔ مزار حافظ صاحب کا قصبہ شیخ پورہ میں ہے۔

حضرت نظام ثالث خاتم المحدثین والقرا حضرت استاذنا مولانا قاری محمد عبد الرحمٰن پانی پتی ؒ کے حقیقی ماموں ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا قاری صاحب حضرت نظام ثالث کے والد ماجد حضرت شاہ محمد ماہ یعنی اپنے نانا کی کرامات بیان فرماتے تھے۔ غرض سلسلۂ سجادگانِ پانی پت میں آخر تک صاحب کرامات اور بزرگ ہوتے آئے ہیں۔ بارك الله فيهم وفي سلسلتهم۔

اور شاہ نظام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں ایک بزرگ الٰہی شاہ تھے، اکثر حصہ عمر کا تجرد اور حاضری کلیر شریف یا اُس کے قرب و جوار میں صرف کرتے رہے۔ انتقال فرما گئے۔ ان کے جانشین سید چراغ شاہ موجود ہیں۔

تیرھویں ربیع الاول ۷۶۵ھ میں حضرت مخدوم کبیر الاولیا نے وفات پائی۔

رضی اللہ عنہ

حضرت قطب الوقت مولانا شاہ غلام علی نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد عارف باللہ حضرت مولانا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اور نسبت حضرت مخدوم کبیر الاولیا ''مقاماتِ مظہری''، ص ۵۲ میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

''می فرمودند سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ بہ حال زائرانِ مزارِ خود عنایت بسیار می فرمایند ہم چنیں شیخ جلال پانی پتی التفات ہا می نمایند۔''

ذکر حضرت شیخ العالم قطب افخم

مخدوم احمد عبدالحق صاحب توشہ ردولوی رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ ہندوستان کے مشہور اولیا میں گزرے ہیں۔ کرامات اور خوارقِ عادات حضرت شیخ العالم کی مشہور نزدیک و دور ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ آپ کا اپنے ہم عصر مشائخ سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک قبر کھود کر چھ مہینے تک اُس میں رہے، اور ذات احدیت میں ایسے مستغرق اور بے خبر ہوئے کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔

حضرت قطب العالم شیخ مشائخِ ما شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ''انوار العیون'' میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ نے ایک دیگ کھانے کی تیار کرا کے راستہ میں رکھوا دی تھی، اور فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آنے جانے والے اس میں سے کھانا کھائیں گے، اور کھانا کم نہیں ہوگا۔ چناں چہ تین روز تک ایسا ہی رہا کہ آنے جانے والے اُس میں سے کھاتے تھے، کچھ کمی نہیں آئی تھی۔ آخر شیخ العالم کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اس سے شہرت ہوگی، اور شہرت کا ہونا موجب نقصان ہے۔ خدا رازقِ مطلق ہے، وہ جانے، اور اُس کی مخلوق۔ غرض یہ خیال پختہ ہونے پر دیگ کو زمین پر مارا، اور توڑ ڈالا۔

نیز قطب العالم کتاب مذکور میں حضرت شیخ العالم رضی اللہ عنہ کا مردہ کو زندہ کرنا نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص مخلص نام، ان کا پسر بہرام نام دونوں شیخ العالم کے مرید تھے، مخلص نے حضرت شیخ العالم سے عرض کیا کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ پرانا لباس

ترک کروں، اور نیا پہنوں، اور اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کروں۔ حضرت شیخ العالم
نے فرمایا: ابھی توقف کرو، میں اور تم دونوں اکٹھے دنیا سے روانہ ہوں گے۔ دوسری
دفعہ عرض کیا، یہی جواب پایا، تیسری دفعہ عرض کیا، یہی جواب ملا، آخرالامر مخلص نے
اپنی اولاد کو یہ وصیت کی: میرا وقت آخر ہے، جب دنیا سے رخصت ہوں حضرت پیرو
مرشد شیخ العالم کو میری موت کی اطلاع نہ دینا، اور فوراً دفن کر دینا، ورنہ میرے مرشد
ایسے زبردست کامل مکمل ابوالوقت ہیں کہ مجھے دنیا سے رخصت نہیں ہونے دیں گے۔
مخلص یہ وصیت کر کے چارپائی پر لیٹے، اور چادر منہ پر ڈال کر دنیا سے رخصت
ہوئے۔ بہرام اُن کے بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم خانقاہ میں رونق افروز تھے،
مَیں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے والد مخلص کے انتقال کا حال عرض کیا،
حضرت شیخ العالم یہ سنتے ہی اٹھے، اور پاپوش پہن کر مخلص کے پاس پہنچے، اور سر پر سے
چادر اٹھا کر مخلص مخلص باآواز بلند پکارنے لگے، چالیس پچاس دفعہ پکارا ہوگا کہ مخلص
زندہ ہوکر بیٹھ گیا، اور حضرت شیخ العالم کے پائے مبارک کو پکڑنے لگا، پھر شیخ العالم
خانقاہ میں واپس تشریف لے گئے، پہلے تو مخلص خاموش رہا، اور ہاتھ سینہ پر مارتا تھا،
مگر بعد میں زبان کھولی، اور کہا: تم نے میرے پیرومرشد کو میری موت کی خبر کر دی، اور
میری وصیت پر عمل نہ کیا، اے بہرام! تو پیرومرشد سے عرض کر کہ مجھے دنیا سے رخصت
ہونے دیں، چناں چہ بہرام نے جا کر عرض کیا، جواب ملا: مخلص سے کہو ابھی توقف
کرے، ہم دونوں ایک وقت دنیا سے رخصت ہوں گے، مخلص نے چند مرتبہ اپنے
فرزند بہرام کو حضرت شیخ العالم کی خدمت میں یہی عرض کر کے بھیجا کہ حضرت! مجھے
دنیا سے رخصت ہونے دیں۔ آخر میں شیخ العالم نے بہرام سے فرمایا کہ مخلص سے کہو
کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہم سے کہو، ہم پہنچا دیں۔ مخلص نے پھر یہی عرض کر کے بھیجا
کہ حضرت پیرومرشد کے طفیل سے میری تمام مرادیں پوری ہیں، اب ضرورت یہی
ہے کہ مجھے دنیا سے رخصت ہونے دیں۔ آخرالامر شیخ العالم نے اجازت عطا

فرمادی، اور مخلص دنیا سے سدھارے۔ یہ قصہ حضرت قطب العالم رضی اللہ عنہ نے بلاواسطہ
بہرام مخلص کے فرزند سے نقل فرمایا ہے۔

صاحب ''مرآۃ الاسرار'' تحریر فرماتے ہیں کہ خواجگانِ چشت کے سلسلہ پاک
میں بعد حضرت خواجہ ابومحمد چشتی اور حضرت خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رضی اللہ عنہما کے جو
استغراق اور تحیر ودوام مشاہدہ دائرہ وجود مطلق اور نقطہ ذات حقیقۃ الحق کا حضرت مخدوم
احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ کو میسر ہوا بہت کم اولیا کو نصیب ہوا ہوگا۔

(عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ عارف باللہ مولانا عبدالرحمٰن مصنف ''مرآۃ
الاسرار'' کے اس جگہ ہرسہ حضرات پیش وایانِ چشتیان کے اسمائے گرامی لکھنے سے یہ
مقصود نہیں ہے کہ استغراق وتحیر ودوام مشاہدہ ان پیش واؤں کے سوا اور کسی کو ہوا نہیں،
بل کہ اتفاقاً یہ تینوں نام لکھے گئے، ورنہ حضرت مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کا استغراق کہ گولر کی
شاخ پکڑ کر سال ہا سال استغراق وتحیر اور دوام مشاہدۂ ذاتِ احدیت میں دنیا ومافیہا
سے بے خبر رہنا بہ طور تواتر منقول ہے۔ کہا ''اقتباس الانوار'' میں:
''واز غلبہ استغراق ذات مطلق ہرگز رو بہ دنیا نمی آورد۔'')

اور نیز صاحب ''مرآۃ الاسرار'' تحریر فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت مخدوم
ردولی میں رونق افروز اور وہاں کے صاحب ولایت ہوئے کسی درویش عالی مقام کا
وہاں سے گزرنا دشوار ہوتا تھا۔ چناں چہ نقل کیا ''اقتباس الانوار'' ص ۲۱۳ میں:

''واز آں وقت کہ آں حضرت در قصبہ مذکور توطن اختیار کرد وصاحب
ولایت آں جا شد ہیچ درویش عالی مقام را مجال نہ بود کہ بے اجازتش در
قصبہ در آید واحیاناً اگر کسے می آمد احوالش سلب می شد، چناں چہ شیخ سعد
اللہ کیسہ دار کنتوری مسعود اولیا را خرقہ خلافت عطا نمودہ رخصت بہ جانب
رسولی کرد وگفت کہ شیخ احمد عبدالحق درمیان راہ است از غیرت او ہوشیار
خواہی رفت آں مرد سخن پیر خود گوش ناکردہ بے ادب وار در قصبہ ردولی

درآمد شیخ احمد عبدالحق راغیرت در کار شد از حجرہ برآمد و نگاہ کرم بہ جانب شیخ
مسعود کرد تمام احوال او در ساعت سلب گشت از عوام ہم تبر شد لاچار سر عجز
خود را در خدمت شیخ احمد عبدالحق افگند روزے مہربان شدہ دستار خود بر سر او
نہاد و بہ نظر شفقت نگریست باز بحال خود آمد و از رضائے حضرت ایشاں رفتہ
در قصبہ رسولی متوطن شد الآن فرزندان او در قصبہ مذکور ہستند و مرقد او نیز
ہماں جا زیارت گاہ خلق است۔"

•

بزرگانِ سلسلہ نے بالاتفاق یہ تجربہ کیا ہے کہ حضرت شیخ العالم ؓ کا تصرف
حیات و ممات میں یکساں ہے۔ چناں چہ صاحب "مرآۃ الاسرار" نے لکھا ہے کہ
"تصرف ولایت حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ در حیات و ممات
یکساں است۔"

۱۵/جمادی الثانی ۸۳۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر شیخ المشائخ

حضرت مخدوم شیخ عارف قدس سرہ

حضرت شیخ المشائخ مخدوم شیخ عارف حضرت شیخ العالم ؓ کے فرزند ارجمند اور
جانشین مطلق، مجاہدہ اور ریاضت اور کشف و کرامت میں بے نظیر وقت تھے۔ آپ کی
روش پسندیدہ اور خلق محمدی سے ہر ایک مل کر خوش ہوتا تھا۔ حضرت قطب عالم شیخ
عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ "انوار العیون" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے مدۃ
العمر کسی سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ حضرت شیخ عارف سے مجھے محبت نہیں، یا میرے
اوپر شفقت نہیں فرماتے، بلکہ ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ مجھ سے زیادہ اور کسی سے خوش
نہیں ہیں۔ مظہر اتم حضور رسول اکرم ﷺ یعنی خلق عظیم کے مصداق تھے۔

"مرآۃ الاسرار" میں حضرت شیخ المشائخ مخدوم شیخ عارف کا حال اس طرح
لکھا ہے:

"حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ پسر خود شیخ عارف را از کمال
مہربانی تربیت کردہ بہ مرتبہ تکمیل و ارشاد رسانید و اسم اعظم از پیراں سینہ بہ
سینہ رسیدہ بود بہ وے آموخت و بعد نقل آں حضرت قائم مقام وے شد و
عالمے را ہدایت بخشید و مدت پنجاہ سال حق آں سجادہ عالی قدر نگاہ داشتہ و
امانت پیرانِ چشت بہ خلف اشرف خود شیخ محمد سپردہ در پردہ شد۔"

۱۷/صفر ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

ذکر شیخ المشائخ

حضرت شیخ محمد ردولوی قدس سرہ

حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد رضی اللہ عنہ تجرید وتفرید میں یکتا اور فقر وفنا میں بے مثال تھے۔ استغراق آپ کو اس قدر تھا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر رہتے تھے۔

جب آخر عمر میں آپ کو مرضِ موت لاحق ہوا آپ نے بڑے فرزند شیخ الاولیا کو یاد فرمایا اور وہ اُن ایام میں حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شاہ آباد میں تعلیم پا رہے تھے، حاضرین نے عرض کیا کہ صاحب زادہ شیخ الاولیا تو شیخ عبدالقدوس کے پاس شاہ آباد میں تعلیم پاتے ہیں، آپ خاموش ہوئے، ادھر حضرت شیخ العالم کی روح مقدس مطہر نے حضرت قطب العالم سے فرمایا کہ شیخ الاولیا کو جلد ردولی لے جاؤ۔ حضرت قطب العالم خود ہم راہ لے کر ردولی شریف پہنچے، دیکھا کہ حضرت شیخ محمد جی عالم استغراق میں بے خود ہیں، ہوش میں آتے ہیں تو یہ لفظ کہتے ہیں: ''سبحان اللہ! میں سمجھا''، قطب العالم جی نے عرض کیا: حضرت کیا سمجھے؟ فرمایا: توحید مطلق سمجھا ہوں۔ جب مفارقتِ روح کا وقت زیادہ نزدیک ہوا اور استغراق نے غلبہ کیا، قطب العالم جی نے عرض کیا: یہ وقت مردانِ حق کے ہوش یار رہنے کا ہے۔ فرمایا: اب سوائے ذات مطلق کے اور کوئی چیز میرے سینہ میں نہیں، بے فکر رہو۔ اُس وقت خرقہ اور پیران چشت کی امانت اور اسم اعظم حضرت قطب العالم جی کے سپرد کیا، اور اپنے فرزند شیخ الاولیا عرف شیخ بدھ کو بھی حضرت کے سپرد کیا، اور خوش وخرم عالم بقا کو سدھارے۔

حضرت قطب العالم جی نے حضرت شیخ الاولیا عرف شیخ بدھ فرزند ارجمند

حضرت شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم ظاہری اور باطنی فرما کر اپنی نیابت میں وہاں بٹھلایا، اور سجادہ قرار دیا۔ حضرت شیخ الاولیا عرف شیخ بدھ کامل مکمل شیخ گزرے ہیں، چناں چہ سلسلہ ان کا جاری ہے، اور اب تک اولیا اور صلحا اسی سلسلہ سے سجادگانِ ردولی شریف میں ہوتے چلے آتے ہیں۔ حضرت شیخ بدھ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین حضرت شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

''اقتباس الانوار'' میں ایک بزرگ شیخ ابو محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کو مستغرق اور مست یادالٰہی میں پایا، ان کی آنکھیں کثرت مشاہدہ سے ایسی سرخ رہتی تھیں کہ ان کی طرف دیکھنا مشکل تھا۔

حضرت شیخ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ان کے صاحب زادہ شیخ العارفین شیخ قطب الدین ہوئے، اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے، حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور چند بار پیرانِ کلیر شریف میں حضور سیّد الطائفہ مخدوم العالمین سیّد مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی زیارت کو حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

''مرآۃ الاسرار'' سے ''اقتباس الانوار'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ پیران کلیر شریف میں حاضر تھے کہ حضور مخدوم العالمین نے فرمایا: اب تم ردولی جاؤ، تمھاری رحلت کا وقت نزدیک آگیا ہے، انھوں نے عرض کیا: میرے آباؤاجداد کی عمریں تو زیادہ ہوئیں، میری عمر اُن سے بہت کم ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور مخدوم العالمین نے فرمایا: تم نے اپنی عمر میں ۲۰ برس رحمت خان کو دے دیے ہیں، اس واسطے اب وہ واپس نہیں ملتے۔ پھر عرض کیا کہ آخر کتنے دن کی حیات باقی ہے؟ حضور سردارِ قافلہ نے فرمایا: تین ماہ اور زندہ رہو گے۔ حضرت شیخ قطب الدین یہ سن کر جلد ردولی شریف پہنچے، اور خرقہ خلافت اپنے فرزند شیخ حمید کو پہنایا، اور سجادہ قرار دے کر خود دنیا سے سدھارے۔ رضی اللہ تعالی عنہ

ذکر شیخ حمید رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ حمید اپنے وقت کے قطب تھے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن مصنف "مرآۃ الاسرار" آپ کے خادم اور مرید خاص "مرآۃ الاسرار" میں لکھتے ہیں کہ میرے سے عالم معاملہ میں حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا فرزند شیخ حمید اپنے وقت کا قطب ہے۔

نیز "مرآۃ الاسرار" میں لکھا ہے کہ مَیں یہ سن کر حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبد الحق ردولوی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے اب تک حق حق کی آواز آتی ہے، خود ردولی شریف پہنچا، اور تین روز تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہا، آخر بعد نمازِ تہجد حضرت شیخ العالم کی قبر شریف سے حق حق کی آواز ان کانوں سے سنی، اور وہ ذوق باطنی حاصل ہوا کہ تحریر میں نہیں آسکتا، جب صبح ہوئی، حضرت شیخ حمید کہ اس وقت سجادہ نشین شیخ العالم کے یہی تھے، میرے قیام گاہ پر تشریف لے آئے، اور فرمایا: الحمد للہ کہ آوازِ حق سے مشرف ہوگئے۔ مجھے تعجب ہوا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔ آخر معلوم ہوا کہ شیخ کامل عارف واصل ہیں۔ ۱۰۳۲ھ میں شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

حضرت شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ سے آج تک سجادگانِ ردولی شریف میں سلسلۂ رشد و ہدایت برابر جاری ہے، چناں چہ آج کل ردولی شریف میں کہ ۱۳۳۲ھ ہے، حضرت شاہ حیات احمد صاحب مدظلہم العالی سجادہ نشیں ہیں، ان کے والد ماجد حضرت شاہ التفات احمد صاحب شب خیز اور اوراد و وظائف کے پابند بابرکت اور اہل نسبت شیخ وقت تھے، اور اس عاجز راقم الحروف کے حال پر کمال عنایت فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شیخ المشایخ

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ عنہ

حضرت قطب العالم اپنے وقت میں اکثر مشایخ زماں کے استاد اور اولیاے ہندوستان کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ جمہور صوفیہ آپ کے کمالات کے قائل تھے۔

"زبدۃ المقامات" ملفوظات حضرت امام ربانی میں ہے:

"شیخ عبدالقدوس قدس سرہ از شیوخ مشہورہ ہندوستان است و از کبار ایشاں از فرزندانِ شیخ صفی الدین است کہ در اصول و فروعِ علوم از فحول محققین بود، صاحب تصانیف مفیدہ مشہورہ می کرد شورس قوی داشت و وجد و سماع کثیر باوجود کثرتِ جذبات و توفیر غلبات در اتباعِ سنت سنیہ بہ غایت متقن بود و در التزام عزائم امورِ دینیہ سخت متمکن۔"

حضرت شیخ اجل محدث دہلوی "اخبار الاخیار" میں تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ عبدالقدوس قدس سرہ صاحب علم و عمل و ذوق و حالت و حلاوت و وجد و سماع بود اگرچہ بہ ظاہر دست بیعت از شیخ محمد کردہ وے معتقد و عاشق شیخ عبدالحق است و بہ روحانیت او مشغوف۔"

"مرآۃ الاسرار" میں ہے کہ حضرت قطب العالم رضی اللہ عنہ نے حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق ردولوی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے سلوک کو تمام کیا، اور تکمیل و ارشاد کے مرتبہ پر پہنچے، چناں چہ حضرت شیخ العالم نے عالم روحانیت میں فرمایا:

"ترا ولایت بالا دست دادم۔"

یعنی اے عبدالقدوس! ہم نے تمھیں زبردست مرتبہ ولایت پر پہنچا دیا ہے۔
محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو حال طالبانِ خدا کو حضرت سیّد الطائفہ خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۱۰؍سال میں پیدا ہوتا تھا وہ حضرت قطب العالم رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو تین چار سال بل کہ چند روز میں حاصل ہو جاتا تھا۔ چناں چہ لکھا حضرت عارف باللہ مولانا محمد اکرم علیہ الرحمہ نے ''اقتباس الانوار'' میں:

''وحالات ومقامات وے (قطب العالم) قدس سرہ ازاں برتر است کہ نسبت بہ کسے تواں داد حالے کہ بر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ بعد دہ سال روی دادہ بود بہ توجہ مقدس وے مریدان پاک اعتقاد وے را در سہ و چہار سال بلکہ در چند روز دست می داد ولایتے کہ حق سبحانہ مردے را عطا کردہ بود از زمان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ تا امروز معدودے یافتہ اند تا بہ حدے کہ گاوزوسائیں وکناس وے نیز صاحب ولایت بودہ اند، چناں چہ معروف ومشہور است۔''

حضرت قطب العالم جی کے ملفوظات میں حضرت کے صاحب زادہ مولانا رکن الدین تحریر فرماتے ہیں کہ بہ وجہ اِتقا طعام مشکوک اور لباسِ مشکوک سے حضرت قطب العالم پرہیز کلی فرماتے تھے، وضو اور غسل میں بڑے حوض کا پانی استعمال فرماتے تھے، کنوئیں کے پانی سے بہ وجہ احتیاط اجتناب رکھتے تھے، قصاب بے نماز کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے تھے۔ ابتدا میں علاوہ فرائض خمسہ کے اور سنن مؤکدہ کے چار سو نفل رات کے وقت اور چار سو رکعت دن کو پڑھتے تھے، سردی کے موسم میں پائے مبارک پھٹ جاتے تھے، سخت تکلیف پہنچتی تھی، مگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔
نیز تحریر فرماتے ہیں کہ چالیس برس تک میں نے اپنے والد ماجد قطب العالم جی کو دن میں کھانا کھاتے نہیں دیکھا، صائم الدہر تھے، سال بھر میں ایامِ منہیہ پانچ دن کے سوا روزہ افطار نہیں کرتے تھے۔ ۹۳۹ھ میں ۴۵ روز تو ایسے گزرے کہ رات دن

میں کچھ بھی نہیں کھایا، مگر عبادت و ریاضت میں کچھ فرق نہیں آیا، جب ہم سب کھانا کھانے کے واسطے اصرار کرتے تھے تو یہی جواب ملتا تھا کہ ہمارے کھانے کا فکر نہ کرو، ہمیں کھانا اور نہ کھانا برابر ہے، چند مرتبہ زبان مبارک پر آیا کہ ہم بہشت میں گئے تھے، وہاں کچھ کھایا، ہم نے عرض کیا: وہاں کیا چیز کھانے میں آئی؟ فرمایا: دنیا میں کوئی چیز وہاں کی برابر نہیں جس کی مثال دی جائے۔ میرے بڑے بھائی مولانا شیخ احمد نے عرض کیا: شاید مقام اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ پیش آیا ہے، فرمایا: بہ برکتِ متابعتِ انبیا علیہم السلام اگر اولیا کو بھی یہ مقام عطا ہو تو کیا بعید ہے۔
ابتدا میں آپ پر ایسی حالت سکر غالب ہوئی آپ نے شہر چھوڑنے اور جنگل و پہاڑ میں چلے جانے اور وہیں قیام کرنے کا ارادہ کیا، مگر مشائخ وقت نے آپ کو خلافتیں عطا فرمائیں، اور آبادی کے قیام پر مجبور کیا، اسی طرح ارواحِ مقدسہ پیرانِ نام دار اور اولیائے کبار نے تشریف لا کر اثر خاص ڈالا اور آبادی میں رہنے اور خلقت کو ہدایت کرنے کے واسطے فرمایا۔ چناں چہ ''لطائف قدوسی'' قلمی میں اس طرح اس قصہ کو لکھا ہے:

''لطیفہ حضرت قطب الاقطاب را قصد کلی بود کہ درمیان خلق نخواہم بود وباقی عمر در کوہ ودشت وبیابان خواہم گزرانید، لیکن چوں مشائخ کبار کہ دراں وقت در صدر حیات بودند جام ہائے خلافت دادند و کوشش کردند تا بر سجادہ نشیند وخلق را دست بیعت کنند باز روح حضرت قطب عالم شیخ احمد عبدالحق، و روح حضرت شیخ جلال پانی پتی، وروح حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، وروح حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر، وروح حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، وروح حضرت شیخ البر والبحر فرید الحق والدین گنج شکر، وروح حضرت قطب ارشاد خواجہ قطب الدین، وروح حضرت مرشد العارفین قطب اقطاب عالم معین الحق والدین،

وروح شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، وروح حضرت قطب الکونین غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی **رضی اللہ تعالی عنہم و غیرھم** حاضر آمدند وکوشش فرمودند تا بر سجادہ پیران نشستند ودست بیعت کنند باز رخصت از روح مطہر حضرت رسالت پناہ ﷺ شد کہ بر سجادہ نشستند ودست بیعت کنند، بعدہ حضرت قطبی را چارہ نماند بر سجادہ نشستند ودست بیعت کردند۔"

"لطائف قدوسی" میں ہے کہ جب حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ حالت سماع اور تواجد میں آجاتے تھے تو عالم دیگر پیش ہو جاتا تھا، جس کا ادراک محالات سے تھا، گاہ گاہ حالتِ مستی میں کلماتِ شطحیات بھی زبان مبارک پر آجاتے تھے۔ چناں چہ بعض دفعہ فرمایا:

"خیمہ خود را در بہشت نصب کردہ ایم، ہمہ را در بہشت بریم۔"

یعنی ہمارا خیمہ بہشت میں لگا ہوا ہے، ہم سب کو بہشت میں لے جائیں گے۔

اور کبھی فرماتے: بادشاہی تاج ہمارے بچوں کے سر پر ہے۔

اور کبھی فرماتے کہ مَیں نے سلسلۂ چشت کو اور رنگ دے دیا ہے۔

حضرت عارف باللہ مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ "اقتباس الانوار" میں اس فقرہ کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے پیر ومرشد قطب العالم رضی اللہ عنہ نے ہر دو صفت جلال و جمال میں پرورش پائی تھی، دونوں وصف آپ میں اعتدال پر تھے، سلسلۂ چشتیہ علی الخصوص ذات سلطان علاء الدین علی احمد صابر میں صفت جلال غالب تھی، جب جمال قطب العالم جی نے ظہور کیا تو جلال سلسلہ چشتیہ کا اعتدال پر آ گیا۔

نیز عارف باللہ حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ "اقتباس الانوار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی زمانہ میں حضرت قطب العالم رضی اللہ عنہ کا قیام دہلی میں تھا، اور شیخ الاسلام شیخ عبدالستار آپ کے خادموں میں سے آپ کے پاس تھے، اور کسی کو حضرت کے حجرہ

کے پاس نہیں آنے دیتے تھے، ایک دن حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے، اور شیخ عبدالستار سے کہا: اپنے پیر و مرشد شیخ عبدالقدوس کو میرا سلام پہنچاؤ، چناں چہ شیخ عبدالستار نے سلام پہنچایا، مگر حضرت قطب العالم جی نے کچھ جواب نہیں دیا، استغراق کی حالت میں تھے، اسی میں مصروف رہے، آخر خضر علیہ السلام واپس ہو گئے، اور فرما گئے: پھر آؤں گا، جب حضرت قطب العالم جی ہوش میں آئے تو شیخ عبدالستار نے تمام حال آنے خضر علیہ السلام کا عرض کیا، اور یہ بھی تعجب سے عرض کیا کہ حضرت خضر تشریف لائیں اور آپ اُن کی ملاقات نہ کریں۔ قطب العالم جی نے فرمایا: اے عبدالستار! خضر علیہ السلام پھر آ سکتے ہیں کہیں، وہ وقت جو مجھے حق کے ساتھ تھا کب میسر آ سکتا ہے۔ اسی عرصہ میں خضر علیہ السلام پھر تشریف لائے، حضرت قطب العالم نے آگے بڑھ کر استقبال کیا، دیر تک صحبت گرم رہی، اور شیخ عبدالستار سے ملوایا، سلام کرایا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ خاکسار نے یہ قصہ رسالہ "مصباح العارفین" مصنفہ حضرت شیخ الاسلام شیخ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ میں بہ چشم خود دیکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ تشریف آوری خضر علیہ السلام بست وسوم ۲۳ ماہ رجب المرجب ۹۰۵ھ میں گزرا۔ اُن ایام میں حضرت قطب العالم نے بہ مقام دہلی حوض شمسی پر تین ماہ کا اعتکاف کیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب واپس ہونے کے بعد دوسری دفعہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت قطب العالم جی کے واسطے میٹھے چاول لائے، چناں چہ خود حضرت نے تناول فرمائے، اور مجھے بھی عطا کیے، اور فرمایا: تیرے لیے یہ نعمت ہے، کھا! جب میں نے کھائے تو ایسے لذیذ اور شیریں تھے کہ اُن کی لذت کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔

نیز شیخ الاسلام مولانا عبدالستار "مصباح العارفین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قطب العالم جی رضی اللہ عنہ کو کمال ذوق وشوق پیدا ہوا، بے ہوش ہو گئے، آپ کی کہنی میں زخم ہو گیا، اُس وقت بہ جائے خون کے دودھ آپ کے زخم سے بہنے لگا،

جس کو تمام حاضرین نے دیکھا۔

باوجود اس قدر کمالات اور خرقِ عادات اور اِستغراق کے حضرت قطب العالم ؓ اور اُن کے صاحب زادگان والا تبار شرع شریف کے اول درجہ کے پابند اور اتباع شرع شریف ہی کے بہ دولت اس نعمتِ قطبیت کا حاصل ہونا خیال کرتے تھے۔

''لطائف قدوسی'' میں مولانا رکن الدین تحریر فرماتے ہیں:

''ہر نورے وسرورے کہ در پناہ شریعت نباشد آں را مکر و وسوسہ شیطان دانند بغیر پناہ شریعت اکثر اہل سلوک را راہ زدہ شدہ است و اکثر اہل توحید بغیر استحکام شریعت و گم راہی و بے راہی افتادہ اند۔

ہر چہ کہ در داعیہ شرع نشست
وسوسہ دیو بود بے نزاع''

انتھی بقدر الضرورۃ

نیز ''لطائف قدوسی' میں ہے کہ وفات سے تین سال پیش تر حضرت قطب العالم جی ؓ نے سکوت اختیار فرمایا تھا، کسی سے بات نہیں کرتے تھے، ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق رہتے تھے، اس فقیر اور بھائی مولانا شیخ احمد نے عرض کیا: حضرت کے سکوت کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: بابا میں نے اللہ کے ذکر میں دل کو بہت مشغول رکھا ہے، اب میرا تمام وجود ذکر اللہ کا دریا بن گیا ہے، اور ہی عالم پیش آ رہا ہے، مشاہدہ پیش نظر ہے، اس عالم میں نہیں آنے دیتا۔

(اس کے بعد) مولانا ممدوح تحریر فرماتے ہیں: باوجود اس قدر استغراق اور محویت کے شرع شریف کے اتباع میں ذرہ برابر فرق نہیں تھا، انہیں آداب اور رعایت مستحبات سے وضو کرتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تھا خادم بلند آواز سے حق حق حق کہتا تھا، حضرت قطب العالم عالم صحو میں آ جاتے تھے، اور نماز ادا کرتے تھے۔

۹۴۴ھ ۱۵؍ جمادی الآخرہ پیر کے دن حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبد الحق ردولوی ؓ کا عرس تھا، اُس دن حضرت قطب العالم کو تپ ولرزہ شروع ہوا، جمعہ کو کچھ کمی ہوئی، آپ نے نماز جمعہ ادا کی، پھر تپ ولرزہ شروع ہو گیا۔ آخر الامر جمادی الآخرہ کی ۲۳؍ کو حضرت نے وفات پائی۔ ''شیخ اجل'' (۹۴۴) آپ کی تاریخ وصال ہے۔

''اقتباس الانوار'' میں نقل کیا ہے: مرضِ موت میں کچھ فرق عبادت میں نہیں آیا، ایک رات میں ۷۰ مرتبہ تازہ وضو کیا، اور تحیت الوضو کی نفلیں ادا کرتے رہے، جب پائے مبارک سے جان نکل چکی، وضو کے واسطے اشارہ فرمایا، وضو پورا ہونے پر دوگانہ کی نیت کی اور اشارہ سے رکوع و سجدہ کیا، استغراق ہو گیا، اور جان اللہ کریم کے سپرد کی۔

حضرت مولانا رکن الدین ؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت قطب العالم کو غسل دے چکے، اور کفن پہنا دیا، میں نے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا، تو دل اسی طرح جاری اور ذاکر تھا جیسا حالتِ حیات میں ہوتا تھا۔[۱]

حضرت شیخ المحدثین ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب العالم کے تمام صاحب زادے عارف، متعبد، ملبّس بہ لباسِ مشائخ تھے، جن میں حضرت مولانا رکن الدین نے زیادہ شہرت حاصل کی تھی۔

اور ''سیر الاقطاب'' میں لکھا ہے کہ

''ہفت پسر قطب العالم ولی کامل و دانش مند بودند علی الخصوص پسر کلاں و صاحب مقام آں حضرت بندگی شیخ حمید و پسر میانگیش [۲] بندگی شیخ رکن

۱- ۲۲ و ۲۳؍ جمادی الآخرہ میں سالانہ عرس حضرت قطب العالم ؓ کا بڑی رونق سے ہوتا ہے، جبّہ شریفہ حضرت کا صاحب سجادہ نشین شاہ درویش احمد صاحب پہن کر دولت خانہ سے جب برآمد ہوتے ہیں عجیب قبض کا وقت ہوتا ہے۔

۲- پسر میانگی یعنی منجھلے فرزند

الدین و بندگی شیخ احمد قطب و عارف روزگار خود بودند، اما شیخ رکن الدین
از میانِ ایشاں گوے سبقت از میدان کرامت بُردہ بود، چناں کہ قطب
العالم بارہا می فرمود: اگر حق تعالیٰ روزِ قیامت مارا خواہد پرسید کہ از دنیا بہ
درگاہ ما چہ آوردی، من بہ یک دست شیخ جلال الدین تھانیسری و بہ دست
دیگر شیخ رکن الدین را گرفتہ حاضر خواہم شد و خواہم گفت کہ ایشاں را
آوردہ ام۔''

''لطائف قدوسی'' میں ہے کہ حضرت قطب العالم قدس سرہ کو ہر ایک خاندان سے
خرقہ خلافت پہنچا ہے، اپنے پیرومرشد حضرت شیخ محمد جی ؒ سے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کا
خرقہ خلافت پہنچا، اور حضرت شیخ الاسلام شیخ درویش بن قاسم اودھی ؒ سے سلسلہ
چشتیہ نظامیہ کا خرقہ خلافت ملا، ان کو حضرت شیخ الاسلام شیخ فتح اللہ ؒ سے، ان کو شیخ
الاسلام شیخ صدرالدین ؒ سے، اُن کو حضرت شیخ الاسلام شیخ مخدوم نصیر الملۃ والدین
چراغ دہلوی ؒ سے، اُن کو حضرت شیخ الاسلام سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضور نظام
الدین اولیا رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا سے۔ اسی طرح دیگر سلاسل قادریہ اور
سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازتیں اور خلافتیں پہنچیں۔ پس یہ سلسلۂ صابریہ قدوسیہ تمام
سلاسل کا جامع ہے۔ والحمد للہ علی ذلك۔

''مرآۃ الاسرار'' میں ہے کہ خلفائے حضرت قطب العالم جابجا پہنچے ہوئے تھے،
اور ارشاد و ہدایت مخلوق میں مصروف تھے۔

خلیفہ اول و اعظم حضرت جلال الدین تھانیسری ؒ تھے، جن سے سلسلہ چشتیہ
صابریہ بہ کثرت جاری ہوا۔

خلیفہ دوم - شیخ عبدالغفور اعظم پوری ؒ

خلیفہ سوم - حضرت شیخ خان جون پوری

خلیفہ چہارم - حضرت شیخ عبدالعزیز کیرانوی ؒ

خلیفہ پنجم - شیخ عبدالستار سہارن پوری

خلیفہ ششم - عبدالاحد پدرِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ

خلیفہ ہفتم - حضرت میر سیّد رفیع الدین اکبرآبادی

اور جملہ صاحب زادگانِ حضرت قطب العالم حضرت کے خلفا تھے۔

عارف باللہ مولانا محمد اکرم ؒ ''اقتباس الانوار'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے
ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت قطب العالم کے پانچ ہزار خلیفہ
کامل مکمل تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ صاحب ''مرآۃ الاسرار'' نے حضرت مخدوم شیخ
عبدالاحد والد ماجد حضرت امام ربانی ؒ کو خلیفہ حضرت قطب العالم کا لکھا ہے، لیکن
''زبدۃ المقامات'' میں (جو معتبر کتاب بزرگانِ مجددیہ کے یہاں ہے) یہ لکھا ہے کہ
حضرت شیخ عبدالاحد حضرت قطب العالم قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
مشرف بہ بیعت ہوئے، بیعت کرنے کے بعد حضرت ممدوح نے علومِ ظاہری کی
تکمیل کا ارشاد فرمایا، حضرت شیخ عبدالاحد نے عرض کیا: جب مَیں علوی ظاہری سے
فارغ ہو کر آؤں اور حضور کو نہ پاؤں، تو کس کے پاس جاؤں؟ فرمایا: میرے فرزند شیخ
رکن الدین سے اپنا مطلب حاصل کرنا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ جب تحصیل علوم سے
فارغ ہو کر گنگوہ میں پہنچے، حضرت قطب العالم جی ؒ وفات پا چکے تھے۔ حضرت
مولانا رکن الدین نے حضرت شیخ عبدالاحد کا سلوک تمام کرا کے خلافت نامہ عطا
فرمایا، جس میں سے کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے:

''ثم ان الاخ الاعز الرضی والصاحب المرضی المتوجه الی
رحمة رب العالمين المتوكل على مالك يوم الدين اخانا
العالم شيخ عبدالاحد بن زين العابدين لما صح قصده و
لبس الخرقة منا و تفقه بالعلم و اشتغل بالذكر والفكر شغلاً

كاملا اجزنا له اجازة بالباس الخرقة للطالبين كما اجاز لنا
شيخنا و ابونا شيخ الاسلام قطب الاقطاب الشيخ عبد
القدوس قدس الله سره العزيز، وهو من شيخه شيخ
الاسلام الشيخ محمد، وهو من شيخه شيخ الاسلام الشيخ
عارف، وهو من شيخه شيخ الاسلام الشيخ احمد عبد
الحق، وهو من شيخه الشيخ جلال پانی پتی، و هو من
شيخه الشيخ شمس الدين تُرك پانی پتی، و هو من شيخه
الشيخ علاء الدين على احمد صابر، وهو من شيخه الشيخ
فريد الحق والدين مسعود اجودهنی الخ''

تمام خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ میں خاندانِ چشتیہ صابریہ کا یہی شجرہ موجود ہے، اور اُن کی تمام کتابوں میں مرقوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالاحد حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ بیعت ضرور ہوئے، مگر خرقہ خلافت حضرت زبدۃ العارفین مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پایا۔

حضور کی تصانیف میں علاوہ ''مکتوباتِ قدوسیہ'' کے ''معارف شرح عوارف''، اور ''شرح لمعات''، اور ''رسالہ قدسیہ''، و''غرائب الفوائد''، و''رشدنامہ''، و''مظہر العجائب''، و''رسالہ قراءت'' ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔

رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا

ذکر حضرت قطب دوراں شیخ المشائخ

مولانا جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

''اخبار الاخیار'' میں ہے کہ حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے آخر تک اطاعت اور عبادت و درس و تدریس اور ذکر اللہ و ذوق و شوق اور سماع و وجد میں عمر گزاری۔ آداب و نوافل اور رعایت اوراد اور ضبط اوقات پر تازندگی مستقیم رہے۔

لکھا ہے: قصبہ تھانیسر کے غربا کے یہاں حضرت قطب العالم قیام فرمایا کرتے تھے، وہی حضرت کے خادم تھے۔ مولانا جلال الدین کہ اعلم العلما اپنے وقت کے تھے، حضرت کے وجد و سماع کا حال سن کر ناخوش ہوتے تھے، آخر حضرت کے مریدوں سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں تمھارے پیر سے مل کر رقص اور سماع سے اُن کو روکیں، تم ہمارا سلام اُن کو پہنچا دو! چناں چہ اُن غربا نے سلام پہنچایا، حضرت نے بھی سلام کا جواب دیا، اور یہ کہلا بھیجا کہ عبدالقدوس خود تو رقاص ہے، مگر رقاص گر بھی ہے۔ اسی عرصہ میں حسب اشارۂ باطنی حضرت قطب العالمؒ مولانا جلال الدین کے مدرسہ میں تشریف لے گئے، اور نظر بھر کر دیکھا، فوراً حال بدل گیا، اور بیعت سے مشرف ہوئے، اور ایسی ریاضت اور مجاہدہ اختیار کیا کہ جنیدِ زماں اور شبلیِ دوراں بن گئے۔ سلطان الذکر نے غلبہ کیا، بے خودی اور بے ہوشی ہونے لگی، مولانا نے اس حال استیلائے ذکر اور حصولِ فنا کی اطلاع حضور قطب العالم جی کو دی، حضور بہت خوش ہوئے، اور جواب میں تحریر فرمایا کہ اس فقیر کے مشرب میں یہ مقام دو تین سال میں حاصل ہو جاتا ہے، تمھیں دیر

میں ملا، مگر ”ہر چند دیراست آہو بہ چنگ شیراست“ ڈرو نہیں، ابھی اس کو ترقی ہو کر وہ مقام پیش آئے گا جس میں سالک کون و مکان سے باہر آ جاتا ہے اور ایسا محو اور مستغرق ہو جاتا ہے کہ اپنے وجود کی بھی خبر نہیں رہتی۔ آخر الامر بفضل اللہ تعالیٰ کثرتِ ریاضت اور غایت مجاہدہ اور توجہ خاص پیر و مرشد برحق حضرت قطب العالم جی سے وہی مقام اولیاے کرام حاصل ہو گیا جس کی خبر پیر و مرشد نے دی تھی۔ حضور نے مولانا کو لکھا:

تین باتوں کا التزام ضروری ہے:

اول - دوام خلوت

دوم - دوام خلو معدہ از طعام

سوم - شغل باطنی بالملاحظہ وواسطہ

اور تمام شرائط کا لحاظ ذکر کے وقت ضروری ہے، علی الخصوص حبس دم سب پر مقدم ہے۔

حضرت مولانا نے ہر سہ امور فرمودۂ حضور مرشد پر پورا پورا عمل کیا، اور درجہ قطب الارشاد پر سرفراز ہوئے، تمام واقعات سلطان الاذکار اور بے خودی و استغراق اور فناء الفنا کے جو وارد ہوتے رہے وہ بہ ذریعہ عرائض حضرت پیر و مرشد قطب العالم جی کی خدمت میں عرض کرتے رہے، اور حضور قطب العالم تحریری جوابات کے ذریعہ تعلیم وارشاد فرماتے رہے، مگر درد طلب اور عشق رب حضرت مولانا کا بہ وجہ علو استعداد بڑھتا ہی گیا۔ آخر الامر حسب ایماے حضور قطب العالم جی چھ مہینے کے ارادہ سے خلوت میں بیٹھ گئے، اور دروازہ خلوت کا بند کرا دیا، اور چنوا دیا، ایک روزن بھی باقی نہیں رکھا، اور شغل باطن کمال جد و جہد سے شروع کیا، سات ہی دن گزرے تھے کہ حجابات مکانی اور جسمانی فرش سے لے کر عرش تک کھل گئے، اور نور سرخ نہایت سرخی اور لطافت میں متجلی ہوا، پھر وہ بہ شکل امردان کے مشاہدہ میں آیا، اور جسم میں غائب

ہو گیا، جسم بڑھنا شروع ہوا، اس قدر بڑھا کہ تمام زمین و آسمان کو بھر دیا، ایک ہاتھ مشرق میں پہنچا، دوسرا ہاتھ مغرب میں پہنچا، ایک ساعت گزرنے پر نور ذات کا دریا بہ صفت بے رنگی دیدۂ باطنی کے سامنے موج زن ہوا، اور اُس نے ہستی کو مٹا دیا، آپ کا جسم ۱۶ر روز تک مردہ کی طرح خلوت میں پڑا رہا، اس قدر مقامِ تنزیہ میں فنا ہو گئے تھے کہ تشبیہ کا کچھ لگاؤ نہ رہا تھا، سترھویں دن کسی قدر اِفاقہ ہوا، تو حجرہ میں سے آواز دی کہ کوئی باہر ہے؟ جو خادم حجرے کے باہر رہتا تھا اُس نے جوب دیا کہ غلام حاضر ہے، فرمایا: حجرہ کو توڑ کر سوراخ کر دے، اُس نے ایسا ہی کیا، پھر حضرت مولانا نے فرمایا: کاغذ دوات لا! اس نے حاضر کیا، مولانا نے تمام حال عریضہ میں لکھ کر پیر و مرشد کے پاس بھیج دیا، حضرت قطب العالم جی نے جواب تحریر فرمایا کہ خلوت سے باہر آؤ، اور جلد ہمارے پاس پہنچو، کیوں کہ تمھارا مقصود حاصل ہو گیا، چناں چہ مولانا نے حاضر ہو کر تمام واقعہ خلوت کا ذکر عرض کیا، حضور قطب العالم سن کر خوش ہوئے، اور خرقہ خلافت و سجادگی عطا فرما کر اپنا جانشین اور خلیفہ برحق مقرر کیا۔ ھکذا فی ”اقتباس الانوار“۔

۱۴ر ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے خلفا بہت ہیں، مگر حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہیں۔

ذکر شیخ المشائخ

حضرت خواجہ نظام الدین تھانیسری ثم البلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کے اعاظم اولیا سے گزرے ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الملۃ والدین کے برادرزادہ اور داماد وخلیفہ خاص تھے۔ باوجودے کہ آپ نے علم ظاہری نہیں پڑھا تھا، مگر اللہ کریم نے آپ کو علم لدنی ایسا عطا کیا تھا کہ آپ نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ریاض القدس قرآن شریف کی دو شرح لکھیں، ایک مکہ معظمہ میں لکھی، اُس کا نام مکی رکھا، دوسری مدینہ منورہ میں لکھی، اُس کا نام مدنی رکھا۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں آپ کا مشرب خاص ہے۔ محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ مکشوفات حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری اور مکشوفات حضرت شیخ محی الدین ابن عربی میں بڑا تفاوت یہ ہے کہ مکشوفات شیخ نظام الدین تھانیسری کمالات نبوت سے لیے گئے ہیں، اور مکشوفات حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کمالاتِ ولایت سے ناشی ہیں۔

چوں کہ آپ کے خادم اور مرید بہت جلد درجہ ولایت پر پہنچتے تھے، آپ کا نام شیخ ولی تراش مشہور ہو گیا تھا۔ حضرت عارف واصل محقق کامل مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ "اقتباس الانوار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدین نے موافق بزرگانِ چشتیان پیش وایانِ خود مجاہدہ اور ریاضت کو انتہا کے درجہ پر پہنچایا تھا، ایک مرتبہ اپنے پیرومرشد حضرت شیخ جلال سے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو موافق قاعدۂ ریاضت سیّدنا حضرت مخدوم احمد عبدالحق رضی اللہ عنہ چھ مہینے خلوت میں بیٹھوں، جان قربان کروں یا مقصود

تک پہنچوں، حضرت پیرومرشد نے تحسین فرمائی، اور شغل بہوئم اور شغل سہ پایہ تلقین فرمایا، اور یہ حکم دیا: خلوت میں سہ پایہ اس طرح کرنا چاہیے کہ نو دفعہ اسم ذات کہہ کر تسبیح کا ایک دانہ ڈالنا چاہیے، اور کم سے کم ایک سانس میں دو تسبیحیں اسی طرح پڑھنی چاہئیں۔ چناں چہ حضرت شیخ نظام نے خلوت میں داخل ہوکر دروازہ بالکل بند کرادیا، اور شغل سہ پایہ کی ورزش اس درجہ تک پہنچائی کہ ایک سانس میں مع تمام شرائط کے تین سو مرتبہ بلکہ چار سو مرتبہ تک ادا کرنے لگے، ایک مہینہ بعد یہ حال وارد ہوا کہ گویا سینہ شق ہو گیا، اور صحرائے وسیع مانند صحرائے لامکان ظاہر ہوا، جس میں نور سرخ بھرا ہوا تھا، اُس میں ایک صورت امرد چہاردہ سالہ کی سامنے آئی، جس کے سر پر گیسو دراز اور سیاہ تھے، اور وہ صورت داہنے بازو پر بیٹھی، اور کہا: تجھے کس نے حکم دیا ہے کہ اس قدر مجاہدہ کرکے اپنی جان ضائع کرے، اس حالت کے پیش آنے پر بے ہوش ہو گئے، گیارہ دن تک بے ہوش پڑے رہے، آخرالامر شہود لاکیف کے درجہ پر پہنچے، اور عالم بے رنگی میں ہم رنگ ہو گئے، جب اس حالت سے افاقہ ہوا جو خادم حجرہ پر متعین تھا اُس کی معرفت اپنے پیرومرشد شیخ جلال کو اس کیفیت سے مطلع کیا، حضرت شیخ جلال الملۃ والدین کیفیتِ شہود لاکیف سنتے ہی بے ہوش ہو گئے، ایک پہر بعد ہوش میں آئے، اور مکرر تمام قصہ سنا، تیسری دفعہ پھر سنا، اور بے ہوش ہو گئے، آخرالامر فرمایا: اے نظام الدین! خلوت سے باہر آ، تیرا کام پورا ہو گیا، اب ضرورت خلوت کی نہیں، اور نعمت پیران عظام اور اسم اعظم تلقین فرما کر اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا، اور تمام خلفا کو اور مریدین کو اپنی زندگی میں انہیں کے سپرد کیا۔

آوازۂ کمالات اور خوارقِ عادات حضرت شیخ نظام الدین کا اطرافِ عالم میں مشتہر ہو گیا، بادشاہ وقت نورالدین جہانگیر کو بھی اعتقاد بہت تھا، مگر شہزادہ سلطان خسرو عرف شاہ جہاں باپ سے باغی ہو کر شیخ نظام الدین کے سلام کے واسطہ تھانیسر حاضر ہوا، اس پر خود غرضوں نے بادشاہ سے یہ کہہ دیا کہ شیخ نظام الدین شہزادۂ باغی کا دعا گو

اور خیر خواہ ہے، بادشاہ کو سخت رنج ہوا، اور اشارۃً یہ کہلا بھیجا کہ آپ ہندوستان چھوڑ دیں، حضرت شیخ نظام الدین پہلے سے حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ کر رہے تھے، یہ پیام بادشاہ کی طرف سے باعث عزم بالجزم ہو گیا، آپ ہندوستان سے اول مکہ معظمہ پہنچے، اور مناسکِ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، پھر حرمین شریفین سے واپس ہو کر بلخ میں پہنچے، اور وہیں قیام فرمایا۔ لکھا ہے کہ اسی سفر میں ۷۰۰ راشخاص آپ کی نظر فیض اثر سے مرتبہ تکمیل اور ولایت پر پہنچے۔

بلخ میں آپ کی کرامت کا مشہور واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ نماز جمعہ اپنی خانقاہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، جامع مسجد میں نہیں جاتے تھے، علمائے وقت نے وہاں کے بادشاہ سے شکایت کی کہ شیخ نظام کے سبب شریعت کے خلاف ایک شہر میں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک جگہ ہونا چاہیے، بادشاہ نے اُس کا سبب حضرت شیخ نظام الدین سے دریافت کیا، حضرت شیخ نے فرمایا: جامع مسجد کا امام رافضی ہے، اس واسطے مَیں جامع مسجد میں نہیں آتا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی تمام شہر بلخ میں غل مچ گیا، امامِ جامع مسجد اور اُس کے عزیز دوست مارنے مرنے پر تیار ہو گئے، خود امام تلوار ہاتھ میں لے کر پہنچا، اور ہزارہا آدمی اُس کے ہم راہ تھے، بادشاہِ بلخ بھی موجود تھا، اور سب کی زبان پر یہ تھا اگر امام جامع مسجد کا رافضی ہونا ثابت نہ ہوا تو شیخ نظام کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت ممدوح نے سر جھکایا، اور مراقبہ کے بعد فرمایا: مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امام کے پاؤں کے موزوں میں شیخین کے نام لکھے ہوئے ہیں، چناں چہ اسی وقت موزے اتروا کر ان کا چمڑا کھولا، تو اندر سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے نام نکلے کہ اُس امام رافضی نے تلووں میں رکھے تھے، فوراً اہل اسلام نے امام اور اُس کے بھائی کو قتل کر ڈالا، اور علی العموم اہل اسلام بلخ اور مضافاتِ بلخ دل سے حضرت شیخ نظام کے معتقد اور خادم بن گئے، اور آپ کی ولایت اور کشف و کرامات پر یقین لے آئے۔

رجب کی ۲۸ تاریخ ۱۰۳۶ھ میں بلخ ہی میں وفات پائی۔

خلفا آپ کے بہ کثرت ہندوستان اور افغانستان اور کشمیر میں مشہور ہوئے ہیں، چند کے نام نامی لکھے جاتے ہیں:

خلیفہ اعظم و جانشین مطلق حضرت شیخ المشائخ شاہ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا ذکر آئے گا۔

خلیفہ دوم - قطب زماں شیخ حسین بھوری

خلیفہ سوم - شیخ پایندہ بنوری، کہ بے نظیر وقت گزرے ہیں۔

خلیفہ چہارم - حضرت سید اللہ بخش لاہوری خدا نما، حضرت سیّد آدم بنوری علیہ الرحمۃ سے رویت باری تعالیٰ میں اُن حضرت کی خط و کتابت ہوئی تھی، سیّد آدم رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے کمال کا اقرار کرنا پڑا تھا۔ تمام قصہ ''اقتباس الانوار'' میں مذکور ہے۔

خلیفہ پنجم - حضرت شیخ عبدالکریم لاہوری، شارح فصوص الحکم، یہ حضرت اپنی ایک تصنیف میں یہ امر دعوے سے لکھتے ہیں کہ آج ایسا بزرگ جو کمالات ولایت اور نبوت کا جامع ہو بجز سلسلۂ قدوسیہ کے اور کہیں موجود نہیں، اور قیامت تک اس سلسلہ کو ترقی ہوگی۔ عبارت بلفظہا ''اقتباس الانوار'' کی یہ ہے:

''امروز مرشدے جامع مرجمیع کمالات ولایت و نبوت راجز در سلسلہ حضرت قطب العالم بندگی عبدالقدوس گنگوہی الحنفی موجود نیست و غلغلۂ ایں سلسلۂ شریفہ تا قیامت افزوں و زیادہ تر خواہد شد۔''

خلیفہ ششم - حضرت شیخ اللہ داد لاہوری

خلیفہ ہفتم - حضرت شیخ محمد صوفی لاہوری

خلیفہ ہشتم - حضرت شیخ مصطفیٰ

خلیفہ نہم - حضرت شیخ عبدالفتاح

خلیفہ دہم - حضرت شیخ عبدالرحمٰن کشمیری

خلیفہ یازدہم - حضرت سیّد قاسم برہان پوری

خلیفہ دوازدہم- حضرت قاضی عبدالحی

خلیفہ سیزدہم - حضرت شیخ محمد صادق برہان پوری

خلیفہ چہاردہم- حضرت بندگی شیخ فتحی

حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہیچ شہر وقصبہ ہندوستان نیست کہ یکے از خلفاے شیخ نظام دراں جا خفتہ نیست وتصرف نمی کند ودر عربستان وتوران نیز بسیار اند۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔''

راقم الحروف کے وطن انبیٹھہ میں ایک مشہور مزار شاہ ابوتراب کا ہے، اور اس قصبہ کے صاحب ولایت مانے جاتے ہیں۔ سنا ہے کہ یہ حضرت شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔

ذکر شیخ المشائخ والاولیا

حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ عنہ کے پوتے، اور حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الملۃ والدین کے نواسے ہیں۔ مرید حضرت مولانا ہی سے ہوئے، مگر حضرت مولانا نے اپنے خلیفہ برحق شیخ نظام الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا، پس حسب ارشاد پیر ومرشد ذکر جہر نفی واثبات میں پورے طور سے مجاہدہ اور ریاضت میں مصروف ہوئے، انوارِ ملکوت اور جبروت کھلنے شروع ہوگئے، مگر حضرت ابوسعید طالبِ ذات تھے، ان انوار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور هَلْ مِنْ مَّزِيْد کا دم بھرتے تھے۔

جب بہ وجہ نااتفاقی بادشاہِ وقت حضرت شیخ المشائخ شیخ نظام حرمین شریفین سے ہوتے ہوئے بلخ پہنچے، اور وہیں مقیم ہوگئے، تو حضرت شاہ ابوسعید اُن کی جدائی میں سخت بے قرار ہونے لگے، اور ایسی وحشت پیدا ہوئی کہ جنگل و بیابان میں سراسیمہ پھرنے لگے۔ ایک روز حضرت قطب العالم جی کے روضۂ شریفہ میں بے قرار ہوگئے تھے کہ قبر شریف سے آواز آئی: اے ابوسعید! اگر تو طالب خدا ہے تو بلخ میں شیخ نظام کے پاس جا، کیوں کہ ہماری نسبت کا حامل اس وقت وہ ہی ہے، آپ تین رات دن حضرت کے روضۂ شریفہ میں رہے، یہی آواز قبر شریف سے آتی رہی کہ بلخ جا اور شیخ نظام کی خدمت میں حاضر ہو۔ آخر الامر قطب العالم جی کی روح مقدس متمثل ہوکر سامنے آئی، اور فرمایا: چل مَیں تجھ کو بلخ پہنچاؤں، پس گھوڑے پر سوار کرا کے منزل بہ منزل بلخ تک پہنچا دیا۔

پہلے تو حضرت نظام نے مرشد زادہ ہونے کے سبب استقبال کیا، اور تعظیم دی، پھر حسب اشارۂ باطنی شغل بہونگم اور سہ پایہ کی تعلیم دی، اور اعلیٰ درجہ کی ریاضت اور مجاہدہ لینا شروع کیا، ۱۲ ار برس تک حضرت شاہ ابوسعید نے علی الخصوص شغل سہ پایہ پر ایسی محنت کی کہ نہایت کے درجہ کو پہنچایا، مگر مقصودِ حقیقی جیسا کہ چاہیے حاصل ہونے میں نہیں آتا تھا، اس نایافت کی پیر و مرشد حضرت شیخ نظام سے شکایت کی، حضرت نے فرمایا: تیرے نزدیک کسی قدر خود پسندی موجود ہے، وہ مقصودِ حقیقی تک پہنچنے میں سدِ راہ ہے، نفس کو ذلیل و خوار کرنے کی ضرورت ہے، شکاری کتے سپرد کر دیے، کتوں کی محافظت میں آپ کی بڑی نفس کشی ہوئی، بعض دفعہ کتوں نے گارے اور کیچڑ میں کھینچا، سخت ذلت اور خواری اٹھائی، آخر بہ طفیل پیر و مرشد برحق دریائے رحمت جوش میں آیا، اور مقصودِ حقیقی نے جلوہ فرمایا، اور تجلی ذات سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ نظام یہ حال معلوم کر کے خوش ہوگئے، اور فرمایا: اے ابوسعید! مشربِ ولایتِ محمدی میں داخل ہونا کہ ابتدائے لاہوت ہے، مبارک ہو، اور انتہائے ولایت محمدی جو آخر لاہوت ہے، وہ ابھی بہت دور ہے، بہ دستور شغل سہ پایہ کے پابند رہو، مدت تک کمال جد و جہد سے ریاضت میں مصروف رہے، مگر جس مقام کا پتہ پیر و مرشد نے دیا تھا کہ آخر لاہوت ہے اُس پر سرفراز نہ ہونے سے سخت بے قرار ہوتے رہے، انجام کار کمال بے تابی میں جان قربان کرنے اور ہستی سے گزر جانے کا ارادہ مصمم کر کے شغل سہ پایہ شروع کیا، اور نیت کر لی کہ جب تک مقصودِ اصلی حاصل نہ ہوگا سانس نہیں لوں گا، دم نکل جائے تو نکل جائے، جب ایک پہر اس حالت میں گزرا، نورِ عالم اِطلاق نے آپ پر ظہور کیا، اور آپ کی ہستی موہوم کو نیست و نابود بنا دیا، اُس وقت بے قراری اور اِضطراب میں سانس چھوٹ گیا، اُس کی ضرب سے پہلوے مبارک آپ کا ریزہ ریزہ ہوگیا، تمام پیٹ خون سے بھر گیا، دو رات دن مغلوب الحال بے خبر رہے، تیسرے دن افاقہ ہونے پر پہلو کے ٹوٹنے کا حال معلوم ہوا، فوراً کہا: الحمد

للہ، دوست کی راہ میں میرا پہلو ٹوٹا، ارحم الراحمین کی طرف سے بلا واسطہ الہام ہوا کہ اے ابوسعید! جب تو نے اپنی جان ہماری راہ میں قربان کردی، اب مَیں تجھ کو از سرِ نو زندہ کرتا ہوں، یہ دوا لے، آپ نے منہ کھول دیا، دستِ غیب نے دوا منہ میں ڈال دی، تمام خون پیٹ سے دور ہوگیا، پہلو درست بن گیا۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ نظام الملۃ والدین نے یہ تمام حال سن کر فرمایا: اے ابوسعید! ابھی کام ناتمام ہے، بہ دستور مجاہدہ میں رہ، جس طرح یہ سیرِ عروجی تو نے مشاہدہ کی اسی طرح سیرِ نزولی کے طے کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ کمالاتِ نبوت حاصل ہوں، اسی موقع پر مراقبۂ ہوا کا حکم دیا، جس سے آپ کے جسم نے روح کی صفت پکڑی، بل کہ عین نورِ تنزیہی ہوگیا، پس شیخ نظام نے آپ کو امانتِ پیران مع خرقہ خلافت اور اسم اعظم حوالہ کر کے اپنا نائبِ کل اور جانشین کیا، اور گنگوہ کی طرف رخصت کیا۔

جب آپ وطن میں پہنچے، ہر چند گم نامی میں بسر کرنا چاہا، مگر شہرت ہوگئی، ہر ملک سے طالبانِ خدا خدمت میں آ پہنچے، اور نعمتِ باطنی اور عرفانِ حقیقت سے سرفراز ہوئے۔ گویا از سرِ نو زمانہ فیض نشانہ حضرت قطب العالم رضی اللہ عنہ کا آ گیا تھا۔ (مفصل ''اقتباس الانوار'' میں ہے)

یکم یا دوم ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔ مزار مقدس گنگوہ میں مطافِ خلائق اور فیض رسانِ طالبان ہے۔

آپ کے خلفا میں تین خلیفہ زیادہ مشہور ہیں، اور تینوں سے سلاسلِ طریقت جاری ہیں:

خلیفہ اول جو آپ کے سجادہ اور جانشین بھی ہیں، وہ شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

خلیفہ دوم - حضرت شیخ المشائخ محب اللہ الٰہ آبادی ہیں۔

خلیفہ سوم - شیخ المشائخ حضرت شیخ ابراہیم رام پھدی ہیں۔

رحمۃ اللہ تعالی علیہ

ذکرِ شیخ المشائخ

حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

''مرآۃ الاسرار'' سے ''اقتباس الانوار'' میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت مولانا شیخ محبّ اللہ تحصیل علومِ عقلی اور نقلی سے فارغ ہوگئے، طلبِ حق کی پیدا ہوئی، جابہ جا تلاشِ ہادیِ برحق اور مرشدِ مطلق میں سفر کیے، مگر کہیں دل کو اطمینان نہ ہوا، آخرالامر مقام دہلی پہنچ کر درِدولت حضرت حضور خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رضی اللہ عنہ پر حاضر ہو کر عرض کیا، اور استخارہ کیا، حضرت قطب الاقطاب نے واقعہ میں مولانا شیخ محبّ اللہ کو یہ ارشاد فرمایا کہ آج کل سلسلہ شیخ علی صابر کا گرم ہے، یعنی اس سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں اس وقت فیضانِ طریقت زور وشور سے جاری ہے، اس سلسلہ کی تلاش کرو، اور حضرت شیخ ابوسعید کی طرف اشارہ فرمایا، جب حضرت مولانا محبّ اللہ نے حضور قطب الاقطاب سے اشارہ پایا، گنگوہ پہنچے، اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ بیعت ہوئے، حضرت شاہ صاحب نے مولانا محبّ اللہ کو اپنے خادم مجاہد نام کے سپرد کر کے حکم دیا کہ دوگانہ ادا کر کے معلوم تو کرو شیخ محبّ اللہ کی استعداد کس نبی کی ولایت کے ساتھ ہے، تاکہ اُس کے موافق تعلیم دی جائے، اُس خادم نے معلوم کر کے عرض کیا کہ شیخ محبّ اللہ کی مناسبت ولایتِ موسوی سے ہے، پس حضرت شاہ صاحب نے نفی واِثبات اور اسم ذات کی تعلیم دے کر اربعین میں بٹھادیا، اور تصورِ شیخ کی تاکید کردی۔ مولانا نے ایسا یک سوئی کے ساتھ مجاہدہ کیا کہ تجلیاتِ ملکوتیہ اور جبروتیہ پیش آنے لگے، لیکن تجلی ذات لاکیف تک نوبت نہیں پہنچی، حضرت شاہ صاحب نے خرقہ خلافت عطا

فرمانے کا ارادہ کیا، مولانا کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ ابھی میں مقصود اصلی سے دور ہوں، پیرومرشد مجھے کس قاعدہ سے خلافت عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خطرہ سے واقف ہوگئے، اور دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے، اور توجہ خاص کی، اللہ کریم نے دعا قبول فرمائی، اور تجلی ذاتی اُن پر منکشف ہوگئی، مقصودِ اصلی حاصل ہوگیا، مگر بہ وجہ قوتِ توجہِ حضرت شاہ صاحب مولانا محبّ اللہ نے عرض کیا: اس سے زیادہ مشاہدہ کی قوت میرے اندر نہیں ہے، بس فرمائیے! حضرت شاہ صاحب نے اللہ کریم سے دعا کی کہ شیخ محبّ اللہ مغلوب الحال نہ ہوں، تمکین کی حالت میں رہیں۔ پس مولانا شیخ محبّ اللہ دولت خلافت سے مشرف ہوکر اپنے وطن صدرپور میں پہنچے، پھر وہاں سے الٰہ آباد میں آئے، اور وہیں قیام فرما کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے، اور ایک عالم کو فیض یاب کیا۔

حضرت مصنف ''مرآۃ الاسرار'' مولانا عبدالرحمٰن چشتی ''مرآۃ الاسرار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں فقیر ردولی شریف میں مزار فائز الانوار حضرت شیخ العالم قدس سرہ میں ٹھہرا ہوا تھا، حضرت مولانا محبّ اللہ بھی انہیں ایام میں زیارت کو پہنچے، اور میرے پاس ٹھہرے، کچھ دنوں صحبت گرم رہی، میں مولانا کے اطوارِ پسندیدہ سے بہت محظوظ ہوا۔ مولانا کو چند روز بعد حضرت شیخ العالم قدس سرہ کی طرف سے رخصت اور اجازت ملی، اور موردِ نوازش ہوئے، تقریباً ۲۰ سال بہ مقام الٰہ آباد ارشادِ ہدایتِ خلق اللہ میں مصروف رہے۔ ۹ تاریخ رجب ۱۰۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مزار مقدس الٰہ آباد ہی میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔ حضرت سید شاہ محمدی آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔

ذکرحضرت شیخ المشائخ

سید شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ المشائخ مولانا محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ مولد آپ کا امروہہ ہے، مگر ۱۱۰۷ھ میں بہ مقام اکبر آباد وفات پائی۔ وہیں آپ کا مزار مقدس ہے۔

جب آپ کے کمالات اور خوارقِ عادات کی شہرت بہت ہوئی حاسدوں کو ناگوار ہوا، بادشاہِ وقت اورنگ زیب تک شکایت پہنچادی، بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ آپ حرمین شریفین کی زیارت کر آئیں، چناں چہ ۱۰۹۹ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ واپس آنے پر پھر مخالفوں نے شکایت کردی، بادشاہ نے قلعہ اورنگ آباد میں قید کردیا۔ وہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے بعد حضرت شاہ عضدالدین امروہی آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔

ذکرحضرت شیخ المشائخ

شیخ شاہ عضدالدین امروہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عضدالدین نے کتاب ''مقاصد العارفین'' میں تمام اپنا حال حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور مشرف بہ بیعت ہونے کا لکھا ہے۔

''انوار العارفین'' میں کتاب ''تذکرہ حاجی رفیع الدین صاحب'' سے نقل کیا ہے کہ شیخ عضدالدین علومِ شریعت کے جامع اور زہد وقناعت، پرہیزگاری اور توکل میں مشہور تھے۔ ہر چند حکامِ وقت نے کچھ وظیفہ مقرر کرنا چاہا، آپ نے نہیں مانا، باوجود عیال واطفال کے متوکل رہے، اور فقر وفاقہ میں عمر بسر کی۔

حاجی رفیع الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۱۶۹ھ میں بہ مقام امروہہ میں شاہ عضدالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، زبان مبارک سے نکلا: ماہ پھاگن میں افغانوں پر جو آج کل ہمارے حکم ران ہیں' آفت آئے گی۔ میں نے عرض کیا: کون سا پھاگن؟ فرمایا: یہ نہیں کہہ سکتا، اس سال یا چند سال بعد۔ اس عرصہ میں شاہ عضدالدین صاحب نے وفات پائی، اور موافق آپ کے فرمانے کے ۱۱۸۵ھ میں قوم مرہٹہ نے شاہ عالم بادشاہ کو ہم راہ لے کر افغانوں پر حملہ کیا، ضابطہ خان بھاگ گیا، اور ملک اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور حضرت ممدوح نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس سال ہل چل میں تمھیں کچھ اذیت نہیں پہنچے گی، ایسا ہی ہوا، ہمارے خاندان کو کوئی آسیب نہیں پہنچا۔

۱۱۷۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے جانشین اور خلیفہ شیخ عبدالہادی امروہی ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ المشائخ

شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ''مفتاح الخزائن''، مصنفہ شیخ نزہت علی سے ''انوارالعارفین''، میں نقل کیا ہے کہ جب شیخ عبدالہادی چار سال کے تھے، اتفاقاً حضرت شیخ المشائخ شیخ محمدی رحمۃ اللہ علیہ رونق افروزِ امروہہ ہوئے، اور اُن کے گھر میں مدعو تھے، کھانے کے بعد حضرت شیخ نے وضو کر کے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، آنکھوں سے کم نظر آنے لگا تھا، نماز میں رُخِ قبلہ ٹھیک نہ تھا، شیخ عبدالہادی نے باوجود چار سال ہونے کے ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ کر دیا، حضرت شیخ کا دل خوش ہوا، آپ کے والد ماجد شیخ محمد حافظ کو بشارت دی کہ یہ بچہ مقتدائے وقت ہوگا، اور ایک عالم اس سے فیض یاب ہوگا۔

ابتدا ہی سے شیخ عبدالہادی پر ایسا اثر توجہ حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑا کہ ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف ہوگئے، دردِ طلب پیدا ہو کر آدمیوں سے متنفر ہوگئے، جنگلوں میں پھرنے لگے، آخر الامر حسب ہدایت بعض صلحائے وقت حضرت شاہ عضدالدین خلیفہ حضرت شاہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ بیعت ہو کر درجہ کمال پر پہنچے، کثیر مخلوق کو فیض باطنی پہنچایا۔

۱۱۹۰ھ بہ ماہ رمضان المبارک جمعہ کے دن وفات پائی، اور اپنے پوتے حضرت شیخ عبدالباری کو جانشین اور خلیفہ کیا۔

ذکر حضرت شیخ المشائخ

شیخ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے جد امجد شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا ہی سے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا۔ آپ کے حقیقی بھائی شاہ دوست محمد سے تو پورا مجاہدہ کرایا، مگر آپ کو ضعیف اور کم زور خیال کر کے آپ سے زیادہ محنت نہیں لیتے تھے، اور دونوں پوتوں کو تعلیم فرما کر سلوک نسبت چشتیہ صابریہ کا تمام کرادیا تھا۔ سلسلہ انہیں حضرت سے جاری ہوا۔

گیارھویں رمضان المبارک ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے چار خلیفہ ہوئے:

اول - حضرت حاجی سیّد شاہ عبدالرحیم شہید

دوم - حاجی سیّد حاتم علی شاہ

سوم - حاجی خیرالدین

چہارم - حافظ کلن شاہ

مگر سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ حضرت حاجی سیّد شاہ عبدالرحیم صاحب ہی سے جاری ہوا۔

ذکرِ شیخ المشائخ

حضرت حاجی سیّد عبدالرحیم شہید ولایتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ افغانستان سے طلبِ نامِ مولا میں نکلے، پہلے حضرت شاہ رحم علی سے جو مقام پنج لاسہ ضلع انبالہ میں مقیم تھے، خاندانِ عالیہ قادریہ میں مشرف بہ بیعت ہوئے، اور عرصہ تک ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے، آخر حصولِ نسبت عشقیہ چشتیہ صابریہ کا شوق غالب ہوا، امروہہ پہنچ کر حضرت شاہ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر نسبت چشتیہ کو حاصل کیا، اور اس طریقہ علیہ کے سلوک کو پورا کیا، اور اپنے بعد اپنا جانشین اور خلیفہ حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھنجانوی کو مقرر کیا، پھر آپ نے ہم راہ حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بہ مقابلہ سکھاں ۱۲۴۶ھ میں ماہ ذی قعدہ کی ۲۷ کو درجہ شہادتِ کبریٰ سے سرفرازی حاصل کی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ شیخ المشائخ

حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قطب الوقت شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ باوجودے کہ آپ اپنے زمانہ کے شیخ کامل مکمل تھے، مگر اپنے آپ کو چھپاتے تھے، اور قصبہ لوہاری میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

جب حضرت قبلہ عالم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دردِ طلب خدا کا پیدا ہوا، پیر کامل کی تلاش میں پھرنے لگے، چوں کہ طلب صادق تھی، خواب میں جمال باکمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، آں حضرت نے میاں جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشارہ فرمایا، آخر بہ جستجوئے تمام حاجی صاحب نے مرشد کامل میاں جی صاحب کا پتہ لگا لیا، اور قدم بوس ہو کر دولتِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔ مفصل بیان آگے آئے گا۔

اس کے بعد حضرت میاں جی صاحب کی شہرت ہوگئی، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت ممدوح کے خادم ہوئے، اور دولتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ تینوں خلفا سے حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب انبیٹھوی تھے، ان کے خلیفہ صوفی حکیم شیخ احمد صاحب انبیٹھوی ہیں۔

اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت قاضی محمد اسمٰعیل صاحب

منگلوری تھے۔ اپنے زمانہ میں مشہور صالحین سے گزرے ہیں، آپ کے جانشین اور خلیفہ جناب قاضی عبدالغنی صاحب آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔ سلمہم اللہ تعالی

مگر حضرت قبلہ عالم حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا فیضان جاری ہوا کہ اکثر ممالک اسلامیہ ہندوستان وعربستان وترکستان وغیرہ میں آپ کے خلفا پہنچے، اور ارشادِ طریقت اور اشاعتِ اسلام وتعلیم سلوکِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مصروف ہوئے، ایک عالم کو رنگ دیا۔ حاجی صاحب کا ذکر اس کے بعد ہے۔

چوتھی رمضان ۱۲۵۹ھ میں حضرت میاں جی صاحب نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار شریف جھنجانہ میں ہے۔

ذکر حضرت قبلۂ عالم شیخ المشائخ

مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ

مصنف ''انوار العارفین'' بلاواسطہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ مولانا نے فرمایا: ایک شخص نے ایک خواب دیکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب حضور رسول اکرم ﷺ کا جبہ شریفہ جو جلال آباد میں ہے، پہنے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب لباسِ شریعت وآدابِ طریقت سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔

حضرت مولانا وبالفضل والعلم والتقویٰ اولانا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم خلیفہ حاجی صاحب حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب کا ابتدائے حال سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہونے کا اپنی کتاب ''کراماتِ امدادیہ'' میں رسالہ ''شمائم امدادیہ'' سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلیٰ واقدس سرورِ عالم مرشدِ اتم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وسلم میں حاضر ہوں، غایت رعب سے قدم آگے نہیں پڑتا ہے کہ ناگاہ میرے جد امجد حضرت حاجی حافظ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضورِ حضرت نبوی ﷺ میں پہنچا دیا، اور آں حضرت ﷺ نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میاں جی صاحب چشتی صابری قدس سرہ کے کر دیا، اور اُس وقت تک بہ عالم ظاہر حضرت میاں جی صاحب سے کسی طرح کا تعارف نہیں تھا، جب میں بیدار ہوا، عجب انتشار وحیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب! یہ کون بزرگ وار ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا، اور خود مجھ کو اُن کے سپرد فرمایا ہے، اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا اضطرار دیکھ

کرفرمایا: موضع لُہاری یہاں سے قریب ہے، وہاں جاؤ، اور حضرت میاں جی صاحب سے ملاقات کرو، شاید مقصود دلی کو پہنچو، بے اختیار برہنہ پاؤں لُہاری پہنچا، جب جمال باکمال میاں جی صاحب کا دیکھا، معلوم کرلیا کہ وہی متبرک صورت ہے جو خواب میں دکھائی گئی ہے، قدموں پر جا پڑا، حضرت میاں جی صاحب نے سر اُٹھایا، اور سینہ سے لگالیا، اور فرمایا: تمھیں اپنے خواب پر کامل وثوق ہے، اور یہ پہلی کرامت میاں جی صاحب کی ہے کہ فوراً بتلا دیا، اور کچھ ذکر نہ آیا تھا، اور کسی فرد بشر کو معلوم نہ تھا۔

حضرت قبلہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۲۶۰ھ میں دیکھا کہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس آؤ، یہ خواب دیکھ کر بلا فکر زادِ راہ مدینہ طیبہ کی حاضری کا ارادہ کیا، راستہ میں بھائیوں نے کچھ خرچ پہنچایا، حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر جب مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا، وہاں ایک روز مراقبہ میں کیا دیکھا کہ حضور سردار دو عالم ﷺ قبر شریف سے باہر تشریف لائے، اور حضور حضرت میاں جی صاحب کی صورت میں جلوہ فرما ہیں، دستِ مبارک میں عمامہ ہے، وہ عمامہ میرے سر پر رکھ دیا، اور واپس تشریف لے گئے۔

مولانا اشرف علی تحریر فرماتے ہیں کہ جب دولت حج اور زیارت سے مالا مال ہوکر وطن میں پہنچے مخلوق نے مرید ہونا چاہا، آپ انکار کرتے رہے، آخر الامر خواب میں دیکھا کہ حضور سردار دو عالم ﷺ مع خلفائے راشدین اور دیگر اصحاب کرام کے رونق افروز ہیں، اور کمال التفات شاہانہ سے عنایت فرماتے ہیں، اسی کے سلسلہ میں یہ دیکھا کہ ایک بی بی صاحبہ حاجی صاحب کے واسطے کھانا پکا رہی ہیں، خود حضور سرورِ دو عالم ﷺ اُس بی بی کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا: تو اُٹھ، تاکہ میں مہمانانِ امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ اُن کے مہمان علما ہیں۔ اس خواب سے بیعت لینے کی اجازت مفہوم ہوئی، اسی دن سے علما کا مجمع ہونے لگا، اور بہ کثرت آپ کے مرید ہونے لگے۔ (کرامات امدادیہ، ص ۳۱)

حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب نے فرمایا کہ جب میں مکہ معظمہ میں آیا، نوبت فاقہ کی پہنچ گئی، مَیں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ یا الٰہا! مجھ میں طاقت امتحان نہیں ہے، بعدہٗ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: لاکھوں روپیہ کا خرچ تمھارے ہاتھوں مقرر ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا، ہنس کر فرمایا کہ تمھاری حاجت بند نہیں رہے گی، اس وقت سے خرچ ماہانہ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے' خدا اپنے خزانۂ رحمت سے پہنچاتا ہے۔

''کراماتِ اِمدادیہ'' میں ہے کہ حضرت قبلۂ عالم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر تین روز مقیم رہا، حضرت قطب صاحب کے مزار اقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا، اور حضرت پیرومرشد کی جاے اِقامت (لُہاری) پر جاکر غروب ہوا، پھر حضرت قطب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمھارا مقصود دلی تم کو تمھارے پیرومرشد سے ملے گا۔

''کمالاتِ امدادیہ'' میں ہے کہ مرض وفات میں حضرت حاجی صاحب استغراق میں رہتے تھے، اور جب افاقہ ہوتا تو عشقیہ اشعار پڑھنے لگتے تھے، جس سے سامعین کو بڑا سوز و گداز ہوتا تھا۔ ایک مصرعہ یاد ہے، وہ یہ تھا:

ع یہ منزل عشق کی ہے اس میں آئے جس کا جی چاہے

حضرت حاجی صاحب پر توحید اور عشق کا نہایت غلبہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت استغراق میں اور زیادہ انکشاف ہوگیا تھا، ۱۲/ یا ۱۳/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ میں وقت اذانِ صبح کے وفات پائی، اور جنت المعلّٰی میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب [1]

۱- عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب اور عاجز کے استاد مولانا سیّد محمد علی صاحب ایک استاد حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن چشتی کے شاگرد تھے۔ مولانا حافظ عبد الرحمن علاوہ فاضل بے بدل ہونے کے صاحب کرامات بزرگ تھے۔ جناب حکیم غلام رضا خان صاحب دہلوی سے حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات اور خوارق عادات عاجز نے سنے ہیں، قلم بند کرنے کا ارادہ تھا، مگر افسوس حکیم صاحب رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ میں وفات پاگئے۔ ۱۲

مہاجر دفن ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب کے ایک خلیفہ نے بعد وفات عالم رویا میں دیکھا کہ نہایت بلند مقام ٹیلہ کے مانند ہے، خیمہ سفید اُس پر کھڑا ہے، حضرت اُس میں رونق افروز ہیں، خطاب کر کے فرماتے ہیں:

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا بے شمار ہر دیار و امصار میں ہیں' متاخرین چشتیہ صابریہ میں (باوجود قیام مکہ معظمہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر شہرت کا ہونا نادر ہے) حضرت ممدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔

من جملہ آپ کے خلفا کے حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح مسلم علما اور صلحا سے گزرے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا بھی آج کل مقدس بزرگ اور عالم باعمل مانے جاتے ہیں، جیسے مولانا حضرت محمود حسن صاحب دیوبندی صدر مدرّس مدرسہ عالیہ دیوبند، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی صدر مدرّس مدرسہ عالیہ سہارن پور، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے صاحب زادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب خاص گنگوہ میں مولانا کے جانشین اور اوقات کے پابند ہیں، راقم الحروف اُن سے مل کر خوش ہوتا ہے، اور جس طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب عاجز کے ساتھ نوازش و کرم سے پیش آتے تھے اسی طرح حکیم صاحب کمال شفقت اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ یہ حضرات تو مولانا کے خلفا ہیں، مگر جناب مولوی شاہ ظہور احمد صاحب انبیٹھوی کو جو نسبت خاص روحِ مقدس حضرت مولانا سے یہ عاجز راقم الحروف پاتا ہے وہ فنا فی الشیخ کے درجہ سے کم نہیں، لہٰذا یہ بہ درجہ اولیٰ خلافت کے لائق ہیں۔ بارک اللہ فی عمرھم و صلاحھم. حاجی وارث حسن

صاحب بھی حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے عمدہ خلفا میں ہیں، اور مشایخانہ طریقہ اور لباس صوفیانہ رکھتے ہیں۔

حضرت مکرمی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علومِ ظاہری اور باطنی کے جامع اس وقت عمدہ خلفائے حاجی صاحب سے ہیں۔ وعظ مولانا اشرف علی صاحب سے عالم و جاہل دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ روایاتِ صحیحہ اور مضامین عالیہ نہایت آسان عبارت میں بیان فرماتے ہیں، بڑے قادر الکلام ہیں، زبردست مصنف ہیں، صدہا کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام عمر میں ہمیں جہاں تک معلوم ہے' بہ وجہ کسر نفسی اور کمال تواضع کے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا، بیعت بھی حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نیابۃً کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور محبت میں فنا تھے۔

''کمالاتِ اِمدادیہ'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے، چناں چہ حضرت شمس تبریز کے واسطے مولانا رومی کو لسان بنایا تھا، اور مجھ کو مولانا محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں، اور جو میرے قلب میں آتا ہے مولوی صاحب اُس کو بیان کر دیتے ہیں، مَیں بعض اِصطلاحات نہ جاننے سے اُس کو بیان نہیں کر سکتا۔

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں یہ عاجز ایک دفعہ حضرت مخدوم العالمین خواجہ سیّد مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رضی اللہ عنہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا، تو اُس وقت حضور مخدوم مولانا محمد قاسم کی صورت میں نظر آئے۔

اور حضرت عارف باللہ شیخی تو کل شاہ صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز سے فرمایا تھا کہ مَیں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں، مولانا محمد قاسم تو جہاں پائے مبارک حضور کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں، اور مَیں بے اِختیار بھاگا ہوں کہ حضور کے پاس پہنچوں، چناں چہ مَیں آگے ہو گیا۔

ذکر حضرت محمد افضل صاحب بخاری

دامت برکاتہم

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے موجودین میں حضرت مولانا حاجی محمد افضل صاحب بخاری مقیم آگرہ کا دم از بس غنیمت ہے، اس عاجز کو آپ سے محبت واِخلاص دیر سے ہے، اچھے بزرگ صاحب نسبت وعرفان ہیں، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس نہایت ذوق وشوق سے کرتے ہیں، زرِ کثیر مہمان داری میں خرچ ہوتا ہے، آپ کے خادموں میں کئی اہل درد اور صاحب سوز وگداز دیکھنے میں آئے ہیں، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ آپ سے رونق پر ہے، اور حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کے نام کے عاشق ہیں۔ بارك الله فی سلسلتهم.

[دیگر خلفائے حضرت حاجی صاحب]

حضرت مولانا محبّ الدین حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ مکہ معظمہ میں مشہور بزرگوں سے ہیں۔ عاجز راقم الحروف حرم شریف میں چند مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک مرتبہ فرماتے تھے: بہ طور طالب علمی افغانستان سے ہندوستان آیا ہوا تھا، طلب خدا دل میں پیدا ہوئی، اسی عرصہ میں پیران کلیر شریف حاضر ہوا، حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا، حضرت نے فرمایا: مکہ معظّمہ جا کر حاجی امداد اللہ صاحب سے مرید ہو جا، چناں چہ حسب حکم سیّد الطائفۃ الصابریہ مَیں نے عرب شریف کا ارادہ کیا، اور مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دولت بیعت سے مشرف ہوا۔

عاجز کے مکرم مولانا عبداللہ صاحب انصاری انبیٹھوی اور مولانا کرامت اللہ خان صاحب دہلوی بھی حضرت حاجی صاحب قبلہ کے مشہور خلفا سے ہیں، اور دونوں سے سلسلہ حاجی صاحب کا جاری ہے۔

آپ کے تین خلیفہ ایسے ہوئے ہیں کہ ہر چند وفات پا گئے، مگر ان کے نام نامی خیر و برکت کے ساتھ یادگار زمانہ رہیں گے:

ایک - حضرت مولانا عبدالسمیع رام پوری بیدلؔ جامع علوم وفنون تھے۔ اپنے پیرومرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے پورے پابند اور فرماں بردار تھے۔ تمام عمر اشاعتِ علومِ دینیہ و تصانیفِ کتبِ مذہبی میں گزاری۔ نعت لکھنے میں لاثانی تھے، شعرائے زمانہ آپ کو اُستادِ وقت مانتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

مبارک کے سچے عاشق تھے، مجلس مولود شریف بڑی عقیدت اور اخلاص سے مرتب کیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

دوم - حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سوم - حضرت مولانا احمد حسن صاحب کان پوری

مولانا محمد حسین صاحب علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے، بہ مقام اجمیر شریف عین مجلس سماع میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے فرزند مولانا ولایت حسین صاحب ان کے جانشین اپنے والد کے قدم بہ قدم پابند اوقات ہیں۔ سلمہ اللہ تعالی

مولانا احمد حسن صاحب نے ''مثنوی شریف'' کا حاشیہ حسبِ حکم حضرت حاجی صاحب لکھا، اور زرِ کثیر خرچ کر کے چھپوایا، اپنی ایک صاحب زادی کا نکاح پیرانِ کلیر شریف کے سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب مدظلہم العالی سے کیا۔ عاجز راقم الحروف کے دوست تھے، فرماتے تھے: میں نے اپنی لخت جگر یعنی دختر کو دردولت مخدوم پاک رضی اللہ عنہ پر گویا نذر کر دیا ہے، دور و نزدیک کا خیال نہیں کیا۔

غرض خلفائے حضرت قبلہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس قدر ہیں کہ اُن سب کا حال درجِ کتاب کرنا دشوار ہے، مگر ایک بزرگ خلیفہ کا ذکرِ خیر خاص طور پر لکھنا میرے ذمہ لازم ہے، ہرچند بہ وجہ انکسار اُن کی سخت ممانعت ہے، اور کہتے ہیں: میرا ذکر بزرگوں کے ساتھ ہرگز نہ لکھیں، کیوں کہ میں گنہ گار ہوں۔ ان کا یہ کہنا ہی بڑی دلیل ان کی بزرگی کی ہے۔

ذکر مقدام الفضلا امام العلما حقائق و معارف آگاہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب

دامت برکاتہم

آپ ریاست حیدر آباد کے معین المہام امور مذہبی اور شاہ دکن غفرالمکان میر محبوب علی خان نور اللہ تربتہ[1] اور حال فرماں روائے دکن نظام الملک آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہ وزاد اجلالہ وخلد اللہ ملکہ وسلطنتہ اور شاہ زادگان بلند اقبال بارک فی عمرھم وعلمھم ورقاھم علی ذروۃ الکمال والاجلال کے استاد ہیں۔ علومِ معقول و منقول کے جامع، فاضل مسلم الثبوت مانے جاتے ہیں۔

علم سلوک اور معرفت عرب شریف پہنچ کر حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر حاصل کیا۔ دولت خلافت اور اجازت سے مشرف ہو کر واپس ہوئے۔ باوجود خود امیر ہونے اور امرا و وزرا کی جماعت میں زندگی بسر کرنے کے اتباع ظاہری اور باطنی میں اس وقت عدیم النظیر ہیں۔

جب حیدر آباد میں ایسے امرا جمع ہوئے کہ آزاد، نیچروں اور دہریوں سے ملتے جلتے تھے، تحریر اور تقریر سے اُن کا رد کیا، اور ''کتاب العقل'' دہریوں کے رد میں ایسی جامع کتاب لکھی کہ اُس سے پہلے ایسی کوئی کتاب نظر سے نہ گزری تھی۔ اور جب وہاں بعض پنجاب کے مرزائی پہنچے، جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو تھے، ان کے رد

۱- نور اللہ تربتہ۔ ۱۳۲۹ھ حضور مرحوم کی تاریخ ہے۔ سید مخدوم نبی غفر لہ ولوالدیہ

میں ایک کتاب ''افادۃ الافہام'' ایسی مدلل لکھی کہ بیخ و بنیاد سے ان کے مذہب باطل کو اکھیڑ دیا۔ آپ کی تصانیف میں ''حقیقت الفقہ'' کے ہردوحصہ اہل سنت و جماعت کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ کتاب ''انوار احمدی'' کو پڑھ کر عاشقان حضور سردارِ دو جہاں علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام بہت ہی خوش ہوتے ہیں، اور حضرت مولانا کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ رسائل ''مقاصد الاسلام'' آپ کی طرف سے شائع ہوکر مسلمانوں کے اسلام کو تازہ کرتے ہیں۔

غرض وجود باجود شیخ الاسلام وقت حضرت مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب عم فیضہ کا مسلمانوں کے حق میں سحابِ کرم کا کام دے رہا ہے کہ دور ونزدیک سب اُن کے فیض سے سیراب ہو رہے ہیں۔ بارك الله فی عمرهم وعلمهم وعرفانهم وعزتهم. آمین!

ذکر شیخ المشائخ

حضرت شیخ ابراہیم رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

''اقتباس الانوار'' میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ شاہ ابوسعید جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں حضرت شیخ ابراہیم رام پوری رحمۃ اللہ علیہ زہد اور ریاضت اور کثرتِ مجاہدہ میں مشہور تھے، ہمیشہ فنائے احدیت میں مستغرق رہتے تھے، اہل بیت کی اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ بہ وقت قیام موضع سید پورہ اسی خیال سے چارپائی پر آرام نہیں فرماتے تھے کہ شاید غربائے سادات کو چارپائی میسر نہ آتی ہو، یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ زمین پر سوئیں اور میں چارپائی پر آرام کروں۔

لکھا ہے کہ جس درخت کے نیچے آپ بیٹھ کر ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے، سیدوں کے صغیرسن بچے پھل توڑنے کے واسطے اُس پر اینٹیں پھینکتے تھے، آپ کو سخت اذیت پہنچتی تھی، کسی دن آپ کے سر میں ضربِ شدید کی نوبت پہنچی، اور بہت خون نکلا، اُس وقت حضرت کی زبان سے یہ نکلا: اے درخت! سادات کے صاحب زادوں کو تو میں کچھ نہیں کہتا، تو پھل کا لانا چھوڑ دے، نہ پھل آئے گا، نہ بچے اینٹیں پھینکیں گے، لیکن مول[1] یعنی شگوفہ آتا رہے، کہ وہ دیکھنے میں بھلا معلوم ہوتا ہے۔

مولانا محمد اکرم تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے اب تک اُن درختوں میں پھول تو آتا ہے، مگر پھل نہیں لگتا ہے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان العارفین شاہ بوعلی

۱- مَول یعنی مور پھول

قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی روح مقدس سے اویسیت اور فیضانِ خاص تھا، جب متوجہ ہوتے تھے روح مقدس قلندر صاحب کی سامنے آ جاتی تھی، اور جو سوال کرتے جواب پاتے تھے۔

سید پورہ کی سکونت چھوڑ کر حضرت شیخ ابراہیم جی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ رام پور ضلع سہارن پور میں تشریف لے گئے تھے، اور وہیں وفات پائی۔ ۱۸ ربیع الاول کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

آپ کے خلفا میں سے دو خلیفہ زیادہ مشہور ہیں، اور دونوں سے سلسلۂ طریقت جاری ہے:

ایک - حضرت شیخ محمد جی بائین والہ رحمۃ اللہ علیہ

دوم - حضرت شاہ محمد شریف نیاولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کتاب ''تذکرۂ اولیائے دہلی'' میں مصنف کتاب حضرت مولانا محمد حبیب اللہ نے خود خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اور بہ چشم خود حالات معلوم کرنے کے بعد لکھا ہے، جس سے کئی کرامتیں حضرت بندگی شیخ محمد حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ دریائے جمنا اُن کی کرامت اور برکت سے اُن کی خانقاہ شریف سے دور چلا گیا۔ دوم یہ کہ حسب روایت نواب خانِ خاناں بادشاہ محمد اعظم اور شاہ زادۂ محمد اعظم کی لڑائی ہوئی، تو نواب صاحب کے مواجہہ میں جن جن امیروں کی موت کی خبر اور جن کے فتح یاب ہونے کی خبر حضرت کی زبان مبارک سے نکلی تھی اُسی طرح اُس کا ظہور ہوا، کچھ فرق نہیں ہوا۔ اُس کی عبارت بلفظہا نقل کی جاتی ہے:

''زبدۂ مشایخانِ دین احمد بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ آں عارفِ حقانی مشتاقِ لقائے یزدانی واقفِ اسرارِ رحمانی مرتاضِ ریاضت شاقہ بہ دیدۂ گریاں و سینۂ بریاں از جملہ خلفائے شاہ ابراہیم چشتی رام پوری است کہ بہ طور

سلف بہ اقامت صوم وصلوٰۃ ومطالعہ کتب تفسیر وحدیث وارشاد طالبان طریق وصول بر کنار چوں سرحد فیروز آباد اقامت ورزید وہماں جا مدرسہ عالی ومسجد وباولی بہ طریق تصرف خرچ مبلغ خطیر بنا نمودہ وچناں کہ آخر روز مرادی پنج روپیہ بہ عبداللطیف مرید خود می دادہ کہ در خریطہ انداز و وقت شام اُجرت گل کاراں ونجاراں وسنگ تراشاں ومزدوراں بہ دست خود ہر قدر کہ می داد خریطہ خالی نمی شد اول حال دریا دوسہ کرت بہ عمارتش مضرت رسانید عاقبت بہ تصرف درویش خدا اندیش دریا مکان خود را گزاشت و مجرا از اں جا دور انداخت راقم سطور مکرر سعادت ملازمت آں جناب حاصل کردہ واز زبان معتقد درویشاں نواب خان خاناں علیہ الرحمۃ والرضوان شنیدہ کہ می گفت وقت رفتن محمد معظم بہ جنگ محمد اعظم سعادت ملازمت آں شیخ باعظمت نمودم بہ قسمے کہ طرز جنگ ونام کشتگان واسمائے ظفر یافتگان بر زبان وحی ترجمانش جاری شدہ بود بلا تفاوت دیدم بنا بر آں عبدالواحد برادر زادۂ شیخ را بہ بشارت خان ملقب گردانید بست و چہارم محرم سنہ ۱۱۲۰/ یک ہزار یک صد و بست رخت حیات ازیں جہاں بیروں بُرد و در صحن ہماں مسجد مدفون گشت، وصالِ عاشق ومعشوق تاریخ اوست۔''

آپ کے خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ نصیر الدین چشتی ہوئے ہیں، اور اُن کے خلیفہ وجانشین حضرت شاہ غلام سادات چشتی صابری ہوئے ہیں۔ اُن کے خلیفہ برحق و جانشین مطلق کا ذکر اس کے بعد ہوگا۔

ذکر حضرت صابر علی شاہ، عرف
شاہ صابر بخش چشتی صابری رضی اللہ عنہ

آپ دہلی کے مشہور مشائخ اور بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔ آپ کے زمان فیض نشان میں آپ کی خانقاہ میں بہت درویش اور طالب علم رہتے تھے۔ صدہا آدمیوں کو کھانا ملتا تھا، اور بہت بزرگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ۱۴؍ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ذکر حضرت میر عبداللہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرید و خلیفہ و سجادۂ حضرت شاہ صابر بخش اپنے والد ماجد کے تھے۔ تمام عمر پابندیِ اوقات اور مشغولیِ اوراد و وظائف میں گزاری۔ خلق مجسم تھے، نہایت عجز و انکسار مزاج عالی میں تھا۔ ۱۲؍ ماہ رمضان المبارک میں وفات پائی، اور اپنے صاحب زادہ شاہ امیر حسین کو سجادہ نشین و خلیفہ اپنا مقرر کیا۔

ذکر حضرت مکرم شاہ امیر حسین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب ذوق وشوق اور اوقات کے پابند ہیں۔ آپ کی خانقاہ میں موافق دستورِ بزرگانِ خود لنگر جاری ہے۔ جس قدر درویش یا مسافر آتے ہیں سب کو کھانا ملتا ہے۔ حضرت بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس نہایت کشادہ دلی سے کرتے ہیں، تین روز تک کثرت سے مشائخ اور پیرزادگانِ پانی پت و گنگوہ مہمان ہوتے ہیں، کمال انتظام سے ہر قسم کی خبر گیری سب کی ہوتی ہے، مجالس سماع میں بڑی رونق ہوتی ہے۔

آپ کے جانشین آپ کے پوتے شاہ کرار حسین جوان صالح ہیں، امید ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے قدم بہ قدم رہیں گے، اور وقتاً فوقتاً خدمت جدامجد خود حضرت شاہ امیر حسین صاحب بجالا کر سعادتِ دارین سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

ذکر حضرت عارف باللہ

مولانا محمد یوسف جی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت قطب زماں بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، اور آپ سے زور وشور کا سلسلۂ چشتیہ صابر یہ جاری ہے۔

آپ کے خلیفہ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد سلیم منگلوری ہوئے، اُن کے خلیفہ حضرت عارف باللہ مولانا شاہ نور الہدیٰ منگلوری ہوئے۔ اُن کے خلیفہ فخر المتاخرین ثانی محی الدین بن عربی حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی چشتی صابری ہوئے۔ آپ اپنے زمانہ کے صلحا اور علما میں ممتاز تھے۔ ''کاسرۃ الاسنان'' وغیرہ کتب آپ کی تصانیف سے مشہور[1] ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ آپ کا سلف سے ملتا جلتا تھا۔ پیران کلیر شریف میں آپ نے اربعین کیا، اور مقصود کو پہنچے۔

آپ کے خلیفہ مشہور بزرگ حضرت سید امیر علی شاہ شہید ہوئے ہیں۔ اُن کے خلیفہ مولانا محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی ''مثنوی شریف'' کے استاد مشہور تھے۔ اُن کے خلیفہ عظیم شاہ صاحب آج کل زندہ ہیں۔ عاجز راقم الحروف کے ایک دوست حافظ سکندر دہلوی جوہری صوفی منش بھی مولانا محمد علی شاہ کے خادم ہیں۔

۱- ''کلمۃ الحق شرح نورِ مطلق'' اور ''انوار الزماں'' بھی آپ کی تصانیف ہیں۔۱۲

ذکر حضرت شیخ المشائخ

شاہ محمد شریف نیاولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے کمالات اور خوارق عادات آپ کے زمان فیض نشان میں مشہور نزدیک و دور تھے۔ حضرت مولانا محمد عاقل آپ کے خلیفہ نے آپ کے ملفوظات ایک مجلد کتاب میں جمع کیے ہیں، اور اُس کا نام ''ملفوظات شریفی'' رکھا ہے۔ راقم الحروف اس کے مطالعہ سے کتب خانۂ نواب صاحب گنج پورہ میں مشرف ہوا ہے۔ عجب معرکۃ الآرا کرامات آپ کی اُس میں درج ہیں۔

سنا ہے آپ نے اس قدر مجاہدہ کیا تھا کہ آپ کا خون پانی کی صورت نظر آتا تھا۔ حضرت بندگی ابراہیم جی رحمۃ اللہ علیہ نے معائنہ کرادیا تھا، اس لیے آپ کی غذا کے واسطے مرغ کے کھانے کا انتظام کردیا تھا۔

آپ کے خلفا میں سے حضرت شاہ نور محمد شاہ آبادی زیادہ مشہور ہیں، اور اُن سے آپ کا سلسلہ جاری ہے۔ اُن کے بعد اُن کے خلیفہ حضرت سیّد امیر جھنجانوی ہیں۔ رحمة الله علیه. حضرت سیّد امیر جھنجانوی کے خلیفہ حضرت قاضی عبدالواحد عرف قاضی غلام غوث پانی پتی ہیں۔ اُن کے خلیفہ حضرت فخر المتاخرین حاجی ولی محمد کشمیری پانی پتی ہیں۔ حاجی صاحب کے حالات اور کرامات کے دیکھنے والے اب تک پانی پت میں موجود ہیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ پانی پت سلمہم اللہ تعالی شاگردِ رشید حضرت مولانا راغب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ ذریعہ گرامی نامہ کے اس عاجز کو بعض

حالات حاجی صاحب کے لکھے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو ایامِ طفولیت میں ذوق وشوق فقر کا تھا، مرشد کی تلاش میں آپ مدینہ طیبہ پہنچے، حضور سردارِ دوعالم ﷺ نے دولت دیدار سے آپ کو مشرف فرمایا، اور حضرت قاضی غلام غوث پانی پتی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی شبیہ دکھلا دی، اور فرمایا: یہ تمھارے پیر ہیں۔ حاجی صاحب ہندوستان میں آ کر پانی پت پہنچے، اور تلاشِ مرشد میں بے قرار رہے، قصبہ پانی پت میں وہ زمانہ مشائخین کا تھا، حضرت مخدوم کبیر الاولیا کے سجادہ اور عارف باللہ مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ والے اور حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نقش بندی و دیگر اکابر موجود تھے، مگر وہ شبیہ جو حضور سرورِ عالم ﷺ نے دکھلائی تھی وہ نظر نہیں آتی تھی، جب بے قراری حد سے زیادہ گزری، حضرت قاضی غلام غوث صاحب سامنے تشریف لائے، اور فرمانے لگے: بھائی! کہاں ہو؟ کب تک پھرتے رہو گے؟ آؤ! چناں چہ حاجی صاحب قدم بوس ہوئے، اور شرفِ بیعت سے مشرف ہو کر دولتِ مقصود سے کام یاب ہوئے۔ ۲۱ رجمادی الآخرہ ۱۲۷۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار آپ کا پانی پت میں زیارت گاہِ خلق اللہ ہے۔

لکھا ہے کہ آپ نہایت حسین وجمیل سادات کشمیر سے تھے۔ لباس سیاہ اور کمبل اوڑھتے تھے۔ اکثر پابرہنہ رہتے تھے۔ نہایت متواضع اور دنیا سے مجتنب تھے۔ تمام عمر عالم تجرد میں گزاری۔ غریبوں اور مزدوروں کے گھر کھانا کھاتے، امرا کے یہاں کھانا کھانے سے بچتے تھے۔ امرا کو بیعت کرنے سے بھی انکار کرتے تھے۔

عاجز راقم الحروف سے حاجی صاحب کے خلیفہ مولوی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا کہ زینت محل شاہ دہلی بہادر شاہ کی بیگم نے مشرف بہ بیعت ہونے کا آپ سے اصرار کیا، مگر آپ نے نہیں مانا، اور خواب میں حضرت مخدوم شمس الاولیا شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے فرمایا: اس نجاست کی طرف توجہ نہ کرنا۔

مولانا محمد یحیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شاہ فاضل جی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں آپ کو وجد ہوا، چند نوجوانانِ پانی پت نے آپ کے وجد کو دیکھ کر مضحکہ اُڑایا، آپ نے نظر بھر کر اُن کی طرف دیکھا، فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے، اور زخمی ہو گئے، شہر میں شہرت ہو جانے سے اُن کے وارث پہنچے، اور حضرت حاجی صاحب سے عفوِ تقصیر چاہی، بہ وجہ کمال اخلاق حاجی صاحب نے معاف فرمایا، اور پانی پڑھ کر اُن پر ڈالا، تب ہوش میں آئے۔

آپ کے خلفا میں پیر احمد صاحب نہایت متواضع اور اہل نسبت تھے، اور جناب مولوی قادر بخش صاحب آپ کے جانشین اور خلیفہ تھے، جن سے سلسلہ آپ کا جاری ہے، حکیم محمد اسحٰق صاحب سہارن پوری مولوی صاحب کے مریدوں میں مرد صالح، صوفی منش، اوقات کے پابند ہیں، اور میاں غلام صابر پانی پت میں آپ کے جانشین ہیں، ایک خلیفہ حاجی صاحب کے حافظ عبدالرحمٰن صاحب سہارن پور میں رہتے تھے، اُن سے یہی سلسلہ جاری ہے، اسی سلسلہ میں ایک صاحب راؤ رحمت خان نام ایک بزرگ تھے، فقیر راقم الحروف سے عرصہ تک ملاقات رہی، حضرت مردان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور حضرت شاہ محمد شریف نیاولی رحمۃ اللہ علیہ کے پروردہ اور اویسی تھے، جذب اُن پر غالب تھا، اکثر اوقات اُن کے کشف کے صحیح ہونے کا تجربہ ہوا۔ انتقال فرما گئے۔ رحمة الله عليه

ذکر شیخ المشائخ

حضرت بندگی شیخ محمد صادق محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب یزدانی شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول اُن کے برادرزادہ محبوب الٰہی شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ مریدوں کی تربیت اور علم سلوک کے بتانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

آپ کی صورت مبارک کو دیکھ کر کافر دولتِ اسلام سے مشرف ہوجاتے تھے۔

''اقتباس الانوار'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ گنگوہ سے سہارن پور تشریف لے گئے، سواری سے اتر کر بازار میں سے جارہے تھے، ایک امیر ساہوکار دکان پر بیٹھا تھا، حضرت کا جمال باکمال دیکھتے ہی بے تابانہ ہم راہ ہولیا، قدموں پر گر پڑا، اور کلمہ طیبہ لاالٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دولت اسلام سے مشرف ہوا۔ حضرت نے اس کا نام عبدالسلام رکھ دیا، چند عرصہ میں واصلانِ حق سے ہوگیا۔

''اقتباس الانوار'' میں ہے کہ حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی نے حسب تعلیم پیرومرشد برحق خود شغل سہ پایہ کی ورزش کمال کے درجہ پر پہنچائی تھی، ایک دم آرام نہیں لیتے تھے، آخرالامر محویت و بے خودی پیدا ہوگئی، اور اس بے خودی میں اس قدر اسرار ذات بے کیف کے آپ پر مکشوف ہوئے کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں، اور اُسی بے خودی میں مقامِ وراء الورا کی ماہیت منکشف ہوگئی، اور دیکھا کہ سینہ مبارک آپ کا شق ہوگیا، ایک روزن نمودار ہوا، جس میں صحرائے بے نہایت نورِ سرخ سے بھرا ہوا نظر پڑا، اُس میں بے شمار اشکال معلوم ہوئے، اور ایسا خیال گزرا کہ یہ اشکال اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ

وَجْهُ اللّٰهِ کے جمال ہیں، اس کے بعد تین شیر نوری سرخ رنگ کے نمودار ہوئے، جن کی آنکھیں آفتاب کی طرح چمکتی تھیں، اور یہ معلوم ہوا کہ یہ تینوں اشکال شیر ذات رسالت پناہ ﷺ اور ذاتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ذات پیرومرشد شاہ ابوسعید ہیں، پھر تینوں شیر اشکال کی شکل میں آگئے، اور تخت سفید نورانی پر تینوں رونق افروز ہوئے، اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تجھے مرتبہ محبوبی عطا فرمایا ہے، اور تجلیاتِ ذات وصفات تیرے طالب ہیں، اور تو مطلوب ہے، جس مشاہدہ میں چاہے اُس میں رہ! حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ذاتی مشاہدہ کے سوا اور کچھ میری خواہش نہیں ہے، پس روحانیت رسالت پناہ ﷺ نے نور کی چادر مجھے عطا فرمائی، اور فرمایا: یہ ردائے معشوقی ہے، اور میری طرف سے نیابتِ مطلقہ تمھیں عطا ہوئی، اس کا حق ادا کرنا، اس سے شہودِ ذاتی کا دوام ہوگا، اور وہ مقامِ ارشاد حاصل ہوگا جو لوازمِ مقامِ نبوت سے ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نورِ خالص کی تلوار عطا کی، اور فرمایا: یہ تلوار لو، اس سے ولایتِ مطلقہ کے تصرفات تمھیں عطا ہوئے، اور حضرت شاہ ابوسعید نے نہایت صاف آئینہ عطا کیا، اور فرمایا: یہ علم کلی الٰہی کی صورت ہے، جو تمھیں مرحمت ہوئی۔ پس عالم تجلیات بے نہایت مجھ پر منکشف ہونے لگا، اور آخر میں نورِ ذات نے جلوہ فرمایا، ایک مہینے تک مَیں مغلوب الحال رہا، دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، جب ہوش میں آیا تو دیکھا، میرا تمام جسم معطر ہے، اور تمام حجرہ میرے قیام کا عطریات حقانیہ سے پُر ہے، آدمیوں نے بتلایا کہ اس ایک ماہ کے عرصہ میں تم بے خبر اور مستغرق تھے، نمازیں فوت ہوئیں، مَیں نے حساب کر کے نمازوں کو قضا کیا، اور تمام ماجرا حضرت پیرومرشد سے عرض کیا، فرمایا: تمھارا کام پورا ہوگیا، اور یہ بھی فرمایا کہ تمھارے اُن واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا طریقہ ارشاد اور ہدایت موافق رنگ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے ہوگا، تمام عالم کو گھیر لے گا، اس کے بعد اسم اعظم کی تلقین کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا، اور طالبانِ خدا کو میرے سپرد کر دیا، اور خود گوشہ اختیار

کیا، جوطالب خدا آتا میرے پاس بھیج دیتے تھے۔

''اقتباس الانوار'' میں لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی سجادہ نشین حضرت شاہ ابوسعید کے ہوئے، آپ کی ولایت اور قطبیت کا شہرہ دنیا میں پھیل گیا، اور آپ کی ہدایت کے نور نے اطرافِ عالم کو گھیر لیا، ہر طرف سے طالبانِ خدا آنے لگے، ذکر جہر کے حلقہ صبح وشام اس کثرت سے ہوتے تھے کہ صوفیہ متاخرین کے زمانہ میں ایسی رونق ذکر اللہ کی نہیں سنی گئی، اور ایسے طالب صادق پیدا ہو گئے کہ بیس ہزار بار نفی و اثبات و اسم ذات تو ہر ایک کا معمول تھا، بعض نے روزانہ تیس ہزار اور چالیس ہزار تک نوبت پہنچادی تھی، اور اکثر سچے طالب حسب ارشاد رسول اکرم ﷺ علم سلوک حاصل کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

''انوار العارفین'' میں حضرت بندگی شیخ ابراہیم مراد آبادی کا قصہ کہ ارشد خدامِ حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، رسالہ ''کشف الاسرار'' سے اس طرح لکھا کہ مولانا شیخ ابراہیم مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس زمانہ میں حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ قصبہ پائل میں بہ طور سیر تشریف لائے، یہ فقیر اُن کی ہم رکاب تھا، ایک روز عجب قصہ پیش آیا کہ اُسی قصبہ کی ایک مسجد میں بیٹھا تھا، اور حضرت سیّد آدم بنوری کے خادم بہت سے موجود تھے، یکا یک ایک مرد نورانی ہوا سے نمودار ہوئے، اور میری طرف متوجہ ہوئے، مَیں بے ہوش ہو گیا، اسی حالت ذوق اور کیفیت میں مردِ نورانی نے مجھے فرمایا: ابراہیم! تُو تو ہماری ملک سے ہے، ہمارے ساتھ چل! مَیں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: مَیں چشتی ہوں، پھر مَیں نے عرض کیا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمایا: ناظر محمد، مَیں نے ارادہ کیا کہ ہم راہ چلوں، آپ ہوا میں غائب ہو گئے، مَیں مسجد کے دروازہ تک جا کر اُس لکڑی سے رُک گیا جو جانوروں کے روکنے کے واسطے دروازے میں لگا رکھی تھی، مجھے اُس وقت یہ ہوش نہ تھا کہ اس لکڑی کے اوپر سے جاؤں یا نیچے سے نکل جاؤں، یاروں نے جب مجھے دیکھا کہ یہ بے خبر ہے، اُٹھ کر پکڑ لیا، اور بٹھا لیا،

ایک گھڑی کے بعد مجھے ہوش آیا، گریہ وزاری میں مصروف ہو گیا، اور سخت بے قرار ہوا، حضرت سیّد آدم بنوری سے عرض کیا: مجھے اجازت دیجیے کہ اُس مردِ غیب کی تلاش میں نکلوں، اب قیام کرنا میرے سے ناممکن ہے، غرض وہاں سے رخصت ہو کر ہر شہر میں تلاش کرتا ہوا پھرتا تھا کہ قصبہ گنگوہ میں پہنچا، شہر کے باہر ایک زمین دار کو دیکھا، جو اپنے کھیت میں پانی دے رہا تھا، مَیں نے اُس سے پوچھا: اس قصبہ گنگوہ میں کوئی درویش بھی ہیں؟ اُس نے کہا: بے شک ہیں، مَیں نے پوچھا: کس سلسلہ میں ہیں؟ بتلایا کہ وہ چشتی ہیں، اس خبر سے میرے دل کو گونہ تسلی ہوئی، پھر میں نے اُس سے پوچھا: کوئی کرامت بھی اُن کی سنی ہے؟ اس نے کہا: ایک دفعہ یہاں تشریف لائے تھے، مجھے ہم راہ لے گئے، اور فرمایا: جس کھیت میں تو نے پانی نہیں دیا اس کا اہتمام ہمارے نام پر چھوڑ دے، ان شاء اللہ غلہ دو چند پیدا ہوگا، چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ جس زمین میں مَیں نے پانی دیا تھا اُس کی نسبت اُس خشک زمین میں اُن بزرگ کے فرمانے سے دو چند غلہ پیدا ہوا۔ آخر مَیں خانقاہ شریف میں پہنچا، صورت مبارک سے یقین کر لیا کہ یہ وہی نورانی صورت ہے، جو قصبہ پائل میں غیب سے نمودار ہوئی تھی، مگر یہ تردّد پیدا ہوا کہ مجھے اپنا نام ناظر محمد بتلایا تھا، اور یہاں آپ کا نام محمد صادق زبانوں پر ہے، آخر موقع پر مَیں نے دریافت کیا، تو فرمایا: اس عالم میں میرا نام محمد صادق ہے، اور عالم غیب میں مجھے ناظر محمد پکارتے ہیں، پھر حضرت نے تعلیم وتلقین فرما کر مجھے مقصود تک پہنچایا، اور خلیفہ بنا کر مراد آباد کو رُخصت کیا۔

ایک خلیفہ آپ کے شیخ عبد السبحان سہارن پوری ہیں، ایک روز مشرف بہ زیارت ہوئے کہ حضور رسول اکرم ﷺ مع صحابہ کے رونق افروز ہیں، اور شیخ محمد صادق بھی حاضر ہیں، حضور سرورِ عالم ﷺ نے شیخ عبد السبحان کو فرمایا کہ یہ تیرے پیر ہیں، گنگوہ جا کر مرید ہو جا، اور مقصودِ اصلی حاصل کر، چناں چہ شیخ عبد السبحان صاحب حسب فرمانِ واجب الاذعانِ سردارِ دو جہاں ﷺ بے تابانہ گنگوہ پہنچے، اور دولتِ

بیعت سے مشرف ہو کر ریاضت اور مجاہدہ اختیار کیا، مقصود تک پہنچ کر دولتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔

ایک خلیفہ آپ کے حضرت عارفِ کامل مولانا عبدالجلیل الٰہ آبادی شاگردِ رشید حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تھے۔ اُنھوں نے زمانۂ طالب علمی میں ہی یہ خواب دیکھا کہ ایک صحرائے وسیع نورانی میں حضور سرورِ عالم ﷺ ابلق گھوڑے پر سوار ہیں، مولانا نے شرفِ قدم بوسی حاصل کیا، حضور نے فرمایا: علم قیل وقال چھوڑ کر علم حال حاصل کر، اور صورتِ شیخ محمد صادق دکھلا کر فرمایا کہ یہ میری امت کے اکابر اولیا سے ہیں، گنگوہ جا کر ان سے مرید ہو جا، چناں چہ حسب ہدایت حضور رسول اکرم ﷺ مولانا عبدالجلیل گنگوہ پہنچے، اور دولتِ بیعت سے مشرف ہوئے، اور حق ریاضت ومجاہدہ ادا کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ایک عالم کو دولتِ فیضانِ صابری سے مالا مال کر دیا۔

غرض حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی کے خلفا بہت ہوئے، اور اکثر سے سلاسلِ طریقت جاری ہیں۔

۱۸ رمحرم الحرام کو آپ نے وفات پائی۔ رحمة الله عليه

ہر چند آپ کے خلفا تمام سے سلاسل جاری ہوئے، مگر آپ کے ہر دو صاحب زادے شیخ المشائخ حضرت بندگی شیخ داوٗد رحمۃ اللہ علیہ، اور بندگی شیخ المشائخ حضرت شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کو زیادہ فروغ ہوا۔

ذکر شیخ المشائخ

حضرت بندگی شیخ داوٗد جی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بندگی داوٗد جی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب الٰہی کے بڑے صاحب زادہ، اور سجادہ نشین، اور خلیفہ اول تھے۔ ابتدا ہی میں حضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی کو حضور رسول اکرم ﷺ نے بشارت دی تھی کہ تمھارے اس فرزند داوٗد سے ایسا سلسلہ ہدایت وارشاد کا جاری ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک پہنچے گا، اور ایک عالم اُس کے نورِ ولایت سے منور ہوگا۔ حضرت محبوب الٰہی اس بشارت کے بعد خاص طور پر تربیت ظاہری اور باطنی میں توجہ فرماتے تھے، چناں چہ بہت جلد درجہ تکمیل پر پہنچا دیا۔

لکھا ہے کہ بندگی داوٗد جی صبح سے پہر دن چڑھے تک ذکر جہر نفی واثبات اور اسم ذات میں مصرف رہتے تھے، اس کے بعد دو پہر تک حبسِ دم اور اشتغال کے بجالانے میں سخت مجاہدہ کرتے تھے، پھر قیلولہ فرما کر نماز ظہر کی ادا کر کے حجرہ کے اندر تشریف لے جاتے، اور نماز عصر تک شغل سہ پایہ اور سیر وجود میں مصروف رہتے تھے، عصر سے مغرب تک صلوٰۃ وسطیٰ کا شغل کرتے تھے، اور مغرب سے عشا تک پیر ومرشد برحق کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر علوم لدنیہ کی تعلیم پاتے تھے، عشا کی نماز سے فارغ ہو کر باوضو سر جانب شمال اور پاؤں جانبِ جنوب کر کے مستقبل قبلہ رخ ہو کر شہود مطلوب کے انتظار میں چند گھڑی لیٹ جاتے تھے، پھر اُٹھ کر وضو کر کے نماز تہجد ادا کر کے صبح تک ورزش شغل سہ پایہ میں مشغول رہتے تھے، اور اس قدر مشق حبسِ دم میں بہم پہنچائی تھی کہ بعض وقت آدھی رات سے صبح دم ایک سانس لیتے تھے، شغل سہ پایہ جس میں

۹ دفعہ اسم ذات تسبیح کے ایک دانہ پر پڑھا جائے ایک سانس میں تین تسبیحیں پڑھ لیتے تھے۔ آپ کا وجود فنا ہو گیا تھا، اور استغراق رہتا تھا، ایک مرتبہ شغل سہ پایہ کرنے کے بعد آپ مراقبہ میں تھے، کیفیت بے خودی طاری ہوگئی، دیکھا کہ سینہ مبارک آپ کا پھٹ گیا، اور اُس میں سے عرشِ عظیم نکلا، جس پر حضور سردار دو عالم ﷺ اور بندگی شیخ محمد صادق محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں، سردارِ دو عالم ﷺ نے داؤد جی کا ہاتھ پکڑا، اور اُس تخت پر بٹھالیا، وہاں عجائبات دیکھے، اور اُسی سلسلہ میں دیکھا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رضی اللہ عنہ نے حضور رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یہ جوان خلافتِ کبریٰ کے لائق ہے، حضور نے نور کی دو انگشتریاں دونوں کو عطا فرمائیں، اور دونوں پیش واؤں نے حضرت کو پہنا دیں، اور کمالاتِ نبوت اور ولایتِ مطلقہ کے مل جانے کی بشارت دی، حضرت محبوب الٰہی یہ تمام حال سن کر بہت خوش ہوئے، اور خرقہ خلافت پہنا کر امانتِ پیرانِ عظام چشت مع اِسم اعظم سپرد کردی۔

''اقتباس الانوار'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب اورنگ زیب بادشاہ ۱۰۶۸ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا، اس خاندان کے بعض دشمنوں نے بادشاہ سے کثرتِ مشغولیتِ سماع کی شکایت کی، بادشاہ نے حضرت کو دہلی بلوایا، جس روز گھر سے روانہ ہوئے، عالم گیر بادشاہ نے دیکھا کہ بندگی داؤد جی اس کے خلوت خانہ میں رونق افروز ہیں، اور فرماتے ہیں: میرا نام داؤد ہے، کیوں بلایا ہے، اور کیوں درویشوں کو تکلیف دیتا ہے؟ بادشاہ پر ہیبت چھا گئی، اور بہت معذرت کی، اور معافی چاہی، پھر ایلچی مع تحفہ اور نیاز کے بھیجا کہ حضرت واپس تشریف لے جائیں، میرے بلانے کے سبب تکلیف گوارا نہ کریں، حضرت نے جواب دیا: میں گھر سے روانہ ہو چکا ہوں، اپنے پیرانِ عظام خواجہ قطب الاقطاب اور حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ اور حضرت مخدوم چراغ دہلوی کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس جاؤں گا، چناں چہ دہلی پہنچے، اور تینوں مزارات پر حاضر ہوئے، مگر باوجود بلانے کے بادشاہ کے پاس نہیں گئے، ملا عبدالقوی

جو مقربین بادشاہ تھے، مباحثہ کے واسطے آ موجود ہوئے کہ یہ بدعت راگ کے سننے کی چشتیوں نے کس دلیل شرعی سے نکالی ہے؟ بندگی داؤد جی نے فرمایا: اگر دلیل قالی چاہیے، بخاری شریف میں حضور سردار دو جہاں ﷺ کا کنیز سے سماع سننا ثابت ہے، ہاں جو سرود فحش اور فسق کے مضامین شامل ہو وہ حرام ہے، اور ہمارے پیران عظام مزامیر سے سننا نہیں چاہتے تھے، اور اگر دلیل حالی درکار ہے، سامنے آئے قوالوں نے سرود شروع کر دیا، حضرت داؤد جی پر حالتِ خاص طاری ہوگئی، اور زبان مبارک سے نکلا: تو جاہل ہے، میرے سے دلیل طلب کرتا ہے، اتنا کہنا تھا کہ تمام علم مُلا عبدالقوی سے سلب ہو گیا، بے اختیار ہو کر آپ کے پاؤں میں آ پڑا، اور معذرت شروع کی، آپ نے معاف فرمایا، بہ دستور علوم یاد آ گئے، نہایت عاجزی کے ساتھ حضرت کے پاس سے رخصت ہو کر تمام حال بادشاہ سے بیان کیا، بادشاہ کو از سرِ نو زیادہ تر اعتقاد پیدا ہو گیا۔

حضرت بندگی داؤد جی کے چار خلیفہ زیادہ مشہور ہوئے:

ایک - عارف باللہ صوفی سوندھا بہوبری
دوم - حضرت شیخ بلاتی کیتھلی
سوم - سیّد غریب اللہ کیرانوی
چہارم - حضرت سیّد شاہ ابوالمعالی

چاروں سے سلاسلِ طریقت جاری ہوئے، مگر سیّدنا حضرت قطبِ ربانی حضرت سیّد شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فیضان ہوا، اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ نے کمال عروج پایا، جیسا کہ آگے آئے گا۔

ذکر حضرت عارف باللہ

شیخ سوندھا صوفی رحمۃ اللہ علیہ

''اقتباس الانوار'' میں لکھا ہے: جب آپ کو طلب مولیٰ کا شوق پیدا ہوا، تمام علائق سے مجرد ہوکر گھر سے روانہ ہوئے، اول ہی منزل پانی پت میں کی، اور حضرت مخدوم شیخ جلال کبیر الاولیا کے مزار شریف کے پاس بعد نماز عشا آرام کیا، رات کو دیکھا کہ حضرت کبیر الاولیا تشریف لائے، اور ہاتھ پکڑ کر صورت بندگی شیخ داوٗد جی کو دکھلا دیا، اور فرمایا: تیرے پیر یہ ہیں، شیخ داوٗد نام ہے، گنگوہ میں ان کا مقام ہے، صبح ہوتے ہی گنگوہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں صورت مبارک دیکھ کر پہچان لیا کہ وہی بزرگ ہیں، جن کی صورت حضرت مخدوم کبیر الاولیا نے خواب میں دکھلائی ہے، فوراً بیعت سے مشرف ہوگئے۔

حضرت بندگی داوٗد جی نے فرمایا: تین دن کا روزہ رکھو، اور ان دنوں میں ایک لاکھ بار کلمہ طیبہ پڑھو، چوتھے دن غسلِ طریقت کرکے بعد نماز عشا میرے پاس آؤ، جب چوتھی رات حاضر ہوئے، آپ نے ذکر نفی واثبات اور اسم ذات کا بتلایا، اور کہا: حجرۂ تنگ وتاریک میں بیٹھ کر اس ذکر میں لگے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ جلد مقصود حاصل ہوگا، اس کے بعد کلاہ چارترکی اپنے سر مبارک سے اُتار کر مرحمت فرمائی، اور شجرۂ پیرانِ عظام عطا فرمایا، حضرت صوفی شیخ سوندھا برابر ذکر جہر میں رات دن مصروف رہے، اور کشود کار ہونے لگا، پھر حضرت بندگی داوٗد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم پانی پت جاکر مجاہدہ کرو، چناں چہ حضرت صوفی صاحب پانی پت پہنچ کر کبھی روضۂ حضرت مخدوم

جلال پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ میں، اور کبھی روضۂ حضور مخدوم شمس الدین تُرک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ میں مصروفِ ذکر رہتے تھے، اور حق ریاضت اور مجاہدہ کا ادا کرتے تھے۔ آخر الامر ساحلِ مقصود تک پہنچے، تجلیات کا پیش آنا شروع ہوا، فنائے تام پیدا ہوگئی، ۱۳؍ روز تک بے حس وحرکت پڑے رہے، جب ہوش میں آئے، تو پیر و مرشد کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوکر حال عرض کیا، حضرت شیخ داوٗد جی بہت خوش ہوئے، اور گلے سے لگالیا، پھر شغل بہونگم اور سہ پایہ تلقین فرماکر زیادہ ریاضت اور مجاہدہ کا حکم دیا، اور قطب الارشاد کے مرتبہ پر پہنچایا۔

اسی عرصہ میں ایسا نور آپ سے ظاہر ہوا کہ جس سے تمام عالم منور ہوگیا، اور یہ معلوم ہوا کہ یہ نور حضور مخدوم العالمین سیّد مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کی طرف سے عطا ہوا، اور وہاں کا فیض ہے، یہ دیکھ کر بے اختیار کلیر شریف حاضر ہوگئے، جیسا کہ پہلے حضور مخدوم صاحب کے حالات میں منقول ہوا ہے، اسی طرح درجہ بہ درجہ وہی مقام حاصل کیا جو خاندانِ چشتیہ صابریہ قدوسیہ میں جاں بازی اور بہت بڑے مجاہدہ کے بعد حاصل کرتے ہیں، جس کی تفصیل ان کے خلیفہ خاص حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اقتباس الانوار'' میں لکھی ہے، جس کا دل چاہے اس میں دیکھے۔

۲۴ جمادی الثانی ۱۱۱۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر حضرت عارف باللہ

مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع، اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ آپ کی تصانیف علم تصوف میں بہت مشہور ہیں، خصوصاً آپ کی کتاب ''اقتباس الانوار'' تاریخ خاندانِ چشتیہ صابریہ میں بے نظیر کتاب ہے، بزرگان دین کے حالات کے علاوہ حسب موقع مسائل مشکلہ تصوف وحدۃ الوجود وغیرہ کو حل کرتے گئے ہیں، اذکار واشغال کو خوب بتلا دیا ہے۔

کتاب مذکور کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ''اقتباس الانوار'' ختم ہونے کے نزدیک پہنچی، ایک رات میں نے یہ واقعہ دیکھا کہ گویا بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اُس میں سرخ موتی کا قبہ ہے، اُس قبہ میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع ہر چہار صحابہ و دیگر اولیاے نام دار رونق افروز ہیں، اور حضور غوث اعظم، وحضور خواجہ غریب نواز اجمیری، وحضرت شیخ الاسلام شکر گنج، وحضور سلطان المشائخ، وحضرت قطب العالم گنگوہی، وحضرت شیخ محمد صادق محبوب الٰہی بھی موجود ہیں، اس عرصہ میں مَیں یہ کتاب لے کر حاضر ہوا، حضرت شیخ محمد صادق نے کتاب میرے ہاتھ سے لے کر حضور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی، اور عرض کیا: حضور! اب یہ کتاب خلفاے راشدین اور ائمہ معصومین اور اولیاے متقدمین ومتاخرین کے حالات میں لکھی گئی ہے۔ حضور نے دست مبارک میں کتاب لے کر پوچھا: اس کا مصنف کہاں ہے؟ مَیں فوراً حاضر ہو گیا، اور عرض کیا: حضور! مَیں نے لکھی ہے، فرمایا: بہت اچھی کتاب لکھی ہے، ہم نے تیری کتاب کو قبول کیا، فاتحہ قبولیت کتاب پڑھ کر ایک چادر نورِ اخضر کی، جس پر سورۂ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ لکھی ہوئی تھی، مرحمت فرمائی، پھر خلفاے

راشدین اور حضرت غوث اعظم وخواجہ بزرگ ودیگر بزرگان دین نے نوبت بہ نوبت کتاب کو دیکھا، اور قبول فرمایا، اور مجھے بشارت دی۔ اس واقعہ سے جب مَیں بیدار ہوا، تو دیکھا، میرے بستر سے عطر وعنبر کی خوشبو آتی ہے، مَیں بہت خوش ہوا، اور دوگانہ شکریہ کا ادا کیا، اور مَیں نے اس کتاب کو حسب اشارۂ غوث اعظم وخواجہ بزرگ رضی اللہ عنہما ہی شروع کیا تھا۔

اپنا حال لکھتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد حضرت قطب الوقت شیخ سوندھا صوفی نے مجھے تین روز کا روزہ طے رکھوایا، پھر ذکر نفی واثبات اور اسم ذات کا تعلیم کیا، سات برس تک مَیں نے عزلت میں سخت ریاضت کی، اور کمال مجاہدہ اختیار کیا، آخر الامر بہ برکتِ پیرانِ عظام کشود کار ہوا، اور ساحل مقصود تک پہنچا۔ تفصیل واقعاتِ سلوک ''اقتباس الانوار'' میں موجود ہے، وہاں دیکھنی چاہیے۔

تاریخ وفات مولانا محمد اکرم معلوم نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ پانی پت وغیرہ میں جاری ہے۔ مولانا کے خلیفہ حضرت شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے خلیفہ حضرت حکیم سکھوا صاحب کرامات تھے۔ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''وصیت نامہ'' میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ میرے جنازہ کی نماز حکیم سکھوا پڑھائیں، جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے۔

ذکر حضرت شاہ بلاقی کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بندگی شیخ داوٗد جی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ بلاقی کیتھلی سے بہت خوش تھے، کیوں کہ اُنھوں نے ریاضت اور مجاہدہ کمال کے درجہ کو پہنچا دیا تھا، اور عارفِ کامل بن گئے تھے۔ حضرت داوٗد جی کے وصال کے بعد ہندوستان میں نہیں رہ سکے، مکہ معظمہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، اور وہیں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہ

ذکر حضرت سیّد غریب اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

سیّد صاحب نے حضرت قطب العارفین شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی اُٹھائی تھی، اور حضرت محبوب الٰہی شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم طریقت حاصل کی تھی، مگر دولت خلافت حضرت بندگی شیخ داؤد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی، اپنے وقت کے کامل شیخ تھے۔

''اقتباس الانوار'' میں لکھا ہے کہ اکثر عرسِ خواجہ قطب الاقطاب میں بہ مقام دہلی حاضر ہوا کرتے تھے، ایک دفعہ وہاں مجلس سماع ہو رہی تھی، بادشاہِ وقت اورنگ زیب کے مصاحبوں میں ایک پیرزادہ سرہندی موقع سماع خواجہ صاحب پر پہنچے، اور بادشاہی محتسب کو ہم راہ لے گئے، قوالوں کو روکنا شروع کیا، اور حکم دیا: گانا بند کرو، تمام فقرائے حاضرین بے ذوق ہوگئے، اُس وقت حضرت سیّد غریب اللہ نے حضور خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کی روح مقدس کی طرف توجہ کی، اور معلوم کرنا چاہا کہ حضور خواجہ ہی کی مرضی ہے کہ سماع نہ ہو یا خود محتسب نفسانیت سے یہ کام کر رہا ہے، یکایک یہ منکشف ہوا کہ حضور خواجہ کی قبر شریف شق ہوئی، اور حضور سرخ لباس کے ساتھ اندر سے نکل کر قبر پر بیٹھ گئے، اور یہ شعر زبان مبارک پر ہے: ؎

گل گوں لباس کرد و سوار سمند شد
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

یہ کیفیت نظر پڑتے ہی حضرت سیّد غریب اللہ کو از سر نو تواجد شروع ہوگیا، اور تمام مجلس پر رقت وحالت طاری ہوگئی، وہ پیرزادہ صاحب اور محتسب بھی رونے لگے، قوالوں نے بہ دستور گانا شروع کیا، وہ کیفیت ہوئی کہ اس سے پہلے کم ہوئی ہوگی، مگر اُن پیرزادہ کا چند روز بعد انتقال ہوگیا، بادشاہ دکن چلا گیا، پھر واپس نہیں آیا۔

مزار حضرت سیّد غریب اللہ کا کیرانہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر قطب ربانی

حضرت سیّد شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سادات کرام اور خلفائے عظام بندگی حضرت شیخ داؤد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں، فقر وفنا میں لاثانی اور ریاضت ومجاہدہ میں عدیم المثل اپنے وقت کے مانے جاتے تھے، تمام عمر ذکر جہر اور استغراق باطن میں گزاری، تربیتِ مریداں اور تعلیم طالباں میں ملکہ خاص رکھتے تھے۔ عارف باللہ مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ ''اقتباس الانوار'' میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

''تمام عمر بہ ذکر جہر واستغراق باطن گذرانید، شہرت بسیار یافتہ بودو در تربیت مریداں اِشتہار تمام داشت۔''

آپ کا کمال اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ قصبہ تھانیسر میں آپ کے زمانہ کے اولیائے کرام جمع تھے، جیسے حضرت قطب الوقت شیخ سوندھا بھوبری، وحضرت شیخ عبدالفتح سرہندی، وحضرت شیخ بلاقی کیتھلی، وحضرت شیخ عبدالقادر سنوری، وحضرت شاہ غریب اللہ کیرانوی وغیرہ، ایسے مجمع میں شیخ عبدالفتح کی زبان سے خوش طبعی کے طور پر یہ کلمہ نکلا کہ بھائی ابوالمعالی نفی واثبات میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے فوراً جواب میں فرمایا کہ زبان سے کہنے کا اعتبار نہیں، تجربہ کرا کے دکھانا چاہیے، اگر اس بھینس کے کان میں جو سامنے کھڑی ہے مدلائے نفی کھینچا جائے، تو یہ مر جائے، اور جب کلمہ اثبات پڑھا جائے تو زندہ ہوجائے، سب بزرگانِ دین نے کہنا شروع کیا کہ بلاشبہہ اس کے دکھانے کی ضرورت ہے، حضرت سیّدنا شاہ ابوالمعالی اُٹھے، اور بھینس

کے پاس جا کر لَاۤ اِلٰہَ کو مد اور درازی اور جہر سے کہا، فوراً بھینس بے جان ہو کر زمین پر گر پڑی، اور جب کلمہ اثبات اِلَّا اللّٰہُ کہا، تو وہ زندہ ہوگئی، اور گھاس کھانے لگی، تمام موجودین مشائخ آپ کے اس کمال سے حیرت زدہ ہوگئے، اور اِقرار کرنا پڑا کہ یہ کرامات حضرات سلف شبلی اور جنید رضی اللہ عنہما کے کرامات کے مشابہ ہے۔

آپ کی حالت استغراقِ محویت کی ایسی ہوگئی تھی کہ دو دو تین تین مہینے تک نہ کچھ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نماز کے وقت خادم دوش مبارک ہلا کر آگاہ کرتا تھا، فرماتے تھے: مجھے خبر نہیں، وضو کراؤ، چناں چہ وضو کراتے، اور نماز پڑھاتے، اس کے بعد ایسی حالت ہوگئی کہ رات دن حالت محویت اور استغراق میں تو رہتے، مگر نماز کے وقت خود آگاہ ہو کر نماز ادا کرتے، لوگوں نے عرض کیا کہ پہلے ہم لوگ حضور کو نماز کے وقت آگاہ کرتے تھے، اب خود آپ آگاہ ہو جاتے ہیں، فرمایا کہ اب نماز صورت پکڑ کر میرے سامنے آجاتی ہے، فرض کہتا ہے: میں فرضِ خدا ہوں، سنت کہتی ہے کہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں، بہ موجب اس کے میں نماز ادا کرتا ہوں۔ آخر الامر حالت استغراق اس سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اسی کیفیت استغراق میں ماہ ربیع الاول ۱۱۱۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت کی اولاد امجاد میں سے انبیٹھہ میں دو صاحب سجادہ نشین ہیں:

ایک - حضرت حاج الحرمین الشریفین شاہ محمد فخر الدین سلمہم اللہ تعالی

دوم - حضرت شاہ مسعود احمد ابقاھم اللہ تعالی

شاہ محمد فخر الدین صاحب آخر ماہ صفر میں عرس کرتے ہیں، اور شاہ مسعود احمد صاحب شروعِ رجب میں عرس کرتے ہیں، اور دونوں صاحب بالاتفاق روزمرہ مسافرین اور درویشانِ مقیم خانقاہ کو کھانا دیتے ہیں، لنگر جاری ہے۔ بارک اللہ فیہم

عاجز راقم الحروف نے ایک مستقل رسالہ میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہیں، اُس کا نام ''عقد اللآلی یعنی مناقب شاہ ابو المعالی'' ہے۔

آپ کے خلفا میں حضرت سیّدنا شاہ میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہیں۔

اور آپ کے ایک خلیفہ حضرت شاہ مدار کا مزار مقدس انبیٹھہ ہی میں ہے، نہایت پُرفیض جگہ ہے۔ ہمارے قصبہ انبیٹھہ میں حافظ کریم بخش نام مردِ صالح تھے، باوجود تین شادیوں کے آپ کو اولاد نہ ہوئی تھی، راؤ رحمت خان صاحب ایک بزرگ نے، جن کا ذکر اس کتاب میں ہے، حافظ صاحب سے فرمایا کہ ہر شب جمعہ کو حضرت شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا کرو، ان کی برکت سے تمھیں اولاد ہوگی، چناں چہ حافظ صاحب نے جانا شروع کیا، اور اللہ کریم نے اُن کو فرزند عطا فرمایا۔ مزار مبارک حضرت شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کے برکات قصبہ انبیٹھہ میں مسلم اور مشہور ہیں۔

ذکر حضرت سیّدنا قطب زماں پیردست گیر

سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیّد صاحب متاخرین مشائخین چشتیہ میں ایسے باکمال اور صاحب جلال و جمال گزرے ہیں کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کشائشِ ظاہری اور باطنی، اور قبولیت صوری ومعنوی کی آپ کے زمانہ میں آپ جیسی کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ درویشوں اور طالبان خدا کا مجمع اور حلقہ ذکر آپ کے یہاں ایسا رہتا تھا کہ آپ سے پہلے ہندوستان میں شاید کسی بزرگ کے پاس ہوا ہو، شاہانِ وقت اور وزرا وارکانِ دولت آپ کے نیازمند ومعتقد تھے۔

پہلے ایک بزرگ شاہ قاسم کے آپ طالب ہوئے، اور کچھ عرصہ تک خدمت کرتے رہے، مگر اُن کو معلوم ہوا کہ سیّد صاحب ایک دریائے عظیم نظر آتے ہیں، کسی کامل اکمل بزرگ سے فائدہ اُٹھانے کے لائق ہیں، تب آپ کو رخصت کیا، اور دوسرے پیر کی تلاش کرنے کی اجازت دی، آپ تلاش کرتے کرتے شاہ بہاول کی اِمداد سے بہ مقام انبیٹھہ حضرت قطب ربانی سیّدنا حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دولتِ بیعت سے سرفراز ہوئے، حضرت شاہ صاحب نے ذکر تلقین فرما کر رخصت کردیا، سیّد صاحب نے کہڑام واپس ہوکر ایسی ریاضت اور مجاہدہ اختیار کیا جیسا کہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے اکابر کرتے آئے ہیں، چند عرصہ میں آپ کو ایسا کشف حاصل ہوگیا کہ مقام انبیٹھہ میں حضرت سیّدنا شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کا موئے مبارک ڈاڑھی میں کنگھا کرتے ہوئے گر پڑا تھا، کہڑام سے

دیکھ لیا، اور انبیٹھہ پہنچ کر وہ موئے مبارک پیر ومرشد کا زمین سے اٹھالیا، حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مرشد کامل اور طبیب حاذق تھے' میراں جی سے کہا: اس قسم کا کشف کوئی فقر اور درویشی نہیں، اس طرف توجہ نہ کریں، صرف یادِ الٰہی' ذکر وفکر میں مصروف رہیں، چناں چہ حضرت میراں جی نے وہ مجاہدہ کیا کہ اپنے آپ کو فنا کر کے چھوڑا۔

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے بلایا، تو بہ وجہ ضعف باقاعدہ چلنے کی طاقت نہ تھی، بہ زورِ کرامت دریا پر سے کشتی کے بغیر چند عرصہ میں دو منزل طے کر کے حاضرِ خدمتِ پیر ومرشدِ برحق ہوگئے، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: رعایتِ عالم اسباب ضروری ہے، دریا پر سے جب گزرنا ہو کشتی کے ذریعے گزریں، چناں چہ واپسی پر آپ منزل کرتے ہوئے گئے، اور کشتی کے ذریعہ دریا کو طے کیا، پھر حضرت قطب ربانی سیّد شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ خود بہ مقام کہڑام میراں جی کے پاس رونق افروز ہوئے، اور خرقہ خلافت پہنایا، اور اپنا جانشین مطلق مقرر کیا۔

حضرت میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کے کرامات اور خوارقِ عادات اور کمالات آپ کے ملفوظات ''ثمرۃ الفواد'' میں مولانا لطف اللہ آپ کے خلیفہ نے اور ''نزہۃ السالکین'' میں آپ کے دوسرے خلیفہ مولانا علیم اللہ جالندھری نے لکھے ہیں، جس کو موقع ملے ان دونوں کتابوں کو دیکھے۔

مَیں ایک کرامت حضرت میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کی ''خزینۃ الاصفیا'' سے نقل کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت کا ایک مرید موضع نوندہن میں ہوتا تھا، اُس کا بچہ دس سال کی عمر کا فوت ہوگیا، اور اُسی وقت حضرت میراں جی اُس کے گھر میں تشریف لے گئے، اُس نے اُس مردہ بچہ کو فوراً کوٹھے میں بند کر کے اپنی اہلیہ سے کہا کہ حضرت میراں جی جب تک طعام نوش فرمائیں کوئی بات ظاہر نہ ہو، کھانا تیار ہوگیا، دسترخوان بچھ گیا، حضور میراں جی نے فرمایا: تمھارا بچہ کہاں ہے؟ اُسے لاؤ، ہمارے ساتھ کھانا کھائے!

عرض کیا: وہ کہیں باہر کھیلتا ہوگا، حضور طعام نوش فرمائیں! فرمایا: اُس کے بغیر ہم ہرگز کھانا نہیں کھائیں گے، جب وہ شخص مجبور ہوگیا، رو کر عرض کرنے لگا: حضور! وہ تو مرگیا، اور ہم نے اُس کی نعش گھر میں بند کردی ہے، فرمایا: نہیں سوتا ہوگا، جاؤ، دیکھو تو سہی، جب دروازہ کھولا، تو اُس کے سانس لینے کی آواز آئی، جاکر جگایا، اور حضور میراں جی کے پاس لائے، حضرت نے اُس کے ہم راہ کھانا تناول فرمایا۔ اس کرامت کی بڑی شہرت ہوئی، اور صدہا اہل اِسلام سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہوئے۔

عزیزم مولوی سیّد غلام بھیکھ وکیل و رئیس انبالہ حضرت میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع کرکے عن قریب شائع کرنے والے ہیں، متوسلانِ سلسلہ اُن کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھائیں گے ان شاء اللہ!

پنجم رمضان المبارک ۱۱۳۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ قصبہ کہڑام میں آپ کا روضہ ہے۔

آپ کے خلفا بہ کثرت اقطارِ عالم بالخصوص ہندوستان میں ہوئے ہیں۔ آپ کے خلیفہ اول حضرت سیّد شاہ محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت قطب ربانی سیّد شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ ان کا مزار مقدس اپنے والد ماجد کے گنبد میں ہے۔

حضرت مولانا سیّد علیم اللہ فاضل جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا سلسلہ جالندھر اور اس کے نواح میں جاری ہے۔

اور حضرت خواجہ شاہ عنایت اللہ بہلول پوری سے ایک بڑا سلسلہ رام پور، روہیل کھنڈ میں اُن کے خلیفہ حضرت قطب الوقت اخوند فقیر رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت شاہ عنایت اللہ ذات کے گوجر بھینسیں چرایا کرتے تھے، اتفاقاً حضرت میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کا اُس طرف گزر ہوگیا، آپ کی نظر عنایت اُن پر ہوگئی، رنگے گئے، اور بڑے صاحب کمال ہوئے۔

ذکر حضرت شاہ عبدالکریم، معروف بہ
اخوند فقیر رام پوری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خلیفہ شاہ عنایت اللہ بہلول پوری کے ہوئے۔ لکھا ہے کہ حضرت شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عنایت اللہ سے پیشین گوئی کی تھی کہ تمھارے پاس ایک طالبِ خدا اس قسم کا آئے گا، میں یہ تسبیح اور ہلاس دان[1] دیتا ہوں، یہ امانت اُن کو پہنچا دینا۔

حضرت اخوند صاحب قاری بھی تھے۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کو آپ سے بہت رونق ہوئی۔ بڑے صاحب کمال تھے۔ رحمة الله علیه

ذکر حضرت شاہ غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرزند و خلیفہ اور سجادہ نشین اپنے والد ماجد حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ بہت اشخاص کو آپ سے فیض پہنچا۔

۱- ہلاس دان، یعنی ناس کی ڈبیہ-۱۲

ذکر حضرت فقیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرید و خلیفہ حضرت شاہ غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ آپ کے جانشین آپ کے صاحب زادہ حضرت حافظ علی حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور نیز حضرت حافظ علی حسین صاحب خلیفہ حضرت حافظ محمود شاہ صاحب کے تھے۔ آپ کے خلیفہ جناب صوفی محمد حسین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے، اور صوفی صاحب کے بہت سے خلفا ہیں، جن سے اُن کا سلسلہ جاری ہے۔ اللھم بارك فی اخلافھم و سلسلتھم۔

حضرت حافظ علی حسین صاحب کی زیارت راقم الحروف نے کی ہے، اچھے بزرگ صاحب حال تھے، اور اُن کے اِخلاص ہی کی برکت ہے کہ اُن کے خلیفہ حضرت صوفی محمد حسین صاحب کو بڑا عروج ہوا، صوفی صاحب کا مجمع عرس کلیر شریف میں ہر سال حلقہ اور ذکر میں مصروف رہتا ہے، جن کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ سخت افسوس ہے کہ ایک سال گزرا ہوگا کہ صوفی صاحب نے انتقال فرمایا۔ رحمة الله علیه

حضرت شاہ عبدالرحیم مرادآبادی خلیفہ و جانشین شاہ جی عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، اور وہ خلیفہ حضرت شاہ غلام حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ حضرت اخوند صاحب کے سلسلہ میں حضرت والا شاہ محمد حسن صاحب رام پور، روہیل کھنڈ میں مشہور بزرگ، اور حضرت مخدوم العالمین کلیری رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے عاشق اور اویسی گزرے ہیں۔ رحمة الله علیه

شاہ عبدالرحیم صاحب کے جانشین صوفی جان صاحب تھے۔ صوفی جان صاحب جب تک زندہ رہے اوقات کے پابند، پیرانِ عظام سے کمال اخلاص رکھنے والے، حاضرین پیرانِ کلیر شریف سے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب خلیفہ حضرت میراں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جیسا سلسلۂ چشتیہ صابریہ اخوند صاحب کا رام پور و مرادآباد میں جاری ہے ایسا ہی پنجاب کے گوشہ بھٹنڈہ وغیرہ میں جاری ہے۔ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ شیخ محمد روشن بے ریا چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کا لقب ''بے ریا'' اس واسطے مشہور ہوا کہ نہایت صاف گو تھے۔ ان کے خلیفہ و جانشین خواجہ حافظ محمد چشتی صابری گزرے ہیں۔ مزار شریف آپ کا سنام میں ہے۔ حضرت موصوف نے ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ اللہ بخش چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے مجاہدہ اور ریاضت کا ذکر کتاب ''تذکرۃ المشائخ'' میں لکھا ہے۔ مزار شریف سنام میں ہے۔ آپ کے کئی خلیفہ گزرے ہیں، مگر جانشین اور خلیفہ اعظم خواجہ ناصر الدین چشتی صابری ہوئے ہیں۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ذکر حضرت خواجہ ناصر الدین چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

مولوی مولا بخش مصنف ''تذکرۃ المشائخ'' تحریر فرماتے ہیں کہ قصبہ سنام میں علم ظاہری اور باطنی میں کوئی آپ کا نظیر نہیں تھا، اور کمال ریاضت اور مجاہدہ آپ نے کیا تھا۔ صابری درویشوں جیسے رنگین کپڑے رکھتے تھے۔ انتقال کے قریب گھر سے رخصت ہو کر مسجد میں چلے آئے، اور وہیں وفات پائی۔ وفات آپ کی ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار مقدس سنام میں ہے۔

آپ کے صاحب زادے شمس الدین عرف مست جانشین اور سجادہ نشین ہیں۔ بارك الله فیه وفی عمره وزهده۔

ذکر حضرت زبدۃ العارفین

مولانا سیّد علیم اللہ فاضل جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سیّد علیم اللہ جالندھری شیخ کامل مکمل، صاحبِ کرامت وخوارق گزرے ہیں، حضرت پیر دست گیر قطب الوقت سیّد شاہ میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں ممتاز تھے۔ اپنے بیعت سے مشرف ہونے کا حال تمام کتاب ''نزہۃ السالکین'' میں لکھا ہے۔ حسب ارشادِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میراں جی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ آپ سے جاری ہے۔ ۱۶ر صفر ۱۲۰۲ھ کو آپ نے وفات پائی۔

آپ کے خلفا میں سے مولانا عبداللہ شاہ صاحب نے ''اسرار العلیم'' نام رسالہ آپ کے حالات میں لکھا ہے۔ آپ کے جانشین سیّد عنایت اللہ شاہ ہوئے، اُن کے جانشین اور خلیفہ سیّد ہدایت اللہ شاہ صاحب، اُن کے خلیفہ اور جانشین سید ثناء اللہ شاہ صاحب، اُن کے خلیفہ اور جانشین سیّد مسیح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، اُن کے جانشین اب ۱۳۳۲ھ میں سیّد نذیر اللہ شاہ ہیں۔

[دیگر خلفاے سیّد شاہ بھیکھ]

حضرت پیر دست گیر قطب یزدانی سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ایک حضرت خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ حضرت کے جانشین خاص دائرۂ شریفہ میں ہوتے۔ آپ کے جانشین اور خلیفہ حضرت خواجہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ہوئے، اُن کے جانشین اور خلیفہ حضرت نور علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہوئے، ان کے جانشین اور خلیفہ حضرت سردار بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مجھے سردار صاحب کی حیات شریف میں دو دفعہ دائرۂ شریفہ متصل بھٹکہ میں جانے اور سردار صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا، بزرگانِ سلف کے نمونے تھے، آپ کی حیات میں ایک سو کے قریب درویش خانقاہ شریفہ میں موجود رہتے تھے، رات کے دو بجے سے اُٹھ کر ذکر جہر میں مصروف ہو کر حلقہ کرتے تھے، اسی طرح بعد نماز عصر جہر کے ساتھ حلقہ کیا کرتے تھے، سردار صاحب کبھی روپیہ اشرفی کو ہاتھ میں نہیں لیتے تھے، جب کوئی نذر پیش کرتا تھا، جو پاس موجود ہوتا تھا، وہ سنبھال لیتا تھا، اور کبھی آپ کی زبان پر کلمہ ''میں'' نہیں آتا تھا، بہ جاے ''میں'' کے ''یہ فقیر'' یا ''یہ عاجز'' اپنے سے تعبیر کرتے تھے، ہمارے قصبہ انبیٹھہ کے عام باشندوں کی خاص طور پر مہمانی اور مدارات اس تعلق سے کرتے تھے کہ وہاں حضرت قطب صمدانی سیّد شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔

جناب حکیم حسین بخش صاحب رئیس قصبہ انبیٹھہ ریاست منڈی میں راجہ کے طبیب تھے، اور ابتدا سے سردار صاحب کے معتقد تھے، کسی نے یہ خبر مشہور کر دی کہ

سردار صاحب کا انتقال ہوگیا، حکیم صاحب کو کمال رنج ہوا، سردار صاحب رات کو خواب میں تشریف لائے، اور حکیم صاحب کو بیعت سے مشرف کیا۔

تاریخ وفات سردار صاحب معلوم نہیں۔ رحمة الله عليه

سردار صاحب کے مریدوں میں حافظ محمد حسین صاحب ساکن موضع ہابڑی اچھے بااوقات بزرگ ہیں، ذکر اللہ یا درود شریف یا کسی کو نصیحت کرنے میں رات دن مصروف رہتے ہیں، وقت ضائع نہیں کرتے۔

سعد اللہ شاہ صاحب ساکن موضع سکھروڑہ بھی آپ کے مرید مجاز، اوقات کے پابند ہیں۔

اور آج کل دائرۂ شریفہ میں سردار صاحب ہی کے مرید راؤ امداد علی خان صاحب سجادہ نشین ہیں، اور کہڑام شریف میں شاہ محمد اسحاق صاحب سجادہ نشین ہیں۔

ذکر حضرت عارف باللہ

سیّد محمد سالم ترمذی قدس سرہ

آپ حضرت پیردست گیر سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول خلفا میں سے ہیں۔ آپ کے واسطہ سے اس سلسلۂ شریفہ کو بڑا عروج ہوا۔ آپ نے میراں جی رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ بیعت ہو کر کمال مجاہدہ اور ریاضت کی۔ ۱۲ برس تک گھر سے پوشیدہ ہوگئے، تمام عزیز واقربا کو بھول گئے۔ آپ کے والدین آپ کی جدائی میں روتے روتے نابینا ہوگئے۔ آخر میراں جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بلوا کر والدین کے پاس بھیجا۔

''انوارالعارفین'' میں لکھا ہے کہ آپ کے برادرزادہ اور خلیفہ حضرت سیّد محمد اعظم نے آپ سے پوچھا کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ شیخ جس صورت میں چاہے اپنے آپ کو ظاہر کردے؟ فرمایا: یہ قول درست ہے، پھر داہنا ہاتھ اپنے چہرہ پر پھیرا، تو بہ شکل نابالغ بچہ کے نظر آنے لگے، دوسری دفعہ ہاتھ پھیرا تو جوان نظر آنے لگے، تیسری دفعہ ہاتھ پھیرا تو بوڑھے ضعیف دکھائی دینے لگے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۱۷۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مزار شریف روپڑ میں ہے۔

ذکر عارف باللہ

حضرت سیّد محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ خلیفہ وجانشین اپنے عم بزرگ وار حضرت سیّد محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ مزاجِ عالی میں کمال فروتنی تھی، کسی ہم سایہ کا کام بازار کا ہوتا خوشی سے کرتے تھے، اور جب آپ کے پاس گوشت کا سالن آتا اُس میں اور پانی ملا دیتے تھے، تاکہ اُسے کھا کر نفس موٹا نہ ہو۔ آپ کے کئی خلیفہ ہوئے، مگر زیادہ رونق حضرت حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے ہوئی۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ میں وفات پائی۔

ذکر حضرت شیخ المشائخ

حافظ محمد موسیٰ مانک پوری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

"انوار العارفین" میں ہے: جب ولولہ شوقِ یزداں کا پیدا ہوا، حضرت حافظ جی صاحب پیر کی تلاش میں نکلے، آخر الامر غیب سے اشارہ ہوا، روپڑ پہنچے، اور حضرت سیّد محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ بیعت ہوئے۔ سید صاحب نے حسب قاعدہ تعلیم وتلقین اذکار واشغال کی فرمائی، آپ نے کمال محنت اُٹھائی، اور درجہ کمال پر پہنچے، دولتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیّد صاحب نے فرمایا: میرے تمام مرید تمھارے سپرد ہیں۔ آپ نے مانک پور میں آکر قیام کیا، ارشاد وہدایتِ طالبانِ خدا میں مصروف ہوئے، آپ کی بڑی شہرت ہوئی، چار طرف سے طالبانِ خدا جمع ہوگئے، خاندانِ چشتیہ صابریہ کے مشائخ میں آپ بے نظیر وقت تھے، پہلے آپ ذکر جہر کی تعلیم کرتے تھے، اور مدوشد تحت وفوق وجملہ شرائط کے پورا کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے، رات کو جو درویش حلقہ ذکر میں غیر حاضر ہوتا اُس سے سخت باز پرس فرماتے تھے، جس قدر فتوحات باہر سے آتے درویشوں کے خورونوش اور لباس سے جو زیادہ ہوتا اُسے مساکین اور محتاجوں پر تقسیم کردیتے تھے۔

آپ اویسی حضرت میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ حضرت عارف باللہ مولانا سیّد امانت علی صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حافظ جی کو یہ کہتے ہوئے سنا: میراں جی! یہ کام نہیں ہوا۔

مرضِ وفات میں حضرت مولانا سیّد امانت علی صاحب، اور حضرت شاہ خاموش

صاحب حیدر آبادی، اور حضرت عبداللہ شاہ صاحب تھانیسری، اور حضرت شاہ جی جان اللہ صاحب خان پوری، اور حضرت حاجی مسکین شاہ صاحب کو حضرت حافظ صاحب نے اشارہ فرمایا کہ تم میں میری جگہ کوئی بیٹھے، اور خانقاہ وتعلیم وتربیت کا کام اپنے ذمہ لے، مگر ہر ایک نے عذر کیا، آخر الامر پیر شاہ کو منتخب فرمایا، اور تمام درویش بھی اس امر سے رضامند ہوگئے، کیوں کہ بیماری میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی خدمت کی تھی۔

۱۶ ررمضان المبارک ۱۲۴۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔ تمام درویشوں نے پیر شاہ کو دستار باندھ دی، اور مسند پر بٹھا دیا۔

حضرت مولانا سید امانت علی صاحب سے مصنف "انوار العارفین" نقل کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب نے پیر شاہ کا دل آفتاب کی مانند بنا دیا تھا، کاش ہم اس قائم مقامی سے انکار نہ کرتے، تو کیا اچھا ہوتا۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں مولانا سید امانت علی صاحب زیادہ مشہور ہوئے۔ عارف واصل اور شیخ کامل تھے، ابتدا ہی سے آپ زیورِ تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ تھے، علومِ ظاہری آپ نے بہ مقام دہلی حاصل کیے تھے، اور طریقت کے آداب ابتدا میں حضرت شاہ غلام حسین صاحب خلیفہ حضرت اخوند فقیر صاحب، اور حضرت حافظ کامگار خان صاحب سے سیکھے تھے، مگر چوں کہ آپ کی استعداد غالب تھی، حسب ہدایتِ حضرت حافظ بانکے صاحب رحمۃ اللہ علیہ مانک پور پہنچ کر حضرت حافظ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دولتِ بیعت سے مشرف ہوئے، اور حسبِ ارشاد فیض بنیاد حافظ صاحب ذکر جہر اور اسم ذات کی ورزش کو خوب ریاضت اور محنت سے ادا کیا۔ حضرت حافظ صاحب نے دولت خلافت سے مشرف فرمایا، اور اپنے جملہ خدام پر ممتاز کردیا، اور سب کو حجرہ میں جو جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے، مگر مولانا صاحب کے واسطے حضرت حافظ صاحب نے اپنی چارپائی کے برابر تخت بچھوا دیا تھا۔

مصنف ''انوار العارفین'' حافظ محمد حسین صاحب مرادآبادی لکھتے ہیں کہ عباس خان رئیس مرادآباد حضرت مولانا سے مرید ہوگیا تھا، ایک روز حضرت مولانا کے پاس بیٹھے ہوئے اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مرید ہونے سے کچھ فائدہ نہیں، یہ خطرہ آتے ہی بدن میں جنبش پیدا ہوگئی، اور اس قدر جنبش غالب ہوئی کہ بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے، تو معلوم ہوا کہ میرے سر کے سامنے تکیہ رکھا ہوا ہے کہ مَیں بے ہوشی میں سر زمین پر مارتا تھا۔

حضرت مولانا پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز مسجد میں ادا کرتے تھے، اشراق وچاشت ودیگر نوافل برابر ادا کرتے تھے، مرض موت تک حضرت سے جماعت فوت نہیں ہوئی۔ ۱۹/ذی قعدہ ۱۲۸۰ھ میں حضرت مولانا نے وفات پائی۔ رحمة الله علیه

آپ کے کئی خلیفہ ہوئے۔ شاہ سعادت اللہ صاحب آپ کے قدیمی خادم اور خلیفہ تھے، اُن کے خلیفہ میر غلام حسین امروہی ہوئے، اُن کے خلیفہ حکیم اعظم علی دہلوی ہیں، اور حکیم اعظم علی صاحب نے شاہ عنایت احمد صاحب قدوسی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ حکیم اعظم علی صاحب ہر مہینہ کی تاریخ سیز دہم کو حضرت مخدوم العالمین کلیری کی فاتحہ دلواتے ہیں، اور ختم کے بعد مجلس سماع منعقد کرتے ہیں۔ سلمه الله

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں ایک خلیفہ حضرت مولوی نوازش علی صاحب ساکن ضلع ہوشیارپور بہ قید حیات اور مردِ صالح بابرکت ہیں۔ کئی سال سے کلیر شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ جناب مولانا سیّد عبدالعزیز صاحب انبیٹھوی آپ کے خلیفہ ہیں۔

ذکر حضرت عارف باللہ
سیّد معین الدین عرف شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ خاموش حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفا میں سے گزرے ہیں۔ حیدرآباد کے علاقہ میں آپ کا قدیمی وطن ہے۔

شوقِ الٰہی میں پہلے آپ اجمیر شریف حاضر حاضر ہوئے، وہاں سے مانک پور شریف پہنچ کر حضرت شیخ کامل مکمل حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں جا پڑے، اور دولتِ بیعت سے مشرف ہوکر کمال ریاضت ومجاہدہ کیا، پھر دولتِ خلافت سے مشرف ہوکر ہدایت وارشاد کا راستہ طالبانِ خدا کو بتایا۔

ابتدا میں امروہہ، مرادآباد زیادہ قیام فرماتے تھے، پھر حرمین شریفین میں حاضر ہوئے، وہاں سے واپس ہوکر وطن اصلی میں پہنچ کر حیدرآباد میں قیام کیا، اور ۴ ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک خاص حیدرآباد میں ہے۔

آپ کے جانشین حضرت ہاشم حسینی صاحب خاص حیدرآباد میں آپ کے سجادہ اور خلیفہ ہیں۔ ایک بزرگ عبداللہ شاہ صاحب بھی آپ کے خلیفہ ہیں، اُن سے راقم کو ملاقات حاصل ہے، اور ہلال شاہ صاحب آپ کے خلفا میں ہیں۔ غرض آپ کا سلسلہ جاری ہے۔

ذکر حضرت عارف باللہ
حافظ بانکے صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ المشائخ حافظ موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے حافظ سید محمد حسین صاحب عرف حافظ بانکے صاحب خاص خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے، اسرارِ عجیبہ اور نکاتِ غریبہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، پھر علوم ظاہری سے فارغ ہوکر حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سن کر علوم باطنی حاصل کرنے کے واسطے مانک پور پہنچے، اور حضرت کی دولت بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کے ''حافظ بانکے'' کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت پیرو مرشد برحق نے ایک مرتبہ لباس سپاہیانہ پہنا ہوا دیکھ کر فرمایا تھا: تم بانکے ہو؟ اس سے آپ ملقب بہ لقب ''حافظ بانکے'' کے مشہور ہوگئے۔

آپ نے پورا مجاہدہ کیا تھا، حضرت پیرومرشد برحق آپ کی ریاضت اور محنت دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور خلافت عطا فرمائی۔ آپ کا سلسلہ جاری ہے، اور صالحین اس میں موجود ہیں۔ ۷ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ بہ مقام جے پور وفات پائی۔ وہیں آپ کا مزار فائز الانوار ہے۔

ذکر حضرت ناصر الدین عرف محمد ناصر خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ خلیفہ حضرت حافظ بانکے صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ آپ کا پہلے بزرگوں سے ملتا جلتا تھا، مدتوں روزمرہ روزہ رکھتے تھے، اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے تھے، اور جو اذکار و اشغال پیرومرشد نے بتلائے تھے' نہایت اِہتمام سے اُن کو پورا کرتے رہے، آخر الامر خوش ہوکر حافظ صاحب نے آپ کو خلیفہ بنایا، اور اپنا قائم مقام کیا۔ ایک مخلوق نے آپ سے خدا کا نام سیکھا، اور صدہا نے عقائد باطلہ سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت سید الطائفۃ الصابریہ مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ سے آپ کو خاص نسبت تھی، جب نامِ نامی سنتے، بے اِختیار رونے لگتے۔ ۲۲ شوال ۱۲۹۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ فیروز آباد ضلع آگرہ میں آپ کا مزار ہے۔

شاہ غازی الدین حضرت کے برادرزادہ وخلیفہ و جانشین ہیں۔ حضرت شاہ مقصود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اعظم خلفا میں سے تھے، انتقال فرما گئے، اُن کے جانشین عبدالکریم شاہ ہیں، جناب واجد علی شاہ صاحب سندیلوی اور حافظ امیر حسن صاحب انبیٹھوی آپ کے خلفا میں سے ہیں، اول الذکر سے سلسلہ جاری ہے، دوسرے صاحب ابھی بیعت نہیں کرتے، مگر اوقات کے پابند' جوانِ صالح ہیں۔

حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب کے خلفا میں خواجہ عبداللہ صاحب امروہی بھی اچھے بزرگ تھے۔ مزار مقدس ان کا مانک پور شریف ہی میں ہے۔ اُن کے خلیفہ حضرت صندل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں، حضرت مولانا سیّد عبداللہ صاحب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ نے اجازتِ بیعت عطا فرمائی تھی۔

ذکر حضرت بندگی شیخ محمد جی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ المشائخ محبوب الٰہی شیخ محمد صادق گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جیسا سلسلہ اُن کے بڑے صاحب زادہ حضرت بندگی شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا، جس کا بیان آچکا ہے، ویسا ہی اُن کے چھوٹے صاحب زادہ حضرت بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا۔ ''انوار العارفین''، میں ''مفتاح التواریخ'' سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''خلیفہ دوم شیخ محمد خلف خورد محبوب الٰہی از محتشمان صوفیہ چشتیہ بود و خلفاے بسیار داشت۔''

حضرت محبوب الٰہی نے اِن چھوٹے صاحب زادہ کو اذکار و اشغال تعلیم فرما بہت جلد درجہ تکمیل پر پہنچا دیا تھا، اور سجادگی پیرانِ کلیر شریف جو آپ کے یہاں قطب العالم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے چلی آتی تھی وہ بھی آپ کو عطا فرمائی تھی، وہاں کی سجادہ نشینی اب تک آپ کی ہی اولاد میں چلی آتی ہے، چناں چہ آج کل کہ ۱۳۳۲ھ ہے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب پیرانِ کلیر شریف کے سجادہ نشین ہیں، ان کا سلسلۂ نسبتِ قدوسی اس طرح ہے:

حضرت شاہ عبدالرحیم، بن شاہ عبدالکریم، بن شاہ نیاز علی، بن شاہ علی بخش، بن شاہ احسان علی، بن شاہ علی، بن شاہ غلام احمد عرف شاہ بڑے صاحب، بن حضرت بندگی حضرت شیخ محمد جی گنگوہی، بن حضرت محبوب الٰہی شیخ محمد صادق گنگوہی، بن حضرت فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ، بن حضرت شیخ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ، بن حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ

شغل سہ پایہ کی ورزش آپ نے کمال کے درجہ تک پہنچادی تھی، اور وہی کمالات حاصل کیے جو مشائخ چشتیہ صابریہ قدوسیہ حاصل کرتے تھے۔ حضرت عارف باللہ مولانا محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''فانی در ذات احد بندگی شیخ محمد گنگوہی برادرِ خورد بندگی شیخ داؤد قدس سرہ بود و در تربیت مریداں قوتے باہر و در ہدایت مستفیداں تصرفے ظاہر داشت، از رؤساے چشتیہ بود، خلفا بسیار داشت، و از دامن تربیتش مردمانِ خوب و مستفیدان مرغوب برخاستند عالمے را بہ نورِ ہدایت خویش منور ساختند، تمام عمر در عشق و محبت و فقر و فنا و شغل باطن گزرانید چوں خواست کہ جمال محبوب حقیقی را بے پردہ بیند مرغ روحش حجاب ہستی مجازی راشق کردہ بہ آشیانہ لامکان پرواز نمود و با دوست یک رنگ گشت، مرقد مبارکش در قصبہ گنگوہ غم ربا و مشکل کشاے خلائق است۔''

۲۲ ربیع الاول ۱۰۹۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ذکرحضرت غریب نواز

شاہ غریب اللہ اختیار پوری ؒ

"تذکرہ العابدین" میں ہے کہ حضرت شاہ غریب اللہ خلیفہ اعظم حضرت بندگی شیخ محمد جی ؒ کے تھے۔ ابتدا میں آپ تلاشِ پیرومرشد برحق میں جابہ جا پھرتے تھے، اتفاقاً اُسی تلاش میں پیرانِ کلیر شریف پہنچے، عرس کے موقع پر وہاں مجمع کثیر مشائخ اور اولیا کا دیکھا، حضرت بندگی شیخ محمد جی ؒ کو دیکھ کر عقیدہ آ گیا، اور معلوم ہو گیا کہ جو اوصاف مرشد کامل کے واسطے چاہئیں وہ سب حضرت میں موجود ہیں، ہم راہ ہو لیے، اور ایک سال کے بعد شیخ محمد جی ؒ نے آپ کو بیعت سے مشرف کیا، اور اذکار واشغال تعلیم کیے، ایک مدت تک رات دن اذکار واشغال میں مشغول رہے، واقعات اور مکاشفات بے تعداد آپ پر گزرتے تھے، مگر کسی سے اپنا حال ظاہر نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت بندگی شیخ محمد جی ؒ مع خادمان درویشان کلیر شریف کے عرس میں جا رہے تھے، شاہ غریب اللہ بھی ہم راہ تھے، دیگر درویشوں نے مسکین خیال کر کے اپنا اسباب ان پر لاد دیا، اگرچہ شاہ غریب اللہ کو تکلیف ہوئی، مگر انکار نہیں کیا، یہاں تک کہ موضع رام پور میں پہنچے، اور وہاں سولانی ندی پر ٹھہر کر کسی نے وضو اور کسی نے غسل کیا، اور ارادہ کیا کہ حسبِ دستور یہاں سے ذکر کا حلقہ کرتے ہوئے کلیر شریف میں داخل ہوں، اس موقع پر حضرت بندگی شیخ محمد جی ؒ مراقبہ میں بیٹھ گئے، سر جھکایا ہی تھا کہ دیکھا حضور مخدوم العالمین ؓ اپنے روضۂ اقدس پر رونق افروز ہیں، اور درویشوں کو تو بلاتے ہیں، مگر شیخ محمد جی سے فرماتے ہیں: تم میرے یہاں نہ آؤ،

جب تک کہ میرے غریب کا حق ادا نہ کرو! عرض کیا: حضور وہ کون ہے؟ فرمایا: غریب اُس کا نام، غریب اُس کی عادت ہے، غریب اُس کی قوم ہے، غریب اُس کی صورت ہے، اختیار پور کا رہنے والا ہے۔ شیخ محمد جی نے حضور مخدوم العالمین سے عرض کیا: آپ کے دربار میں حاضر ہو کر اس کا حق ادا کروں گا۔ فرمایا: اسی جگہ رام پور کے تکیہ میں اُس کا حق ادا کرو، آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا، اور شاہ غریب اللہ کو بلایا، آپ نے فرمایا: غسل کر! شاہ غریب اللہ نے غسل کیا، اور حاضر خدمت ہوئے، حضرت شیخ محمد جی ؒ نے سامنے بٹھایا، اور اسرارِ حق تعلیم کیے، اسم اعظم سکھایا، اور نسبتِ صوری ومعنوی منتقل کی، اور فرمایا: اس کو خلافت حضور مخدوم العالمین ؓ نے مرحمت فرمائی ہے، جو شخص خوش نودی حضور مخدوم کی چاہے ان کو پالکی میں بٹھلا کر اپنا کاندھا لگائے۔ یہ سنتے ہی سب پیر بھائیوں نے آپ کو پالکی میں سوار کرایا، کسی نے کندھا، کسی نے ہاتھ لگایا، اور سولانی ندی کے پار اُتارا، جب اس عزت کے ساتھ پیرانِ کلیر شریف پہنچے، اور عرس کر کے واپس آئے، اور یہ مقبولیت آپ کی مشہور ہوئی، اور حضرت شیخ محمد جی صاحب کی بی بی صاحبہ نے سنا، تو آپ کو دروازہ پر بلا کر خادمہ یعنی باندی سے کہہ دیا کہ شاہ غریب اللہ سے کہہ دو: اگر تم اپنے پیرومرشد کا چراغ جلانا چاہتے ہو، تو اولاد کے واسطے دعا کرو، جب اولاد ہی نہ ہوگی تو کون چراغ جلائے گا۔ شاہ غریب اللہ پر حالت خاص طاری ہو گئی، اور کہا: اب تو غریب حضرت پیرومرشد کے واسطے اولاد ہی لے کر حاضر ہوگا، آپ اُسی وقت صدر پور کی جھیل میں ناف تک پانی میں گر کر دعا کرنے لگے، موسم سردیوں کا تھا، آپ مغلوب الحال ہو گئے، سردی کی تکلیف کا خیال نہ کیا، اور اللہ کریم سے عرض کیا: میں اسی جگہ ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن نامراد نہیں واپس ہوں گا، بہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے میری دعا قبول کر، اور میرے پیرومرشد کے گھر میں فرزند عنایت کر! چناں چہ شب میں آپ کو الہام ہوا کہ تیرے پیر کے ایک اولاد ہوگی، شاہ غریب اللہ نے عرض کیا: اے کریم! تو وہاب ہے، اور زیادہ دے،

الہام ہوا: دو بیٹے ہوں گے، پھر عرض کیا: اور زیادہ، حکم ہوا: چار ہوں گے، پھر عرض کیا:
چاروں حافظ، عالم، صوفی ہوں، اُدھر حضرت بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم مکاشفہ میں
معلوم ہوا کہ غریب اللہ شاہ خدا سے ضد کر رہا ہے، اُسی وقت صورت روحانی پیر کی
وہاں پہنچی، اور کہا: اس ضد سے باز آؤ، جو کچھ ملا، اُس پر شکر خداوندی ادا کرو، اور چلے
آؤ، چناں چہ واپس آ گئے، بعد نماز اشراق دروازہ پر جا کر بی بی صاحبہ کو خوش خبری
سنائی، وہاں سے واپس ہو کر پیر و مرشد کے سلام کو حاضر ہوئے، حضرت پیر و مرشد آپ
سے بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: اب تم کو بار بار پیرزادیاں تنگ کریں گی، تم اِختیار پور
چلے جاؤ، آپ فوراً اختیار پور چلے آئے، اور مسند ارشاد پر بیٹھے، اور لنگر مساکین و
محتاجین کے واسطے جاری کیا، اور بہت سے طالبانِ خدا کو مقصود تک پہنچایا۔

۱۳ر رمضان المبارک ۱۱۳۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر حضرت زبدۃ العارفین
شیخ محمد اعظم رنبوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غریب نواز شاہ غریب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ابتدا ہی سے
گرویدہ اور نیاز مند حضرت غریب نواز کے ہو گئے تھے، اور حسب فرمودۂ حضرت پیر و
مرشد برحق اذکار و اشغال میں اکثر وقت گزارتے تھے، اور کھیت کا کام بھی کیا کرتے
تھے، جب شیخ کامل کے مرتبہ پر پہنچے، پیر و مرشد نے خرقہ خلافت پہنایا، اور رنبہ کو روانہ
کیا، آپ مستور الحال رہتے تھے، کسی کو مرید نہیں کرتے تھے، آخر آپ کے پیر بھائی
سید شاہ علی صاحب نے کہہ کر آپ کو ارشاد پھیلانے اور سلسلۂ تعلیم تلقین جاری کرنے
پر مجبور کیا، چند آدمی آپ نے مرید کیے، اور ذکر و شغل تلقین کر کے مجاہدہ کرانا شروع
کیا، اُن سب میں حضرت شاہ محمد جمال محبوب الٰہی جلد مقصود تک پہنچے، اور نسبتِ
محبوبیت سے مشرف ہوئے، آپ کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا۔

''تذکرۃ العابدین'' میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ گنگوہ شریف کے عرس شریف
میں اس زمانہ کے صوفیہ کرام جمع تھے، حضرت شیخ محمد اعظم نہیں آئے تھے، حضرت
قطب الوقت پیر دست گیر سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ نے یاد کیا، اور فرمایا: شاہ محمد اعظم نہیں
آئے، اور یہ وقت نماز مغرب کا تھا، کسی صوفی نے کہا: وہ رنگھڑ فقیر ہیں، اُن کی فقیری
ایسی ہی ہوتی ہے، کی تو کی، اور چھوڑ دی تو چھوڑ دی، شاہ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی وقت
کشف سے اپنے ہم راہیوں سے کہا: لوگ میری غیبت کرتے ہیں، اب میں گنگوہ کو
جاتا ہوں، جس کا دل چاہے میرے ہم راہ چلے، دو خادم ہم راہ ہوئے، آپ دو منٹ

میں دریائے جمن پر پہنچے، اُس وقت دریا طغیانی پر تھا، آپ نے چادر بچھادی، اور مع
ہم راہیوں کے دریا پر سے گزر کر طرفۃ العین میں گنگوہ جا موجود ہوئے، حضرت قطب
الوقت پیر دست گیر سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ نماز مغرب سے فارغ ہوئے تھے، دریافت
فرمانے لگے: کون صاحب ہیں؟ حضرت صوفی سوندھا رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، اُنھوں
نے بہ آواز بلند کہا: یہ وہی ہیں جن کی نسبت کسی صوفی نے رنگھڑ فقیر کا لفظ کہا تھا۔ شیخ محمد
اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر جملہ صوفیہ کرام متعجب ہوئے، اور آپ کی شوکت
وعظمت اور کرامت کا سب نے اقرار کیا۔

۴ر جب ۱۱۴۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر حضرت عارف باللہ

شاہ محمد جمال محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلپھانی شریف میں پیدا ہوئے۔

"تذکرۃ العابدین" میں لکھا ہے کہ پیر و مرشد حضرت سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ تھانیسر
سے داؤ شریفہ کو جاتے تھے، سلپھانی میں نماز کا وقت ہوگیا، شاہ صاحب نماز کے
واسطے ٹھہرے، شاہ محمد جمال صاحب کہ ابھی بچہ ہی تھے، فوراً دو لوٹے وضو کے واسطے
لائے، اور عرض کیا: میں آپ کو وضو کراؤں گا، حضرت میراں جی وضو کرتے جاتے تھے
اور فرماتے تھے: اس جوان کی صورت پر محبوبیت برستی ہے۔ آخر جب درد طلب خدا کا
پیدا ہوا، پیر کی تلاش میں نکلے، بہ موجب ہدایت بعض اولیا حضرت شیخ محمد اعظم جی
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ بیعت ہوگئے، آپ نے اول تین روز
کا روزہ طے رکھوایا، چوتھی شب غسل کراکے اپنے سامنے بٹھایا، اور نسبت صابری منتقل
فرمائی۔ آپ عرض کرنے لگے: میں مرجاؤں گا، میں اس قدر اسرار کا متحمل نہیں ہوسکتا،
آخر چند روز بہ تدریج مجاہدہ اور اشغال میں مصروف رکھ کر کامل بنادیا۔

لکھا ہے کہ آپ نے شغل محمدیہ اور شغل سہ پایہ اور سلطانہ نصیراً اور سلطانہ
محموداً یہ تمام اشغال کرائے، اور اعلیٰ درجہ کی تکمیل پر پہنچایا، اور خرقہ خلافت پہنا کر
مسند ارشاد پر بٹھلا دیا۔ آپ کی شہرت بہت ہوئی، اور آپ نے بہت سے خدام کو
ساحلِ مقصود تک پہنچایا، من جملہ اُن کے حضرت شاہ محمد حیات صاحب، اور خلیفہ نور محمد
صاحب، و میراں محمد صاحب، و جان محمد صاحب قدس اللہ اسرارھم ہیں۔

آپ کی کرامتوں سے ایک کرامت لکھی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ کو بہ مقام کرنال حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں سماع کے وقت اس قدر وجد ہوا کہ بے خبر ہوگئے، اور کپڑے قوالوں کو دے دیے، اُس وقت غلاف روضۂ قلندر صاحب کا خود بہ خود آپ کے اوپر آ پہنچا، آپ نے قوالی موقوف کرادی، اور فرمایا: اب مجھ کو کفن مل گیا ہے، اگلا عرس نصیب نہیں ہوگا، اگلے روز وہاں سے رنبہ کو آئے، تو شاہ چاند صاحب نے جو ایک بزرگ اولیاے سلسلۂ سہروردیہ کے تھے، آپ کو مبارک باد دی، اور فرمایا: کل تمھیں چادر محبوبیت کی مل گئی ہے، تمھارا بہت بڑا روضہ بنے گا، اور قیامت تک تمھارا فیض جاری رہے گا۔

ایک کرامت آپ کی وفات کے بعد اس نواح میں مشہور ہے، اور ”تذکرۃ العابدین“ میں بھی نقل کی ہے، وہ یہ ہے کہ جب خان محمد خان نے آپ کا روضہ بنوایا، نواب صاحب کنج پورہ کے روپیہ اس خیال سے خرچ کر لیے تھے کہ تنخواہ سے ادا کر دیا جائے گا، بالفعل یہ کام پورا ہو جائے، مخالفوں کی غمازی سے نواب صاحب نے خان محمد خان کو قلعہ کے تہ خانہ میں بند کر دیا، اور کہا: تا زندگی نہیں چھوڑوں گا، اگر شاہ محمد جمال میں کچھ کرامت ہے، جن کے روضہ پر روپیہ لگایا گیا ہے، وہ اس تہ خانہ سے نکال کر لے جائیں، چناں چہ اُسی رات کو آپ کی روح مقدس تہ خانہ میں خان محمد خان کے پاس پہنچی، اور فرمایا: چل، عرض کیا: تہ خانہ کے اندر بند ہوں، کوئی صورت باہر نکلنے کی نہیں۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا، پھر عرض کیا: حضرت! سپاہی پہرہ والے میرے سبب موقوف ہو جائیں گے۔ فرمایا: نواب صاحب کے پاس جا کر اور اطلاع کر کے جا، پھر الزام نہیں آئے گا۔ چناں چہ خان محمد خان نے نواب صاحب کے قریب پہنچ کر آواز دی کہ میرے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد جمال مجھے لیے جاتے ہیں، اتنا کہہ کر طرفۃ العین میں رنبہ پہنچے، نواب نے یہ آواز سن کر جواب دیا کہ جیل خانہ اور تہ خانہ کا قفل دیکھو، بلکہ خود نواب نے آ کر مشعلیں روشن کرائیں، جیل خانہ کو

بہ دستور مقفل پایا، پھر قفل کھلوا کر دیکھا، تو اندر کوئی نہ تھا، اُسی وقت میر منشی کو بلا کر معافی کا پروانہ لکھوا کر رنبہ بھیجا، اور بہ جاے ۵۰۰ روپیہ ماہ وار کے ایک ہزار روپیہ ماہ وار کر دیا، اور تمام خزانہ جنیدون اور کنج پورہ واندری کے سپرد کر دیے، چناں چہ خان محمد خان کا انتقال جنیدون میں ہوا، اور وہیں مزار پُر انوار اُن کا ہے۔

۲۹ شعبان ۱۱۷۵ھ میں حضرت محبوب الٰہی شاہ محمد جمال نے وفات پائی۔ روضہ مبارک موضع رنبہ ضلع کرنال میں ہے۔ **رحمۃ اللہ علیہ**

ذکر حضرت عارف باللہ
شاہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت محبوب الٰہی شاہ محمد جمال کے خلیفہ اول ہیں۔ آپ کو یکا یک جذب الٰہی پیدا ہوا، کسی روز برات کے ہم راہ گھوڑا دوڑاتے تھے کہ غیب سے آواز آئی: بہت گھوڑے دوڑائے، باز آؤ! تعجب سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، اور کہنے لگے: یہ کس کی آواز ہے؟ تھوڑی دیر میں پھر وہی آواز آنے لگی، آخر عرض کیا کہ اور کیا کروں؟ تب آواز آئی: مقام رنبہ میں اللہ کا محبوب شاہ محمد جمال ہے، اُس کے پاس جاؤ اور نامِ خدا سیکھو! آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام سامان اور گھوڑا اسی جگہ چھوڑا، اور مقام رنبہ پہنچ کر حضرت سے مشرف بہ بیعت ہوئے، اور موافقِ اِرشادِ مرشد ایسا مجاہدہ کیا کہ تمام مقامات کھل گئے، شغل سہ پایہ کی ورزش انتہا کے درجہ پر پہنچا دی، اور درجہ تکمیل کا حاصل کیا، خرقہ خلافت پایا، اور بہت طالبانِ خدا کو خدا رسیدہ بنایا، خصوصاً تین پیر بھائیوں کو خلیفہ کیا:

اول - حضرت میراں غلام علی شاہ صاحب کو

دوم - حضرت خان محمد خان صاحب کو

سوم - حضرت میراں مظفر صاحب کو

رحمة الله عليهم اجمعين

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۱۹۲ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف سلپھانی میں ہے۔

حضرت میراں مظفر علی صاحب کے خلیفہ حضرت شیخ جمال علی صاحب ہوئے،

اور اُن کے خلیفہ حضرت مولانا مظہر علی صاحب جلال آبادی ہوئے، ان کے خلیفہ حضرت مولانا فتح علی صاحب، اور مولوی ضامن علی صاحب ہوئے۔ مولانا فتح علی صاحب نے عین حج کے دن مقامِ عرفات میں لبیک کہتے ہوئے وفات پائی۔

ان کے خلیفہ حضرت پیر جی غلام محی الدین صاحب رنبہ والے ہوئے۔ اس عاجز راقم الحروف نے پیر جی صاحب کی زیارت کی ہے، اچھے بزرگ، صاحب نسبت اور باوقار تھے۔ جب کلیر شریف حاضر ہوتے تھے، حتی الوسع پیادہ پا چلتے تھے، اور خانقاہ شریف میں حاضر ہو کر ادباً روضۂ شریفہ کے اندر نہیں جا سکتے تھے، حضرت مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کی محبت اور عشق میں مخمور اور بے خود رہتے تھے۔ اُن کے خلیفہ حضرت حافظ محمد بشیر صاحب آج کل کہ ۱۳۳۲ھ ہے' دار الخیر اجمیر میں رہتے ہیں، اچھے بابرکت بزرگ ہیں، سلسلۂ چشتیہ صابریہ اُن سے جاری ہے، سہارن پور میں حافظ امیر حسن صاحب سوداگر دربار شریف کے لنگری بھی اور پیر جی صاحب کے دیکھنے والے ہیں، حافظ صاحب عرصہ سے ہر سال ۱۰ر روز تک ماہ ربیع الاول میں مشایخان ودرویشان حاضرینِ خانقاہ شریف حضور مخدوم العالمین رضی اللہ عنہ کا لنگر اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ بارك الله في عمله وعمره ورزقه.

حضرت مولانا سید فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ سید سرفراز علی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بابرکت بزرگ ہوئے ہیں، اول درجہ میں مرتاض اور مجاہد تھے۔ مزار مقدس ان کا انبیٹھہ میں ہے، فیض و برکت کی جگہ ہے۔

ذکرحضرت مرشدنا مولانا
سیّد غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مرشد آباد کے سیّد زادہ، خاندانی رئیس، اور زبردست عالم تھے۔
آپ زیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا کے واسطے حاضر ہوئے، وہاں یکا یک
طلب خدا کا مضمون دل میں پیدا ہوا، تلاش کرتے رہے، پھر ہندوستان آ کر اجمیر
شریف میں حاضر ہوئے، وہاں کسی پر عقیدہ نہ جما، دہلی اور پانی پت میں آئے، آخر
حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دست گیری فرمائی، اور خواب میں دیکھا کہ ایک
گھوڑے پر قلندر صاحب سوار ہیں، دوسرے پر شاہ محمد جمال سوار ہیں۔ مولانا سے
حضرت قلندر صاحب نے فرمایا: یہ تیرا پیر ہے، رنبہ میں اس کا مکان ہے، شاہ محمد جمال
نام ہے۔ آپ صبح ہی رنبہ پہنچے، مگر یہ معلوم ہوا کہ عالم نہیں' قوم کے راجپوت ہیں،
دیہاتی گفتگو ہے، وہاں سے واپس آ گئے، عقیدہ نہیں جما۔ دوسری شب پھر قلندر
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں: رنبہ جا، شاہ محمد جمال وہی ہیں جن کو
تو نے دیکھا ہے، دوسری دفعہ گئے، مگر دوسری دفعہ بھی دل بستگی نہ ہوئی، واپس ہو گئے،
اور سخت بے قرار ہو کر اللہ کریم کو پکارنا شروع کیا، آخر رات کو دیکھا کہ ایک اژدھا نے
آ کر نگلنا شروع کیا، ہر چند عملیات پڑھنے شروع کیے، کچھ اثر نہ ہوا، اُس وقت شاہ محمد
جمال یاد آ گئے، اور بے اختیار پکارا: یا محمد جمال! اس وقت میری دست گیری کرو! اُسی
وقت کیا دیکھتے ہیں کہ گھوڑے پر سوار ہیں، اور نزدیک آ پہنچے، اور اژدھے کو برچھا مارا،

اُس نے اُگلنا شروع کیا، یہاں تک کہ تمام بدن اُگل دیا، اور وہ صورت وہاں سے
غائب ہو گئی، جب آپ کو حضرت شاہ محمد جمال کی ولایت کا یقین ہوا، صبح ہی رنبہ پہنچے،
نماز ظہر کا وقت جب آیا، شاہ صاحب نے فرمایا: مولوی صاحب نماز پڑھاؤ، مولانا کو
پھر حضرت کے عالم نہ ہونے کا خیال آیا، تو خود امی بن گئے، سارا علم بھول گئے، مولانا
نے عرض کیا: آپ ہی نماز پڑھائیں، مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ حضرت نے فرمایا: اب تک
مولوی صاحب! تم نے صفاتیوں سے نسبت حاصل کی ہے، فقیروں کے ساتھ رہنے کا
اتفاق نہیں ہوا، ذات کا خاصہ ہے کہ صفات پر غالب رہتی ہے، تب آپ اپنے علم کے
جال سے خالی ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے، اور طریقہ پیران چشت کا حاصل کیا،
اور کمال کو پہنچے، اور شاہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیے گئے، انہیں سے خلافت پائی۔

عاجز راقم الحروف بہ مقام شاہ آباد ضلع انبالہ میں غلام بھیکھ کے نام نمبردار کے
مکان پر ایک دفعہ گیا تھا، اُن کے دروازہ میں ایک جگہ محفوظ دیکھی کہ اُس کی عزت
کرتے تھے، متبرک سمجھتے تھے، مَیں نے وجہ دریافت کی، بتلایا کہ ہمارے جد امجد
حضرت پیر دست گیر مولانا سیّد غلام علی شاہ صاحب کے مرید صحبت یافتہ ذاکر شاغل
تھے، جب اُن کے انتقال کا وقت قریب آیا، یہیں اُن کی چارپائی تھی، یکا یک تعظیم کو
اُٹھے، اور بشاش ہو گئے، جب سب نے حال دریافت کیا، تو بتلایا کہ میرے پیر و مرشد
حضرت مولانا سیّد شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مقدس اس وقت رونق افروز تھی۔ اس
وقت سے ہم اس جگہ کا ادب کرتے ہیں۔

نیز عاجز راقم الحروف سے حضرت سردار بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت
عارف باللہ مولانا سید غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ کے کامل مکمل ہونے کا خاص طور
پر ذکر فرمایا تھا، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ سلپھانی سے دائرۂ شریفہ میں واسطے حاصل کرنے
روحانی فیض حضرت پیر دست گیر قطب الوقت سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے آیا کرتے تھے،

یعنی حضرت میراں جی کے اویسی مرید تھے، پس جو مرید سلپھانی بزرگوں کے سلسلہ میں داخل ہیں وہ حضرت شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بھی داخل ہیں، اور دونوں سلاسل کی نسبتوں کے جامع ہیں۔ و الحمد للہ علی ذلک.

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ کو وصال فرمایا۔ مزار مقدس سلپھانی شریف میں ہے۔

۱۲/ خلیفہ کامل چھوڑے، مگر خلیفہ اول و جانشین حضرت پیردست گیر سیّد شاہ امیر الدین شاہ آبادی ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیہ

ذکر حضرت پیردست گیر

سیّد شاہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ شاہ آباد ضلع انبالہ کے سادات میں سے تھے۔ چوں کہ حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلپھانی شریف سے شاہ آباد میں تشریف لے جایا کرتے تھے، حضرت کے والد ماجد نے عرض کیا: ہمارا لڑکا دین کے کام کا ہے، نہ دنیا کے مصرف کا، فرمایا: دین کے کام کا تو ہو سکتا ہے، ہمارے سپرد کردو، چناں چہ حضرت کے سامنے لائے، نظر توجہ سے دیکھا، تعلق خاص پیدا ہو گیا، اور رجوع الی اللہ کا مضمون دل میں سما گیا۔ حضرت مولانا سلپھانی تشریف لے گئے، شاہ امیر الدین ایک روز تو بے قرار ہو کر حال دریافت کرتے رہے، دوسرے روز جو سلپھانی میں حاضر ہوئے، تین روز بعد حضرت مولانا دائرہ شریفہ حضرت پیردست گیر سیّد شاہ بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے گئے، تو شاہ صاحب دریاے مارکنڈہ تک ہم راہ رکاب رہے، حضرت مولانا نے فرمایا: ٹھہرو! شاہ صاحب وہیں ٹھہرے، اور ایک ٹوٹے ہوئے کنوئیں میں، جس میں پانی نہ تھا' بیٹھ کر ذکر جہر میں مصروف ہو گئے، تین روز بعد جب حضرت مولانا دائرہ شریفہ سے واپس ہوئے، راستہ میں ذکر اللہ کی آواز سنی، دریافت کرنے سے معلوم ہوا سید امیر الدین ہیں، بلوایا، اور سلپھان ہم راہ لے گئے، اس عرصہ میں حضرت مولانا نے حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا، فرماتی ہیں کہ میری اولاد کی حق تلفی نہ کر، اُس وقت آپ کو یہ خیال گزرا کہ شاید وطن اور گھر سے جدا کرنا ناپسند ہوا ہو' شاہ آباد واپس بھیج دیا، حضرت شاہ امیر الدین بے قرار تھے، تین

چار روز بعد پھر سلپھانی واپس ہوگئے، اُسی شب حضرت مولانا مشرف بہ زیارت ہوئے، حضور سردارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: امیرالدین کو تعلیم کرو، جابجا نہ پھراؤ، پھر حضرت مولانا نے آپ کی تعلیم باطنی کی طرف بہت توجہ کی، اور خوب ریاضت کرائی، اور درجہ تکمیل پر پہنچا کر سجادہ نشین اور خلیفہ قرار دیا۔

حضرت سیّد شاہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شہرت ہوئی، جماعت کثیر درویشوں کا حلقہ آپ کے ہم راہ رہتا تھا، سب رات دن ذکر جہر میں مصروف رہتے تھے، اور جب کبھی کسی جلسہ یا عرس میں تشریف لے جاتے تھے تمام فقرا ادب سے بیٹھے رہتے تھے، چہرہ پر آپ کے نقاب رہتا تھا۔ یہ مشہور تھا کہ آپ جانوروں کی آواز سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بھینس دوڑتی ہوئی آپ کے پاس آئی، آپ نے فرمایا: یہ فریاد کرتی ہے کہ میرے چھ بچے ذبح کر ڈالے ہیں، جب دریافت کیا گیا، تو یہ شکایت صحیح تھی۔

آپ کی وفات ۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار اقدس سلپھانی میں ہے۔ رحمة الله عليه

ذکر حضرت حبیب الواصلین

شیخ امام علی صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے سلسلہ حضرت پیر دست گیر سیّد شاہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا جاری ہوا۔ عنفوانِ شباب میں آپ کو ذوق وشوق اور دردِ طلب پیدا ہوا۔ سیّد صاحب کا شہرہ سن کر سلپھانی شریف پہنچے، اور دولت بیعت سے مشرف ہو کر ذکر نفی واثبات اور اسم ذات میں خوب مشق بڑھائی۔

''تذکرۃ العابدین'' میں لکھا ہے کہ ذکر نفی واثبات کے وقت گاہ گاہ آپ کو جوش پیدا ہوتا تھا، حجرہ سے باہر آ کر درخت کی شاخ پکڑ کر نفی واثبات میں مصروف ہو جاتے تھے، عجب حالت ہوتی تھی، نفی کے وقت درخت کی شاخیں اونچی ہو جاتی تھیں، اور اثبات کے وقت زمین پر جھک جاتی تھیں، گویا سجدہ کرتی ہیں، جب آپ کو نسبتِ چشتیہ صابریہ حاصل ہوگئی، سیّد صاحب نے خلیفہ بنایا، اور خلعتِ معنوی پہنایا، اور رام پور کو بھیج دیا، وطن میں پہنچ کر آپ نے سپاہیانہ لباس میں زندگی بسر کرنی شروع کی، تاکہ کسی کو حال معلوم نہ ہو، یہاں تک سپاہیوں میں نوکری کر لی، ایک روز آپ صاحب کلکٹر ضلع سہارن پور کی کوٹھی میں نماز پڑھتے تھے، صاحب کلکٹر اُسی جگہ آ گیا، جب سجدہ میں گئے، ٹھوکر ماری، اور کچھ کہتا ہوا چلا، آپ نے سلام پھیر کر ایک ہاتھ تلوار کا مارا، دوسری دفعہ ہاتھ اٹھایا تھا کہ صاحب بھاگ کر کوٹھی میں گھسا، مگر بہت زخمی ہو گیا، پولیس نے فوراً گرفتار کر لیا، مقدمہ عدالت میں دائر ہوا، معتبر ذریعہ سے سنا تھا کہ قصور صاحب کا ثابت ہوا کہ عبادت کرتے ہوئے ٹھوکر ماری، مگر عدالت نے بہ

خیال انتظامِ سلطنت قید محض کردیا، باوجودے کہ صاحب زخمی ہوا تھا، اور مقدمہ بھی ہوا، لیکن صاحب جب تک زندہ رہا اور جہاں کہیں رہا حضرت کا معتقد رہا، اور ماہ بہ ماہ کچھ امداد کرتا رہا۔

قید ہوجانے پر آپ کے خلیفہ عارف باللہ حضرت محمد حسن صاحب ؒ نے کلیر شریف حاضر ہوکر حضرت مخدوم العالمین ؒ کے یہاں فریاد کی، حضرت نے معاملہ میں مولانا کو فرمایا: ہمارا سپاہی امام علی جیل خانہ میں بے کار نہیں گیا، ایک درویش شطاری نسبت والا جیل خانہ میں ہے، اُس کے پاس بھیجا گیا ہے۔

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے: مجھے ایک عمر رسیدہ سپاہی نے، جو اُن دنوں جیل خانہ سہارن پور کے محافظوں میں تھا' بتلایا تھا کہ حضرت شاہ امام علی صاحب ؒ کی کرامات اور برکات جیل خانہ میں ہم سپاہی دیکھا کرتے تھے، اور سب کمال کے معتقد تھے، جب آپ کو جیل خانہ سے باہر لائے، تو مجسم نور نظر آتے تھے۔ حضرت کے عزیزوں سے سنا کہ وفات سے پہلے پیران کلیر شریف حاضر ہوئے، تاکہ وہیں وفات پائیں، اور دفن ہوں، مگر حضور مخدوم العالمین ؓ نے حکم دیا: رام پور جاؤ، وہیں تمھارا مزار ہوگا، چناں چہ آپ سواری بہلی میں واپس ہوئے، علاوہ دیگر خادموں کے مولوی عبدالغنی صاحب خسر حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ؒ بھی کہ آپ کے خادموں میں سے تھے' آپ کی ہم رکاب تھے، سب نے عجب حالات اور واقعات کلیر شریف سے رام پور تک دیکھے۔ وفات راستہ میں ہوئی، یا رام پور پہنچ کر وصال فرمایا۔

اور یہ کرامت مشہور ہے کہ جب گاڑی بان نے بیل کے سانٹا مارا، جس قدر نشان بیل کی کمر میں تھا، اُسی قدر آپ کی پشت پر ظاہر ہوا، اور آپ نے آہ کی۔

۱۲۴۰ھ میں یکم جمادی الاولیٰ کو آپ کی وفات ہوئی۔ رحمة الله عليه

ذکر زبدۃ المحدثین حضرت محمد حسن صاحب، عرف

مولانا محمد بخش صاحب رام پوری ؒ

آپ خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ امام علی شاہ ؒ کے گزرے ہیں۔ ''تذکرۃ العابدین'' میں لکھا ہے: اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت مولانا شاہ امام علی صاحب ؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر دولت بیعت سے مشرف ہوگئے تھے، اور ایسا تعلق پیدا ہوگیا تھا کہ کسی وقت پیر و مرشد سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ جب حضرت شاہ صاحب تہجد کی نماز کے واسطے گھر سے باہر نکلتے، اور مسجد میں جاتے، تو مولانا کو دروازہ کے باہر کھڑا ہوا پاتے، ایک روز شاہ صاحب نے فرمایا کہ محمد بخش! مجھے اللہ تعالیٰ نے معلوم کرادیا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تیرا ہے، اب تم دہلی جاؤ، اور علومِ عربیہ حاصل کرکے آؤ، آپ سنتے ہی حکم بجالائے، اور دہلی پہنچ کر استاذ الکل مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی ؒ سے علوم تحصیل کیے، مگر اس عرصہ میں اذکار واشغال کے سلسلہ میں بھی کمی نہیں آنے دی۔ مولانا مملوک علی صاحب آپ کے حالات دیکھ کر آپ کا ادب کرتے تھے، اور نہایت معتقد تھے، مکان علحدہ دے دیا تھا، اکثر درویش دہلی کے آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ جو واقعہ کالج اور مدرسہ کے متعلق پیش آنے والا ہوتا تھا مولانا مملوک علی صاحب کو پہلے سے اس کی خبر دے دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب ؒ نے ابتدائی کتابیں صرف ونحو کی حضرت ہی سے پڑھی تھیں، ''دلائل الخیرات'' اور ''حزب البحر'' کی اجازت بھی آپ

ہی سے لی تھی، اور آپ ہی کی ترغیب اور ہدایت سے تحصیل علوم کے واسطے مولانا دہلی تشریف لے گئے تھے۔

''تذکرۃ الرشید'' ص ۲۶ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے اولاد دختری تھی، کوئی فرزند نہ تھا، مولانا محمد حسن صاحب نے کہا: جیسے ہمارے پیروں میں سے شاہ غریب اللہ صاحب نے اپنے پیر حضرت بندگی شیخ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے فرزند نرینہ کے پیدا ہونے کی دعا کی تھی، میں اپنے استاد کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ اُن کے گھر میں ایسا فرزند پیدا ہو کہ عالم اور حافظ اور ولی ہو، مولانا مملوک علی صاحب یہ سن کر ہنس پڑے۔ اللہ کریم نے آپ کی دعا قبول کی، اور مولانا محمد یعقوب پیدا ہوئے، جو اول درجہ کے حافظ اور صوفی تھے۔ بعد تحصیل علوم جب حضرت مولانا دہلی سے واپس رام پور ہوئے، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے، شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی، اور خود وفات پائی، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر آیا۔

عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ عاجز سے حضرت استاذی مولانا انصار علی صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ منورہ میں جناب مولوی محمد بخش صاحب رام پوری اور یہ خاکسار علم حدیث پڑھا کرتے تھے، تو مولوی صاحب کو تو ہر وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری تھی، اور بغیر خوش بو لگائے میرے کپڑوں میں سے خوش بو آیا کرتی تھی۔

آپ نے اپنا خلیفہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیا، اور ۱۲۵۹ھ میں ۱۷ر ذی قعدہ کو آپ نے وفات پائی۔ مزار مقدس رام پور میں ہے۔ رحمة الله عليه

ذکر حضرت زبدۃ الصالحین

میاں جی کریم بخش رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدا ہی سے نام خدا لینے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، حضرت مولانا قدس سرہ کے پاس حاضر ہو کر دولتِ بیعت سے مشرف ہو گئے، اور اذکار واشغال اس مجاہدہ سے کرنے شروع کیے کہ آپ کی آواز میں گنگناہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

عاجز راقم الحروف نے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت میاں جی صاحب حبس دم کے ساتھ مسجد میں شغل کر رہے ہیں کہ سخت بے قراری پیدا ہوئی، کپڑے پھاڑ ڈالنے کو تیار ہوئے کہ یکا یک حضرت مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی روح مقدس مجسم تشریف لائی، اور پکڑ لیا، اور ہر طرح کی تسلی فرما کر غائب ہو گئی۔

اور یہ بھی ثقہ شخص سے سنا کہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مَیں ذکر سے سر اُٹھاتا ہوں تو اپنے سر سے آسمان تک ذکر لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا صحیح واقعہ ہے!! فرمایا اللہ کریم نے:

''اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ۔''

یعنی پاکیزہ کلمات اللہ کی طرف چڑھتے ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب انبیٹھوی خلیفہ حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز راقم الحروف سے بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ سخت گرمی کے وقت دوپہر کے قریب بہ مقام رام پور حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا،

مسجد کے آگے چار پائی پر بیٹھے ہوئے حقہ پیتے تھے، حقہ میرے سامنے کر دیا، چوں کہ میں میاں جی صاحب سے بے تکلف تھا، مَیں نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کی بزرگی تو ہم اُس وقت خیال کریں کہ ایسی گرمی کے وقت بارش ہو جائے، اور آرام ملے، ہنستے رہے، اور مَیں بے تکلف بار بار کہتا رہا، آخر الامر چہرہ حضرت کا سرخ ہوگیا، اور خاموش ہوگئے، کچھ دیر نہیں گزری کہ بادل چھا گیا، اور بارش ہوگئی، وہ گرمی اور طپش دور ہوگئی۔ اس قصہ کو ''تذکرۃ العابدین'' میں اور الفاظ سے لکھا ہے، مگر مجھے جیسا یاد تھا وہی لکھ دیا، نتیجہ ایک ہی ہے۔

حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا دن نزدیک آیا، مریدوں نے عرض کیا کہ آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا؟ فرمایا: کریم بخش، سب سن کر متعجب ہوئے کہ میاں جی صاحب جے پور میں ملازم ہیں، کس طرح آ سکیں گے، چناں چہ اگلے روز آپ کی وفات ہوگئی، حضرت میاں جی صاحب آ موجود ہوئے، اور جنازے کی نماز پڑھائی۔

حضرت میاں جی صاحب کی وفات ۱۷ر شوال ۱۲۷۹ھ کو ہوئی۔ قبر مقدس رام پور میں ہے۔

آپ کے تین خلیفہ ہوئے، تینوں سے سلاسل جاری ہیں:

اول حضرت حافظ محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ ۶ ماہ گزرے ہوں گے آپ نے اپنے وطن دیوبند میں وفات پائی۔ اپنے زمانہ کے صالحین سے گنے جاتے تھے۔ حضرات علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ آپ کے خلیفہ حضرت حاجی محمد انور شاہ صاحب دیوبندی تھے۔ آپ کے سامنے ہی ۱۳۱۲ھ میں انتقال کر گئے تھے۔ لائق بزرگ اور اہل نسبت تھے۔ ''ملفوظات انوری'' مولوی حاجی اکرم علی میں آپ کے

مفصل حالات زہد و ریاضت وغیرہ کے درج ہیں۔ مولوی سیّد امانت علی نکودری آپ کے خلیفہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ پنجاب میں جاری ہے۔

دوسرے خلیفہ حضرت میاں جی صاحب علیہ الرحمہ کے حضرت خواجہ طفیل علی صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ ان کے خلیفہ عزیزم ناصر الاسلام محمد شفیع رام پوری خود ان کے فرزند ارجمند تھے۔ سخت افسوس ہے کہ عین عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ بریلی اور مظفر نگر وغیرہ میں حضرت خواجہ صاحب اور مولوی صاحب کے مرید بہ کثرت موجود ہیں۔ مولوی صاحب کے صاحب زادہ فیضان احمد ابھی صغیر سن بچے ہیں، اللہ کریم اُن کی عمر میں برکت دے، اور اپنے بزرگوں کی جانشینی کے قابل بنا دے۔

ذکر حضرت زبدۃ العارفین عمدۃ السالکین شیخی ومرشدی

محمد صابر علی چشتی صابری رام پوری ؒ

حضرت میاں جی صاحب ؒ کے تیسرے خلیفہ مرشدی وشیخی حضرت حافظ محمد صابر علی ؒ تھے۔ آپ نے پہلے قرآن شریف تجوید کے ساتھ حفظ کیا تھا، نہایت خوش الحان تھے، قراءت اور ترتیل سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اُس کے بعد علومِ دینیہ کی تعلیم کے واسطے دہلی پہنچے، نصف علم تحصیل کر چکے تھے کہ غدر ہو گیا، اور آپ وطن واپس ہو گئے، دہلی کے قیام میں حافظ مجذوب صاحب جو صاحب خدمت دہلی مانے جاتے تھے آپ کے پاس آتے، اور نظرِ شفقت سے دیکھتے تھے، کیوں کہ اسی زمانہ میں آپ کے اوقات وظائف واوراد سے منضبط تھے۔

عاجز کے ماموں منشی خواجہ حسن رام پوری مرحوم نے مجھے بتلایا تھا کہ ہمارے پیرو مرشد حضرت مولانا محمد حسن صاحب ؒ نے ہمارے سامنے بیان کیا تھا کہ میرے پیرو مرشد حضرت شاہ امام علی ؒ نے وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ مجھے حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا ؓ نے گلاب کا پھول خواب میں عطا فرمایا ہے، اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرے گھر میں حمل ہے، میرے انتقال کے بعد ایسا فرزند صالح پیدا ہوگا کہ طریقت اور معرفت کی خوش بو اُس سے مہکتی ہوگی۔ چناں چہ حضرت مولانا جب تک زندہ رہے، خصوصیت کے ساتھ حضرت حافظ صاحب کو دیکھنے آتے تھے، حضرت مولانا کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ میاں جی صاحب علیہ الرحمہ کو بھی آپ کا بڑا خیال رہتا تھا، بیعت کرنے کے بعد جو اذکار واشغال پیرانِ عظام سے پہنچے، اور جو

نعمت بہ ذریعہ حضرت مولانا آپ کے والد ماجد حضرت شاہ امام علی صاحب سے ملی تھی وہ حضرت حافظ صاحب کے سپرد کر دی۔

مدت العمر حضرت مرشدی حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے عزلت اور خلوت میں گزاری، ابتدا میں تو مسجد محلہ کے حجرہ میں سال ہا سال رات دن رہے، جب آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ طفیل علی صاحب ؒ بہاول پور سے آئے تب اپنے گھر کے حجرہ میں رہنے لگے، اور اس عاجز راقم سے تذکرۃً فرمایا کہ جب میں نے اس حجرۂ مسجد کو چھوڑ دیا، یہ دیکھا کہ حجرہ گر گیا، اور رو رو کر کہتا ہے: آپ مجھ سے کیوں جدا ہو گئے؟ کوئی وقت قراءتِ قرآن شریف اور درود شریف اور اذکار واشغال سے خالی نہیں جاتا تھا، برادری کی تقریبوں میں جانا قطعی بند کر رکھا تھا، تمام عمر کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ بلا ضرورت کسی دنیا دار کے پاس گئے ہوں، بلکہ جہاں تک یاد ہے ضرورت پر بھی نہیں گئے۔ باوجود عیال واطفال زیادہ ہونے کے اور اُجلا خرچ ہونے کے دنیا کی فکر میں خلوت گاہ سے باہر جانا پسند نہیں کیا، ہمیشہ گھر میں متوکل رہے، اور خوش رہے۔

استعداد آپ کی فارسی کے علاوہ عربی میں بہت اچھی تھی، علومِ دینیہ سے بہ قدر ضرورت ماہر تھے، تمام امور میں اتباعِ شرع شریف کو مقدم سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ المحدثین مولانا محمد حسن ؒ کے زمانہ فیض نشان سے اس سلسلہ میں عالمانہ طریق اتباع ظاہری اور باطنی خاص طور پر شروع ہو گیا تھا، اسی طرز پر آپ نے اپنا عمل رکھا، عام مجلس سماع میں شامل نہیں ہوتے تھے، ہاں اگر خلوت میں مع لحاظ شرائط کے سماع ہوتا تب اُس کو بہت ہی اچھا اور نہایت ہی مفید خیال فرماتے تھے۔

اعراسِ پیرانِ عظام میں سے پیرانِ کلیر شریف میں ضرور حاضر ہوتے تھے، تقریباً چالیس سال کے عرصہ میں کبھی نہیں دیکھا کہ حاضر نہ ہوئے ہوں، ایک دفعہ کسی وجہ سے نہیں گئے تھے، نیازمند خادم نے دریافت کیا، تو فرمایا: کسی قدر بیمار تھا، مگر بہت

قصور ہوا، کیوں کہ حضور مخدوم العالمین میری عدم حضوری سے ناخوش ہوئے، مدتوں اس عدم حاضری کا رنج رہا۔

جس سال وفات ہوئی، نہایت کم زور تھے، ضیق النفس کا دورہ تھا، رات دن پانی برس رہا تھا، کہیں اطمینان سے ٹھہرنے کے لیے ٹھکانہ نہ تھا، مگر نہایت خوشی سے حاضر ہوئے، ہر وقت بشاش تھے، اور یہ ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کی نسبت دیکھا گیا ہے کہ بالکل جل گیا، اور جل کر خاکستر ہوگیا، دیکھنے والے کہتے ہیں: اب اکسیر بن گیا، موقع پاکر اس خادم نے عرض کیا: حضرت! یہ کس کا قصہ بیان فرمایا؟ تامل کے بعد بتلایا کہ یہ میرا ہی قصہ ہے۔ اس فرمانے کے ایک مہینہ بعد آپ کا وصال ہوا۔

آپ جب کبھی ذکر جہر کی تعلیم فرمایا کرتے تھے، تو تمام شرائط شد و مد و تحت و فوق کی رعایت کرتے تھے، سننے والے کے دل پر اثر ہوتا تھا، چوں کہ قرآن شریف کی طرح آپ ''دلائل الخیرات'' کے بھی آپ حافظ تھے، اور روز مرہ تمام پڑھتے تھے، نسبت خاص پیدا ہوگئی تھی، کثرت سے مشرف بہ زیارت ہوتے تھے۔

ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ مجھے حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: میرا نام ابا القاسم بھی لیا کرو، یعنی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہا کرو!

ایک مرتبہ دیکھا کہ سردار دو عالم ﷺ نے کرتہ شریف جسم اطہر سے جدا کر کے عطا فرمایا، اور حکم دیا: اس کو پہن لے۔

ایک دفعہ دیکھا کہ روضۂ شریفہ میں حضور سردار دو عالم ﷺ رونق افروز ہیں، اور خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، اُس وقت حضرت خواجہ نے معانقہ سے مشرف فرمایا۔ حافظ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے دل کو حضرت اپنے دل مبارک سے ایسا ملا دیں کہ عرفانِ حقیقی حاصل ہو جائے، اور میرے جو متوسل ہیں حضرت کی ہم راہ رہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: تم اور تمھارے متوسل میرے ہم راہ ہیں، اور میں ہم راہ محبوب ربّ العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوں۔

قرآن شریف کی کثرتِ تلاوت سے مناسبتِ خاص پیدا ہوگئی تھی۔ مجھے ایک دفعہ فرمایا کہ کبھی ایسا حظ اور لطف تلاوتِ کلامِ الٰہی میں آتا ہے کہ حروف قرآن شریف کے مجھ سے بات کرتے ہیں، اور بول اُٹھتے ہیں۔ سلطان الاذکار کا ایسا غلبہ تھا، فرماتے تھے: بفضلہٖ تعالیٰ مصرع ''ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنار نیست'' کا یہ فقیر مصداق ہو رہا ہے، سنبھلنا مشکل نظر آتا ہے۔

ابتدا میں حضرت پیر و مرشد حافظ صاحب نے عاجز راقم الحروف کو چار وظیفے بتلائے تھے، وہ زمانہ خاکسار کی طالب علمی کا تھا، وظیفوں کے پڑھنے کا وقت کافی نہیں ملتا تھا، ایک شب حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا، فرمانے لگے: چار چیزیں ہماری طرف سے تمھیں پہنچی ہیں، تم اُن کو نہیں پڑھتے۔ میں نے خواب ہی میں عرض کیا: حضور! ابھی فلاں فلاں کتاب پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر فرمایا: اچھا، مضائقہ نہیں۔ اس سے حضرت پیر و مرشد کی قبولیت پیرانِ عظام میں معلوم ہوئی کہ آپ کی تعلیم ان کی ہی تعلیم ہے۔

تصرف کا یہ حال تھا کہ مولانا محمد عمر مرحوم سے اس عاجز راقم الحروف کی نسبت فرمایا: مشتاق احمد سلسلہ میں آ جائے تو اچھا ہو، مگر اس عاجز کو دیگر حضرات سے عقیدہ تھا، جب مَیں مدرسہ دیوبند میں پہنچا، اور دوپہر کو قیلولہ کیا، کیا دیکھا کہ دیوبند کی طرف سے رام پور حضرت کے دولت خانہ کے سامنے حاضر ہوا ہوں، حضرت حافظ صاحب اور حضرت کے والد ماجد حبیب الواصلین شاہ امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں رونق افروز ہیں، مَیں دیکھتے ہی دونوں کے گرد طواف کرنے لگا، اور طواف کرتا کرتا دونوں میں فنا ہوگیا، جب ہوش آ گیا تو میرے آنسو ظاہر میں بھی جاری تھے، مولانا محمد عمر مرحوم دیکھ رہے تھے، اور تعجب کر رہے تھے کہ یہ سوتا سوتا کیوں رو رہا ہے، اس کے بعد میرے دل کو ایسی کشش ہوئی کہ دیوبند سے رام پور پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوگیا۔

حضرت حافظ صاحب کے مریدوں میں سے سید امتیاز علی صاحب منصف

امروہی کا آخر زمانہ بہت اچھا ہو گیا تھا، کثرت جہر ذکر اور کثرت درود شریف کے سبب نسبت خاص اُن میں پیدا ہو گئی تھی، لہٰذا اُن کو بیعت کرنے کی اِجازت دے دی تھی، مگر منصف صاحب کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے، اُن کے اخلاق زیادہ صفات حمیدہ سے بدل گئے تھے۔ افسوس ہے اُن کی عمر نے وفا نہ کی۔ نماز تہجد میں ۱۷/ذی قعد ۱۳۲۳ھ کو اپنے وطن امروہہ میں انتقال فرمایا۔

دوم مولانا سید عبد اللہ صاحب کو بھی خلافت عطا فرمائی تھی، مولانا اپنی خوبیوں اور نیکیوں میں نزدیک و دور مشہور تھے، سادات عرب سرائے دہلی کی یادگار شافعی المذہب عرب تھے۔ اب اُن کے چاروں صاحب زادے مولوی سیّد محمد، مولوی سیّد عبد الغفور، مولوی سیّد عبد الغنی، مولوی سیّد عبد العزیز مہذب نیک اخلاق والے ہیں۔ اپنے والد مرحوم کے قدم بہ قدم چل رہے ہیں۔ بارك الله فيهم حضرت مولوی صاحب نے ذی قعدہ کی ۲۵ تاریخ ۱۳۳۰ھ میں وفات پائی، اور حضرت شمس الدین عطاء اللہ ؒ کے مزار مقدس کے احاطہ میں عرب سرائے کے پاس حسبِ اجازت ان کی روح مقدس کے دفن ہوئے۔

عاجز راقم الحروف روسیاہ مشتاق احمد کی نسبت چند مرتبہ زبان مبارک سے حضرت پیرومرشد حافظ صاحب نے خلافت عطا فرمانے کے واسطے ارشاد کیا تھا، لیکن اس عاجز نے صراحۃً انکار کیا، اور عرض کیا: عاجز اس قابل نہیں کہ خلیفہ بنایا جائے، بعض دفعہ یہ بھی فرمایا کہ معاملہ میں ہمیں تین یا دو دوپٹے سر کے باندھنے کے ملے ہیں، جن میں ایک تمہارا ہے، پھر بھی یہ عاجز انکار کرتا رہا، آخر الامر وفات سے چند مہینے پیش تر خلافت نامہ تحریر فرما کر بہ ذریعہ ڈاک میرے پاس لدھیانہ بھیج دیا، عاجز نے سرآنکھوں پر رکھا، مگر کسی کو اطلاع نہیں دی، دوسرے یا تیسرے دن ایک عالم لدھیانوی مولوی نور محمد نام قادری میرے پاس تشریف لائے، اور یہ کہا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں: مولوی مشتاق احمد خلیفہ

ہو گئے۔ یہ سن کر دل اس واسطے زیادہ خوش ہوا کہ حضرت پیرومرشد برحق کے اِس عطیہ کی سچائی اور قبولیت عالم غیب سے ایک عالم باعمل کی زبان سے تصدیق ہو گئی۔ فالحمد لله على ذلك۔

حضرت پیرومرشد برحق حافظ محمد صابر علی ؒ نے شب جمعہ ۱۴/ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ میں وفات پائی، اور اپنے وطن قصبہ رام پور ہی میں آپ کا مزار مقدس بنایا گیا۔ غالباً حضرت پیرومرشد کی وفات کے دن یا ایک یا دو دن مقدم مؤخر اس عاجز نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا مجمع ہے، اس میں حضرت حافظ صاحب کے مرید بھی ہیں، ایک کبوتر کی شکل کا پرندہ اڑا، ہر ایک کو حسرت اور رنج ہونے لگا کہ یہ بیش بہا پرندہ ہاتھ سے گیا، گویا آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کسی طرح پھر لوٹے، یکا یک وہ پرندہ لوٹا، اور اس عاجز راقم الحروف کی داہنی آنکھ پر اطمینان سے بیٹھ گیا، تسلی ہو گئی۔

آپ نے دو صاحب زادے چھوڑے: مولوی محبوب احمد اور مولوی غوث الاسلام۔ مولوی محبوب احمد تو انتقال کر گئے، اُن کے فرزند محمد مصطفیٰ جوانِ صالح اور مہذب و تعلیم یافتہ ہیں۔ مولوی غوث الاسلام صاحب اوقات کے پابند، زندہ دل اور حضرت پیرومرشد کے طریقہ کے پابند ہیں۔

قصہ عجیب

حضرت حافظ صاحب کی وفات سے ۹ مہینے بعد مولوی سیّد ستار حسین صاحب منگلوری ؒ جو حضرت کے اخص الخواص خدام میں سے تھے، حضرت کا مزار مقدس پختہ بنوانا چاہا، لحد کے قریب سے بنیاد دیوار کی اٹھانی چاہی، تا کہ آئندہ نقصان نہ پہنچے، بنیاد کھود رہے تھے کہ لحد کھل گئی، کیا دیکھا کہ کفن حضرت پیرومرشد برحق کا اس عرصہ ۱۵/مہینے میں میلا تک نہیں ہوا، بہ دستور سفید ہے۔ دیکھنے والوں کی عجیب کیفیت ہوئی، اور تصدیق ہو گئی کہ حضرت اولیاء اللہ سے ہیں۔ فالحمدللہ، ثم الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

حضرت سیّد محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر رسالہ ''مجموعہ کائناتِ قدسی'' چھپوایا تھا، اُس میں بھی یہ قصہ کفن کے پندرہ مہینے تک میلا نہ ہونے کا لکھا ہے۔

اس عاجز نے جیسا کہ اپنا حال شکستہ بال عرض کیا کہ حضرت پیر ومرشد کے سامنے یہی عرض کرتا رہا کہ اس عاجز سے خلافت کا بار ہرگز نہیں اٹھایا جا سکتا، وہی حال اب بھی ہے، بعض احباب معتقد بن کر مرید ہونا چاہتے ہیں، لیکن عاجز صاف انکار کر دیتا ہے، مرید نہیں کرتا، یہی صورت رہتی تو سلسلہ بند ہو جاتا، لیکن پیرانِ عظام کی برکت خصوصاً حضرت پیر ومرشد کی کرامت ہوئی کہ میرے چھوٹے بھائی پیر جی ظہور احمد صاحب دامت برکاتہم نے کہ صاحب نسبت اور مجاز ہیں' اس سلسلہ کو سنبھال لیا، بہ کثرت طالبانِ خدا اُن سے مرید اور فیض یاب ہو رہے ہیں۔ و ھذا من اعظم نِعَم ربی علی و علی اخی بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکتِ پیرانِ عظام اچھا مجمع نظر آ رہا ہے، کئی اہل نسبت اور اہل حال موجود ہیں، شب و روز حق مجاہدہ ادا کر کے مدارجِ عرفان حاصل کر رہے ہیں۔ اللھم زد فزد.

بعض احباب آپ کی خدمت میں اصرار کرتے ہیں کہ کچھ واقعات اور حالات اپنے پیارے بھائی پیر جی ظہور احمد کے جو عجیب و غریب ہیں اِس کتاب میں لکھوں، مگر چوں کہ میرا بھائی مجھ سے جدا نہیں، کنفس واحدہ ہے، جو مجھے اپنے واسطے پسند ہے وہی اُن کے واسطے پسند ہے کہ خاموش رہوں کہ عجب وریا کا خطرناک اندیشہ لگا ہوا ہے۔ فاللّٰہ حسبنا و نعم الوکیل، ولا حول قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

فائدہ

عاجز راقم الحروف مشتاق احمد عرض کرتا ہے کہ اس تاریخ اولیائے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے مدوّن کرنے سے اصلی غرض یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر مومنین کاملین کے دلوں میں طریقت کے حاصل کرنے اور دردِ طلب پیدا کرنے کا شوق پیدا ہو، ہر چند طالبانِ خدا اور متلاشیانِ طریقۂ اولیا آج کل کہ سخت غفلت کا زمانہ ہے' تقریباً معدوم ہیں، لیکن ابھی قیامت دور ہے، اور وہ وقت نہیں آیا کہ جس کی خبر حضور سردارِ دو عالم ﷺ نے دے رکھی ہے، کما فی صحیح مسلم:

عن انس، ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال:

''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔''

و فی روایۃ، قال:

''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔''

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ

اُس شخص پر قیامت قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کا بقا ذکرِ خدا کی برکت سے ہے، جب اللہ کا ذکر کرنے والے دنیا سے اُٹھ جائیں گے تو قیامت آ جائے گی۔

اولیاءاللہ جن کا ذکر اس کتاب میں لکھا گیا یادالٰہی کو بڑھانے اور غفلت کے دور کرنے کے سبب درجہ ولایت پر پہنچتے رہے ہیں، اور سخت سے سخت مجاہدات کر کے نفس امارہ کو قابو میں لاتے رہے ہیں، کیوں کہ جیسے انسان میں کمالاتِ ظاہری علومِ دین کے سیکھنے اور اتباعِ شرع شریف کرنے سے پیدا ہو جاتے ہیں ویسے ہی کمالاتِ باطنی ریاضت اور مجاہدہ کرنے اور شیخ کامل کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرمایا اللہ کریم نے:

”وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔“

یعنی جن لوگوں نے محنت کی ہمارے واسطے، ہم سوجھائیں گے اُن کو اپنی راہیں، اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

اس آیۂ شریفہ میں مجاہدہ عام ہے، شیطان سے ہو یا نفس سے ہو، یا اعدائے دین سے ہو۔ **فی المدارک:**

”اطلق المجاهدة و لم بقيدها بمفعول ليتناول كل ما تجب مجاهدته من النفس و الشيطان و اعداء الدين۔“

اور حدیث شریف میں ہے:

”وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔“

یعنی مجاہد وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا ہو خدائے تعالیٰ کی عبادت میں۔

غرض حضرات اولیائے کرام کے حالات مطالعہ کرنے کے بعد اُن کی ریاضت اور مجاہدہ اور دردطلب و سوز و گداز سے سبق باطنی حاصل کرنا لازم ہے، نفس کو اخلاقِ ذمیمہ حسد اور کینہ اور غرور اور نفاق و ریا سے حسب ہدایت پیر طریقت کہ بلندیٔ مرید کے حق میں طبیب حاذق ہے، پاک کرنے میں کوئی دقیقہ کوشش کا باقی نہ رکھے، اور

عادۃ اللہ جاری ہے کہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، **کما قال جل و علا:**

”اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔“

اور جب نفس مقہور اور مغلوب ہوگا تو اُس کی صفاتِ ذمیمہ بھی مقہور و مغلوب ہو جائیں گی، اور دل زندہ ہو کر اِصلاح پر آ جائے گا۔ فرمایا حضور رسول اکرم ﷺ نے کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو گیا تو تمام بدن درست ہو گیا۔

قلب کی اِصلاح میں کثرتِ ذکراللہ بہت مؤثر ہے، اس ذکر اللہ کے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے طریق ذکر اولیائے سلسلہ نے حسب اجتہاد طریقت خود مختلف بتلائے ہیں، ہر ایک سلسلہ والے وہ اذکار اور اشغال جن کو ان پیش واؤں نے صفائی قلب کے واسطے تجربہ کر لیا ہے، مریدوں کو سکھاتے ہیں، اور اُن سے ریاضت اور مجاہدہ کرا کے ساحل مقصود تک پہنچاتے ہیں، اور نیز طریقہ ادب اور تہذیب نفس کا سکھلاتے ہیں۔
وللّٰه در من قال:۔

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود
تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند
کم باید کرد و خشک لب باید بود

جب طالب صادق ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے تو خداوند عالم کی طرف سے دست گیری ہوتی ہے، اور فنائے قلبی حاصل ہو کر نفس بہ وجہ ہم سائیگی کے متاثر ہو جاتا ہے، امارہ نہیں رہتا، فنا ہو جاتا ہے، اس کو اپنی خواہش پر اصرار باقی نہیں رہتا۔ فرمایا حضور رسول اکرم ﷺ نے:

”لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَاجِئْتُ بِهٖ۔“

یعنی تم میں مومن کامل وہی ہوگا کہ اُس کی خواہش تابع ہو جائے اُن احکام کی

جو میرے اوپر نازل ہوئے ہیں۔

پس جب طالب کو کثرتِ ذکر اور زیادتی شوق سے صلاحِ قلب اور فنائے نفس حاصل ہو جاتی ہے تو قربِ الٰہی کی نعمت مل جاتی ہے، اور جب دل زندہ ہو کر نفس مر جاتا ہے تو انوار اور تجلیات کا ورود ہونے لگتا ہے۔ کیا اچھا کہا کسی بزرگ نے:

اے برادر! دو قدم راه است دیگر راه نیست
یک قدم بر نفس خود نه دیگرے در کوے دوست

پیرانِ چشت رضی اللہ عنہم زمرۂ عشاق شطار میں داخل ہیں، شوقِ وصولِ قربِ الٰہی میں جان قربان کر دیتے ہیں، مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں، جو طالب ان حضرات کے حالات اس مختصر کتاب میں پڑھے گا وہ ان کی اس جاں بازی کی تصدیق کرے گا۔
ونعم ما قال:

عاشقانِ خواجگانِ چشت را
از قدم تا سر نشانے دیگر است

جاں بازی اور محویت و بے خودی حصہ خاص ان حضرت کا ہے۔

دلا اسرارِ عشق آسان ندانی
جگر خواری دہر دم جاں فشانی
بیا در باز جان در عشق جاناں
اگر خواہی حیات جاودانی
تو دریائی دروں تست گوہر
بہ دست آری چو غواصی توانی
چو غواصان بہ دریا اندروں شو
بدر کن کسوتِ دنیاے فانی

چو یونس گر تو باشی مرد غواص
برآری دُرّ بحر بے کرانی
کلیم اللہ بہ طور عشق برشد
بشد بے خود ز حرف لن ترانی

غرض طالب جاں باز عاشق جہاں تاز کا کام اپنے آپ کو طلب محبوب میں مٹا دینا، اور آرام و راحت سے دور ہونا، درد و اندوہ کو خرید لینا، اور اس بیت پر عمل کرنا ہے:

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
یا تن رسد بہ جاناں یا جان ز تن برآید
اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

و هذا اٰخر الکلام، فی هذا المقام۔

و صلی اللّٰه علی سیدنا و مولانا محمد و علی اٰله الکرام و اصحابه العظام، و الحمد للّٰه علی حسن الاختتام۔

وهذا فی ابتداء شهر جمادی الاولٰی فی سنة اثنین و ثلاثین بعد الالف وثلاث مائة من الهجرة المقدسة علٰی صاحبها الوف الوف صلٰوة وتحیة۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

شجرۂ طیبہ مبارکہ حضرات خاندانِ چشتیہ صابریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

الٰہی عفو کن جملہ گناہم / الٰہی صرف کن در سوز و آہم
ز افعالِ ذمیمہ شرم سارم / الٰہی رحم کن بر حال زارم
کہاں ہے بادہ و قاضی کدھر ہے / طپاں دل ہے اُدھر تشنہ جگر ہے
کہاں تک یہ غم دردِ جدائی / رہائی زود تر آخر رہائی
کہاں تک رنج مجبوری اٹھاؤں / کہاں تک تجھ سے یہ دوری اُٹھاؤں
الٰہی بندۂ تو ناتوانم / بہ قلب مضطرب باختہ جانم
الٰہی سہل کن راہ شریعت / الٰہی رہ نما سوے حقیقت
نہ آخر مر ترا بندہ کمینم / بہ پیش خود بکن مائل جبینم
جمالِ تو ز فضلِ تو چو بینم / گلے از روضۂ امید چینم
مجھے اُس جانِ جاناں سے ملا دے / مئے حبِ ظہور احمد[1] پلادے
وہی یاد خدا کا مشغلہ ہو / دل شوریدہ پُر نور و ضیا ہو
بُن ہر موے تن باشد زبانے / زبانے وہ عجب اللہ خوانے
بہ حق حاجی مشتاق احمد[2] / میرے سینہ میں بھر دے شوق سرمد
لباس شرع تن پر ٹھیک آئے / مذاق لی مع اللّٰھی چکھائے
الٰہی نالہ صابر علی[3] دے / زبان پر ہر گھڑی ذکر جلی دے
الٰہی قلب کو میرے صفا کر / کریم بخش[4] سی سوزش عطا کر

الٰہی کن مرا روشن ضمیرم / بہ حق شہ محمد بخش[5] پیرم
بہ حق آں امام[6] می پرستاں / مرا در عشق خود کن سینہ بریاں
بہ حق آں رئیس راست بازاں / امیر الدین[7] امیر عشق بازاں
الٰہی بخش اپنی یاد ہم کو / عطا کر عشق کی جاداد ہم کو
بہ حق آں غلام[8] بارگاہت / الٰہی دہ مرا جامِ محبت
بہ آں خواجہ محمد[9] با حیاتے / ز نورِ خود مرا ہم دہ براتے
الٰہی بخش ہم کو شادمانی / عطا فرما حیات جاودانی
بہ حق آں جمال[10] محو رویت / سرایت کرد در وے رنگ و بویت
مجھے بھی اپنا مستانہ بنا دے / الٰہی اپنا دیوانہ بنا دے
بہ حق آں محمد پیر اعظم[11] / عطا کی جن کو تونے شانِ اعظم
الٰہی بخش دے سوز درونی / مٹا دے دل سے چندی و چگونی
بہ حق شہ غریب اللہ[12] عارف / شناور بحر و انہار معارف
الٰہی مہربانی کی نظر ہو / نظر اے بندہ پرور زود تر ہو
عطا کر سیر دریاے حقیقت / دما دم دے مجھے جامِ محبت
بہ آں شیخ محمد[13] صرف الفت / الٰہی رکھ ہمیں محو محبت
بہ آں نذر محمد[14] عرف صادق / ہیں از بس راہ میں تیری جو واثق
کرم سے تو نے ان کو یہ بنایا / لباس حسن و محبوبی پہنایا
ہمیں بھی شانِ محبوبی عطا کر / وہی جلوہ وہی خوبی عطا کر
الٰہی حال سب مستانہ ہووے / تمامی قال محبوبانہ ہووے
ہمیں بھی وقف عشق احمدی کر / سراسر شان فیض سرمدی کر
اثر دے بو سعید[15] پاک جیسا / سماں ہو تیرے ذکر بے ریا کا
وہی شانِ جلالی کر عنایت / وہی شوریدہ حالی کر عنایت

اجابت کا اثر دے تو دعا میں   وہ لذت گریہ و آہ و بکا میں
بہ حق شاہ بلخی پاک طینت   نظام الدین[۱۶] آں شاہ ولایت
الٰہی بخش حبِ دیں ہم کو   عطا کر دین کے آئین ہم کو
بہ آں شیخ جلال[۱۷] پاک سینہ   وہ سینہ تیری اُلفت کا خزینہ
خداوندا مرا مدہوشیم دہ   بہ عشقِ خود مرا بے ہوشیم دہ
بہ حق عبد قدوس[۱۸] مکرم   بہ حق قطب عالم آں معظم
سرور قلب اُن جیسا عطا کر   الٰہی یاد میں اپنی فنا کر
الٰہی اپنا ہی کر مجھ کو طالب   مرا نسیان تری ہو یاد غالب
بہ حق شہ محمد عارفِ[۱۹] حق   ہمیں کر دے فنا فی ذات مطلق
ترا فضل و کرم ہو کاش یاور   تجھے پہچان لیں اے رب داور
بہ احمد عارفِ[۲۰] نیکو خصائل   سراسر منبع نور و فضائل
الٰہی تابع خیر البشر کر   ہمیں محو محبت سر بہ سر کر
الٰہی جب تلک ہوں ہوش بر جا   شریعت سے نہ باہر ہوں ہم اصلا
بہ عبد الحق[۲۱] امامِ رہ نمایاں   فنا فی الذات امیر مقتدایاں
مقاماتِ فنا آسان فرما   مجھ عاجز پر کرم احسان فرما
مزہ نانِ ریاضت کا چکھا دے   الٰہی فیض کے دریا بہا دے
اثر دے شہ جلال الدین[۲۲] کا سا   کبیر الاولیا پانی پتی کا
کر اپنے نور سے معمور سینہ   ہو سینہ تیری اُلفت کا خزینہ
شعاعِ شمس دیں[۲۳] سے پُر جگر ہو   منور دل ہو آنکھوں میں شرر ہو
وہی فیضان وہی نسبت عطا کر   وہی ایقان وہی الفت عطا کر
ہمیں جامِ مئے صابر پلا دے   کچھ ایسے ڈھب سے جو تجھ سے ملا دے
عطا کر صبر و استغراق ایسا   جناب سید مخدوم جیسا

عطا ورثہ ہو تسلیم و رضا کا   علاء الدین[۲۴] امام الاولیا کا
ہمیشہ دے ہمیں ساغر پہ ساغر   ز فیض حضرتِ مخدومِ صابر
بہ حق شہ فرید الدین[۲۵] بابا   الٰہی شوق دے دین نبی کا
الٰہی لذتِ ایمان عطا کر   خدایا یاد میں اپنی فنا کر
طفیل شاہ قطب الدین کا کی[۲۶]   مٹا دے دل سے رغبت ماسوا کی
بہ حق شہ معین الدین چشتی[۲۷]   ولی ہند اور خواجہ بہشتی
کر اپنی راہ میں امداد میری   غذائے روح ہووے یاد تیری
بہ حق خواجہ عثمان الٰہی   عطا کر ہم کو آگاہی کماہے
رہِ خم خانۂ فقر و رضا سے   محبت سے اطاعت سے وفا سے
بہ آں حاجی شریف پاک طینت   عطا ہو عرصۂ راہِ حقیقت
عطا کر حج بیت اللہ ہم کو   زیارت قبر شاہنشاہ ہم کو
مدینہ میں پھریں با چشم پُر نم   پکاریں یا رسول اللہ اِرْحَمْ
کلامِ پاک کا دے شوقِ کامل   بہ حق خواجہ مودود واصل
عطا ہو حال بو یوسف ولی کا   مزا آئے سدا ذکر جلی کا
عطا ہوں بو محمد کے مقامات   بنیں سارے اُنہیں کے قال و حالات
الٰہی نسبت احمد ہو ایسی   سراسر احمد ابدال جیسی
اثر ہو شاہ بو اسحاق جیسا   سماں ہر دم رہے اثباتِ ولا کا
عطا ہو ربط ممشاد علا کا   وہی جذبہ مزہ آہ و بُکا کا
مزہ وہ گوشۂ وحدت میں آئے   کہ ذوق و رغبت کثرت بھلائے
اثر ہو بو ہبیرہ مقتدا کا   پڑے سایہ حذیفہ مرعشی کا
دل شوریدہ پُر نور و ضیا ہو   سماں جلوت کا خلوت کا عطا ہو
بہ حق شاہ ابراہیم ادہم   ملے وہ نعرہ یا ہو دما دم

حرارت جو کہ دے قلب و جگر کو   جلا دے جو کہ نفس کینہ ور کو
بہ حق شہ فُضیلِ محو حریت   سراسر غرق دریائے محبت
الٰہی شرع پر ثابت قدم رکھ   شریعت اور طریقت کو بہم رکھ
بہ انوارِ حقیقت ساز ہم دم   ز بوئے آں معطر کن دماغم
ملے جامہ خلوص و بے ریا کا   الٰہی عبد واحد مقتدا کا
حسن بصری امام الاولیا کے   محبّ حضرت خیر الورا کے
عطا ہوں اُن کے سب حال وکمالات   کھلیں دل پر الٰہی سب کمالات
عطا نسبت ہو مولانا علی سے   بس اُس شیر خدا حق کے ولی سے
اُمنڈ کر یوں چلے دریائے فیضاں   کہ جس میں یہ غریب خستہ نالاں
چلے بہتا ہوا سوئے محمد   سراسر کھینچ لے بوئے محمد
خمارِ اُلفتِ خیر الورا سے   محمد نور حق سر خدا سے
رہیں سرمست اور مدہوش و بے ہوش   نہ ہو کچھ جز ذاتِ اقدس ہمیں ہوش
ملیں بیمار اُس درماں سے جا کے   عطا خلعت ہو شاہِ دو جہاں سے
الٰہی اب میں کیا اور آرزو کیا   الٰہی کیا میں میری ہاؤ ہو کیا
نہ ہم باقی رہیں، باقی ہے تو   بجز تیرے نہ پھر کچھ آرزو ہو
تیری ہی ذات کو دائم بقا ہے   الٰہی تو ہی اصل مدعا ہے
الٰہی ہم مٹیں باقی رہے تو   الٰہی ہم نہ ہوں باقی رہے تو
فنائیت میری تیری بقا ہو   تیری اُلفت سے دل میرا بھرا ہو
الٰہی بندۂ مسکین عمر پر   کرم ہو، فضل ہو، اے رب داور
مدد تیری رہے ہر وقت ہر دم   بہ حق آل و اصحاب مکرم
میری سب حاجتیں دنیا و دیں کی   الٰہی راہ ایمان و یقیں کی
تیرے ہی در سے پوری ہوں خدایا   میرے حامی میرے سردار و مولیٰ

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

--خلیل احمد رانا--

مولانا مشتاق احمد حنفی چشتی صابری انصاری انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم بخش، بن نوازش علی ۱۲۷۳ھ میں انبیٹھہ مضافات سہارن پور (یوپی - بھارت) میں پیدا ہوئے۔ مولانا سعادت علی سہارن پوری، مولانا سدید الدین دہلوی، مولانا محمد علی چاند پوری، اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری (م ۱۳۰۴) سے علومِ دینیہ پڑھے۔ علم حدیث مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۴ھ) [۱] اور مولانا انصار علی انبیٹھوی سے اخذ کیا۔ [۲]

آپ کے خلیفہ مجاز مولانا پیر صبغت اللہ چشتی صابری علیہ الرحمہ (مدفون پاک پتن شریف) فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ ۸ مرتبہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، تین حج تو مکہ مکرمہ کی سکونت کے دوران کیے، آپ قیامِ مکہ شریف کے زمانے میں مولانا حاجی رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ) کے مدرسہ صولتیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

رسالہ "تقبیل دست بوسی وقدم بوسی" کے صفحہ ۷ پر بہ ضمن جواب استفتایوں تحریر ہے:

"الجواب صحیح، والمجیب نجیح۔

مشتاق احمد عفا اللہ عنہ، المدرس الاول بمدرسة الصولتية بمكة المكرمة سابقًا صدر المدرسين بمدرسة المعينية العثمانية بدار الخير اجمير حالاً۔

مشتاق احمد

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۱ھ"

حرمین شریفین میں قیام کا مقصدِ وحید یہ تھا کہ وہاں سے برکاتِ نبوی حاصل کیے جائیں، چناں چہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کو کامیابی نصیب ہوئی، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے روضۂ اطہر وانور کے زیریں حصہ کی خاکِ پاک اور مستعمل جاروب شریف کی متاعِ بے بہا سے نوازے گئے، مدینہ منورہ میں ایک بزرگ نے اپنا جبہ عطا کیا، ان تبرکات کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی کہ بعد انتقال' روضۂ اقدس کی خاکِ پاک میری آنکھوں میں ڈال دی جائے، جاروب شریف میری بغل میں دے دیا جائے، اور جبہ مبارکہ کفن کے اُوپر رکھ دیا جائے، حسبِ وصیت اِس پر عمل کیا گیا۔ [۳]

مدرسہ صولتیہ میں تدریس کے دوران حجاز میں ہاشمی عہد کے وزیرِ خزانہ علامہ شیخ سید محمد طاہر دباغ مکی (۱۳۰۸ھ-۱۳۷۸ھ) نے آپ سے تعلیم پائی۔ [۴]

حرمین شریفین سے واپسی پر آپ نے سلسلۂ درس وتدریس جاری رکھا، مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں مدت تک پڑھاتے رہے، لدھیانہ (مشرقی پنجاب، بھارت) میں مدرس رہے، لدھیانہ سے آپ ریاست گنج پورہ کے مفتی ہوکر گنج پورہ چلے گئے، اور آخر تک وہیں مقیم رہے۔

آپ سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں حضرت حافظ محمد صابر علی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ) رام پور منہاراں، ضلع سہارن پور، یوپی، ہندوستان سے بیعت ہوئے۔

بہ سلسلۂ تلاشِ شیخِ طریقت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیان ہے:

''جس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے اور ان کی بزرگی اور کمال کی شہرت تھی، عاجز نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، تو ایک رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں رڑکی (یوپی) میں ایسی جگہ ہوں کہ وہاں کنواں ہے اور سرسبز زراعت ہے، ایک صاحب جو کنوئیں سے بڑا ڈول کھینچ رہے ہیں وہ مجھ سے فرماتے ہیں: تیرا راستہ تو یہ ہے، کیا دیکھتا ہوں اس سرسبزی میں ایک صاف پگڈنڈی تھی جو راست کنویں سے قصبہ رام پور منہاراں (ضلع سہارن پور) تک جارہی ہے،

اور اس وقت حضرت پیرومرشد برحق حضرت حافظ محمد صابر علی صاحب چشتی صابری بہ قیدِ حیات رونق افروز تھے، یہ دیکھتے ہی میرا ارادہ حضرت مولانا فضل رحمٰن کی خدمت میں حاضر ہونے کا فسخ ہوگیا۔'' [۵]

غرض کہ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ بہ اشاراتِ غیبی وبہ کشش مشائخ سلسلۂ صابریہ حضرت حافظ صابر علی چشتی صابری رام پوری (متوفی ۱۳۱۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ [۶] کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور شرفِ خلافت سے ممتاز ہوئے۔ عطائے خلافت کے بارے میں مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

''عاجز راقم الحروف مشتاق کی نسبت چند مرتبہ زبان مبارک سے پیرومرشد حافظ محمد صابر علی رام پوری علیہ الرحمہ نے خلافت عطا فرمانے کا اِرشاد کیا تھا، لیکن اس عاجز نے صراحۃً انکار کیا اور عرض کیا، عاجز اس قابل نہیں کہ خلیفہ بنایا جائے، بعض دفعہ یہ بھی فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمیں تین یا دو دوپٹے سر کے باندھنے کے ملے ہیں، جن میں ایک تمہارا ہے، پھر بھی عاجز انکار کرتا رہا۔

آخر الامر وفات سے چند مہینے پیشتر خلافت نامہ تحریر فرما کر بہ ذریعہ ڈاک میرے پاس لدھیانہ بھیج دیا، عاجز نے سرآنکھوں پر رکھا، مگر کسی کو اطلاع نہیں دی، دوسرے یا تیسرے دن ایک عالم لدھیانوی مولوی نور محمد صاحب قادری میرے پاس تشریف لائے، اور کہا کہ مَیں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی مشتاق خلیفہ ہوگئے، یہ سن کر دل اس واسطے خوش ہوا کہ حضرت پیرومرشد برحق کے اس عطیہ کی سچائی اور قبولیت عالمِ غیب سے ایک عالم باعمل کی زبان سے تصدیق ہوگئی۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔'' [۷]

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت صابر علی رام پوری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ ''دلائل الخیرات شریف'' کے حافظ تھے، ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھا کرو۔ [۸]

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ اپنی تالیف ''تحفۃ السالکین'' میں فرماتے ہیں کہ نمازِ تہجد سے فارغ ہوکر ذکر کے بعد ۷ مرتبہ الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ، **الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللہ** پڑھنا چاہیے۔ ۹

علمائے اہل سنت سے تعلقات

۱- فضائل وشمائل رسول کے موضوع پر مشہور کتاب ''انوارِ احمدی'' کے مصنف مولانا انوار اللہ خاں صاحب حیدرآبادی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۳۶ھ) نے آپ کی کئی ایک تصانیف اپنے ادارہ اشاعت العلوم حیدرآباد سے شائع کرائیں۔ ۱۰

۲- مؤلف ''انوارِ ساطعہ'' مولانا عبدالسمیع بیدل رام پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ، رام پور منہاراں) آپ کے دوست اور رشتہ دار تھے، جب یہ اپنی کتاب ''انوارِ ساطعہ'' لکھ رہے تھے تو مولانا مشتاق احمد صاحب ان کے معاون ومددگار تھے۔ ۱۱

۳- مشہور کتاب ''انوارِ آفتابِ صداقت'' کے مصنف مولانا قاضی فضل احمد لودھیانوی علیہ الرحمہ (متوفی ۷-۱۹۴۶ء) کی مرزائیت کے رد میں کتاب ''کلمہ فضل رحمانی بہ جواب اوہام غلام قادیانی'' پر عربی واُردو میں تقاریظ لکھیں۔ ۱۲

۴- کتاب ''الکحل لابصار المذبذبین'' یعنی ''سرمہ چشم وہابیین'' بہ جواب ''فیصلہ علام الغیوب دربارۂ علم غیب'' تالیف مولانا شاہ محمد ادریس حنفی نقش بندی مجددی قادری علیہ الرحمہ (بہادر گڈھ، ضلع رہتک، صوبہ ہریانہ، ہندوستان) میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی عبارت ''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے'' کا رد کیا گیا ہے کہ وہابی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو پہلے سے غیب کا علم نہیں مانتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب چاہے دریافت کرلے، اور حضور نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم ثابت کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر یہ اچھا تحقیقی رسالہ ہے۔

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی علیہ الرحمہ نے اس کتاب پر تقریظ تحریر فرمائی، جو درج ذیل ہے:

''تقریظ

علامۂ زماں، فہامۂ دوراں، عالم کلام ربانی، فاضل علوم حقانی، یعنی جناب مولانا بالفضل اولانا، حاجی الحرمین شریفین، مقبول بارگاہ الصمد، حافظ محمد مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی، ممتحن مدارسِ دینیاتِ اسلامیہ، خصوصاً مدرسۂ عربیہ امینیہ دہلی، حال مدرسِ اعلیٰ دارالعلوم نواب صاحب کرنال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد، عاجز راقم الحروف نے رسالہ متبرکہ الکحل لابصار المذبذبین کو دیکھا، دلائل حقہ اثبات مسئلہ علم غیب میں اور رسائل سے بہتر پایا، حضرت مصنف رسالہ نے جو کچھ لکھا وہ اہل حق کے مطابق لکھا، اور جو سندیں کتبِ تفاسیر اور احادیث سے پیش کی ہیں وہ اِثباتِ مقصود میں کافی ہیں۔ **بارك اللہ فی علمہٖ ودینہٖ**۔

کتبہ العبد العاصی مشتاق احمد حنفی چشتی انبیٹھوی، مقیم گنج پورہ، کرنال'' ۱۳

خلفا

آپ نے اپنے چھوٹے بھائی پیر جی ظہور احمد صاحب علیہ الرحمہ کو خلافت وسجادگی کے شرف سے سرفراز فرمایا تھا، اور اپنے اکثر مریدوں کو تربیت کے لیے ان کے سپرد کردیا کرتے تھے، آپ نے اپنے مریدین کا حلقہ بہت ہی محدود رکھا، خواہش مندوں کو اپنے بھائی کا مرید کروادیتے تھے، آپ کے بھائی پیر جی ظہور احمد صاحب آپ کی زندگی ہی میں انتقال کرگئے، آپ کے پہلے خلیفہ تو آپ کے بھائی تھے، دوسرے خلیفہ حضرت پیر جی محمد صبغت اللہ عثمانی جلالی چشتی صابری پانی پتی نے قیام پاکستان کے بعد پاک پتن شریف میں اِنتقال فرمایا، جو عادات واطوار کے لحاظ سے نمونہ سلف تھے۔

حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف ''سیرت رسول عربی'') کو بھی آپ نے خلافت واِجازت سے نوازا تھا، حضرت علامہ توکلی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا مشتاق احمد

انبیٹھوی علیہ الرحمہ سے فیض یاب ہونے کا واقعہ اپنی تالیف ''تذکرۂ مشائخ نقش بندیہ مجددیہ'' میں لکھا ہے۔ ۱۴

تصانیف

۱- الکلام الاعلیٰ فی تفسیر سورۃ الاعلیٰ، محمود پریس، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۱ھ، صفحات: ۲۰
۲- مرقع رسول (اصل نام الہدیۃ السنیہ)، دلی پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۳۴۶ھ
۳- احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح (فارسی)
۴- التحفۃ الابراہیمیہ فی اعفاء اللحیہ (اُردو)، مع حواشی مولانا نور بخش توکلی، انجمن نعمانیہ ہند، ۱۳۳۶ھ، صفحات: ۲۶، مطبع خادم التعلیم سٹیم پریس، لاہور
۵- تحفۂ خیریہ فی تحقیق شرائط الجمعہ، مطبع مجددی، امرت سر، صفحات: ۴۲
۶- ترجمہ اصول الشاشی، مظہر العجائب پریس، حیدرآباد دکن
۷- رفیق الطریق فی اصول فقہ
۸- قرۃ العینین تحقیق رفع الیدین، الامان برقی پریس، دہلی، صفحات: ۴۷
۹- تبشیر الاصفیا باثبات حیات الانبیا
۱۰- تحفۂ احمدیہ در ثبوت معراج محمدیہ/ المعراج الجسمانی فی رد علی القادیانی ۱۵
۱۱- التسہید فی اثبات التقلید
۱۲- کاشف اسرارِ غیبیہ بالاحادیث النبویہ

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالہ ''اللمعہ فی الاجوبۃ السبعہ'' کا اُردو ترجمہ مع حواشی جدیدہ، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء، یہ ترجمہ جناب خواجہ احد شاہ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ کی خواہش پر کیا گیا۔

۱۳- نسخ التوراۃ والانجیل
۱۴- تحفۃ السالکین، محمود پریس، حیدرآباد دکن، سنہ تصنیف: ۱۳۳۱ھ، صفحات: ۲۰
۱۵- تحفۃ الصوفیہ، مجلس اشاعت العلوم، حیدرآباد دکن، سنہ تصنیف: ۱۳۰۸ھ
۱۶- ذکر حمد بہ احادیث وخبر، مجلس اشاعت اسلام حیدرآباد دکن، سنہ تصنیف: ۱۳۲۲ھ

۱۷- ترجمہ ''فیصلہ شاہ صاحب دہلوی نسبت توحید وجودی''، مطبع عثمانی، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۰ء، صفحات: ۲۲

یہ کتابچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تالیف ہے، نہ کسی مستقل تالیف کا حصہ، بلکہ یہ آپ کا فیصلہ ہے جو مسئلہ وحدت الوجود کے ایک علمی نزاع کے سلسلے میں بہ طور حکم آپ نے تحریر فرمایا تھا، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے بعض احباب کی فرمائش پر اسے اُردو میں منتقل کیا، اور ضروری مقامات کی مختصر شرح بھی فرمادی۔

۱۸- الضابط فی تحصیل الرابطہ، کریمی پریس، لودھیانہ، ۱۳۱۱ھ، صفحات: ۳۲
۱۹- الہدیۃ الشہابیہ شرح الہدیۃ القادریہ فی تحقیق کلمۃ الطیبہ
۲۰- تذکرۂ فریدیہ، دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۳۳۹ھ، صفحات: ۵۰

حضرت دیوان سیّد محمد مرحوم سجادہ نشین پاک پتن شریف آپ کے بڑے مداح وقدر دان تھے، ''تذکرۂ فریدیہ'' آپ نے انھی کے ایما پر لکھی تھی۔

۲۱- ازالۃ الالتباس
۲۲- تحصیل المنال باصلاح حسن المقال ۱۶
۲۳- نزول الرحمۃ والغفران عند ذکر خواجہ انس وجان، سنہ تصنیف: ۱۳۳۷ھ، علامہ نور بخش توکلی کے اُردو ترجمہ کے ساتھ لاہور سے ۱۳۳۸ھ میں ۳۶ صفحات پر شائع ہوئی۔ ۱۷
۲۴- ہدیۂ یوسفیہ: عصمت انبیا علیہم السلام سے متعلق، اس رسالہ کو علامہ نور بخش توکلی نے حواشی کے ساتھ انجمن نعمانیہ ہند، لاہور کی طرف سے شائع کرایا تھا۔ ۱۸
۲۵- انوار العاشقین، مجلس اشاعت العلوم، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۲ھ، صفحات: ۱۵۴
۲۶- عقد اللآلی فی مناقب شاہ ابوالمعالی (فارسی)
۲۷- رابطہ سنیہ بسیّد الطائفۃ الصابریہ (عربی) ۱۹

وصال

آپ کے خلیفہ حضرت پیر صبغت اللہ صاحب عثمانی جلالی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''۳ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ کو حضرت مولانا مشتاق احمد محدث انبیٹھوی میرے

غریب خانہ پر تشریف لائے، اور فرمایا کہ کلیر شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکر [رضی اللہ عنہ] کا عرس کرنے جارہا ہوں (آپ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ کا عرس شریف اکثر کلیر شریف میں کیا کرتے تھے) عرس سے فارغ ہوکر واپس آؤں گا، مگر کلیر شریف سے سیدھے اپنے گھر انبیٹھہ تشریف لے گئے، اور وہاں سے بندہ کو بذریعہ خط طلب فرمایا، بندہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوگیا، کلیر شریف سے روانگی کے وقت آپ کی طبیعت علیل ہوگئی تھی، ۶ محرم سے تا یومِ وصال ۲۷ محرم تک دو تین مرتبہ صرف پانی نوش فرمایا، کسی قسم کی دوا یا غذا نہ کھائی، ان ایام میں مریدین کو ارشاد فرمایا: اب تم میرے پاس آکر ہی ذکر کیا کرو۔

باوجود کمال نقاہت کے مریدین کے حلقہ ذکر میں آپ شمولیت فرماتے، اور آپ کی آواز شاملین حلقہ کی آواز سے بلند ہوتی، ذکر کے علاوہ آپ کی آواز اتنی مدھم ہوتی کہ کان منہ سے لگا کر بھی سننا مشکل تھا۔

۲۷ر محرم الحرام ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء کو اپنے روے انور کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپا لیا، وقت رحلت آپ کی عمر شریف ۹۹ سال چار ماہ تھی، ''اہل فضیلت'' (۱۳۵۶) مادۂ تاریخ وفات ہے۔

اولاد

آپ کے پانچ صاحب زادے تھے:

۱- صاحب زادہ نذیر الحسن مرحوم، جو ۶۰ سال کی عمر میں ۱۹۶۴ء میں فوت ہوئے۔

۲- صاحب زادہ ظہور الحسن صاحب مقیم میرٹھ (یوپی، ہندوستان)، آپ اپنے والد گرامی کے سجادہ نشین تھے۔

۳- صاحب زادہ ظہیر الحسن، سرکاری ملازم تھے۔

۴- صاحب زادہ وصی الحسن، جو افغانستان میں حکومت پاکستان کے سفیر رہے۔

۵- صاحب زادہ حیدر الحسن صاحب، جو ۴۰ سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء کے اوائل میں فوت ہوئے۔'' [۲۰]

حوالہ جات

۱- عبدالحی حسنی ندوی، نزہۃ الخواطر (عربی)، مکتبہ خیر کثیر، کراچی، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، جلد ۸، ص ۴۷۲

۲- مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، انوار العاشقین، صوفی فاؤنڈیشن، بہاول پور، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ص ۸۶،۵۴، حاشیہ ص ۱۳۶

۳- حکیم غلام قادر امرت سری، ''ذکر مشتاق'' تعارف مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، مشمولہ ''تحفۃ السالکین'': مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، کتب خانہ خدام الحنفیہ حسین آگاہی، ملتان، س ن، ص ۴، ۵

۴- بہاء الدین شاہ، امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماے مکہ مکرمہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ص ۱۷۸

۵- حکیم غلام قادر امرت سری، ''ذکر مشتاق''، مشمولہ ''تحفۃ السالکین'': مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، کتب خانہ خدام الحنفیہ حسین آگاہی، ملتان، س ن، ص ۷

۶- حضرت حافظ محمد صابر علی [رحمۃ اللہ علیہ]، حضرت شیخ کریم بخش رام پوری [رحمۃ اللہ علیہ] (متوفی ۱۷ر شوال ۱۲۷۹ھ) کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت شیخ کریم بخش کے تین خلیفہ تھے، حضرت حاجی محمد عابد دیوبندی [رحمۃ اللہ علیہ] (متوفی ۲۸ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)، حضرت خواجہ طفیل علی [رحمۃ اللہ علیہ] (ان کے خلیفہ مولانا محمد شفیع [رحمۃ اللہ علیہ]، متوفی ۱۳۲۷ھ، محلّہ نو بریلی میں مدفون ہیں)، اور حافظ محمد صابر علی [رحمۃ اللہ علیہ] (رام پور منہاراں)

نوٹ دیوبند ضلع سہارن پور کے حضرت حاجی سید محمد عابد حسین عقیدۃً دیوبندی نہیں تھے، بل کہ مسلکاً تھے، مسلکاً وہ نذر و نیاز اور میلاد و فاتحہ کو جائز سمجھتے تھے، اور ہر ہفتہ پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام بھی کرتے تھے، چناں چہ آپ کے سوانح نگار نذیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

''بعد نماز مغرب نوافل و ختم خواجگان وغیرہ سے فراغ حاصل کر کے جو کوئی مرید یا مہمان ہوتا اس سے باتیں کرتے، ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب مولود شریف کی محفل کا اہتمام کرتے، اس میں بہت زرِ کثیر صرف کرتے تھے اور تا زیست ہمیشہ کراتے رہے۔''

(تذکرۃ العابدین، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۳ھ، ص ۷۷)

حضرت حافظ محمد صابر علی علیہ الرحمہ کو حضرت حافظ لطافت علی دیوبندی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت ملی تھی، حضرت حافظ لطافت علی صاحب علیہ الرحمہ ضلع سہارن پور میں مشہور بزرگ

گزرے ہیں، علم تصوف میں بے نظیر وقت تھے، مولانا مشتاق احمد صاحب بہت دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفیض ہوئے، مولانا مشتاق احمد صاحب خود فرماتے ہیں:

''اس عاجز نے جب کبھی حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں عریضہ بھیج کر کوئی تصوف کا مسئلہ حل کرانا چاہا تو حضرت نے جواب باصواب سے مشرف فرمایا، اور اطمینان کردیا، حافظ لطافت علی صاحب کا مزار شیخوپور ضلع بدایوں (یوپی) میں ہے۔'' (انوارالعاشقین، ص۵۳،۵۴)

۷- مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، انوارالعاشقین، صوفی فاؤنڈیشن بہاول پور، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ص۱۴۲
۸- ایضاً، ص۱۴۰
۹- تحفۃ السالکین، مطبوعہ ملتان، ص۱۸
۱۰- ذکر مشتاق، مطبوعہ ملتان، ص۱۲
۱۱- ایضاً
۱۲- قاضی فضل احمد گورداس پوری ثم لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی بہ جواب اوہام غلام قادیانی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، ص۱۴۵
۱۳- مولانا شاہ محمد ادریس بہادر گڈھی، الکحل لابصار المذبذبین، ہندوستان الیکٹرک ورکس، دہلی، ۱۳۴۳ھ، ص۴۳
۱۴- علامہ نور بخش توکلی، تذکرۂ مشائخ نقش بندیہ، فضل نور اکیڈمی، گجرات (پنجاب)، ۱۹۷۰ء، ص۴۷۸
۱۵- سیرت رسول عربی: مولانا نور بخش توکلی، ص۵۳۰ (حاشیہ)
۱۶- ان تمام تصانیف کے حوالہ کے لیے دیکھیے:
۱-عبدالستار قادری سعیدی، مرآۃ التصانیف، جلد اوّل، مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۸۰ء، ص۲۵، ۵۱، ۵۳، ۵۹، ۶۰، ۶۹، ۷۷، ۸۹، ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۵، ۲۰۱
۲-عبدالحی ندوی، نزہۃ الخواطر، جلد ۸، نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب، کراچی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص۴۷۲
۱۷- عبدالحق انصاری، تاریخ الدولۃ المکیہ، بہاء الدین زکریا لائبریری، چھونی، چکوال، ۲۰۰۶ء، ص۲۰۱
۱۸- ابتدائیہ: حافظ محمد شاہد اقبال جلالی، بر ''عید میلاد النبی ﷺ'': علامہ نور بخش توکلی، دارالعلوم انجمن نعمانیہ، لاہور، ۱۴۲۵ھ، ص۱۳
۱۹- یہ رسالہ جمع وترتیب کے مراحل میں تھا۔ (انوارالعاشقین، ص۴۷)
۲۰- ذکر مشتاق، مطبوعہ ملتان، ص۱۳،۱۴

مشائخ چشتیہ صابریہ کے اہم تذکروں کا اِجمالی جائزہ

سید عثمان وجاہت صابری

سلسلۂ چشتیہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر کے دو خلفا کے ذریعے بامِ عروج کو پہنچا، اس کے ابتدائی دور میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلی میں اپنی مسند آراستہ کرکے دست بیعت دراز فرمایا، عوام وخواص بہ شمول اہل تخت آپ کے گرویدہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب سلسلۂ صابریہ جاری تو تھا، لیکن عوام تک رسائی نہ تھی، اور کوئی مستقل خانقاہ بھی نہ تھی، بہ قول خلیق احمد نظامی صاحب:

''چشتیہ سلسلے کا یہ دورِ اول حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی (متوفی ۷۵۷ھ) پر ختم ہوگیا، ایسے دور میں چشتیہ صابریہ سلسلے کا پہلا مرکز جس کو ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں وہ ردولی (ضلع فیض آباد) ہے، شیخ احمد عبدالحق نے ایسے زمانے میں وہاں اپنی خانقاہ قائم کی جب چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام ختم ہوچکا تھا۔ نظامیہ سلسلے کے بزرگ گجرات، دکن، بنگال وغیرہ میں اپنی خانقاہیں قائم کررہے تھے۔ دہلی اور اس کے اردگرد کا تمام علاقہ چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں سے تقریباً خالی تھا۔ اس زمانہ میں ردولی میں شیخ احمد عبدالحق کی خانقاہ رشد وہدایت کا بڑا مرکز بن گئی، اور شمالی ہندوستان کے لوگ کثرت سے حاضر ہونے لگے۔'' (تاریخ مشائخ چشت: خلیق احمد نظامی، ص۲۳۴)

شیخ احمد عبدالحق ردولوی چشتی صابری کا وصال ۸۳۷ھ میں ہوا۔ شیخ کی خانقاہ سلسلۂ صابریہ کی پہلی باقاعدہ خانقاہ بنی، اور اس خانقاہ سے شیخ عبدالقدوس گنگوہی جیسے عارف اور

شہبازِ طریقت بھی فیض یاب ہوئے۔ ''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھا ہے:

''(حضرت عبدالقدوس گنگوہی) سلسلۂ صابریہ کے وہ پہلے بزرگ ہیں جن کے حالات معاصر تذکروں اور تاریخوں میں ملتے ہیں، حضرت گنگوہی کو سلسلۂ صابریہ میں جو شہرت نصیب ہوئی کسی اور کو نہ ہوئی۔''

(تاریخ مشائخ چشت: خلیق احمد نظامی، ص ۲۳۵)

آپ کے ملفوظات جو آپ کے صاحب زادے حضرت شیخ رکن الدین نے جمع کیے وہ اس سلسلے کے اوّلین ملفوظات ہیں، آپ کے مکتوبات شریفہ بھی سلسلۂ صابریہ میں تاریخی ہیں۔ آپ کے سلسلہ میں شیخ رکن الدین، شیخ جلال الدین تھانیسری اور شیخ عبدالاحد (والد گرامی حضرت مجدد الف ثانی) جیسے حضرات شامل ہوئے۔ حضرت مجدد نے پہلی بیعت اپنے والد سے سلسلۂ چشتیہ میں ہی کی تھی، اور پہلی خلافت بھی حضرت کو سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کی ہی ملی۔ حضرت قطب عالم گنگوہی نے قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور میں ۱۵۳۷ء میں وصال فرمایا۔

حضرت جلال الدین تھانیسری کے خلیفہ نظام الدین بلخی ہوئے، جو ہندوستان سے بلخ چلے گئے تھے، کمال درجہ کے درویش اور عالم دین تھے، آپ کے خلفا میں شیخ ابوسعید گنگوہی (نبیرۂ قطب عالم) معروف ہیں، جنھوں نے بلخ سے گنگوہ واپس آ کر مسند ارشاد کو رونق بخشی۔ حضرت نظام الدین بلخی اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں کہ ان کے خلیفہ سیّد غواص ترمذی (متوفی ۱۰۴۰ھ)، حاجی عبدالکریم لاہوری (۱۰۴۵ھ) اور شیخ جان اللہ لاہوری (متوفی ۱۰۳۹ھ) پشاور اور لاہور میں سلسلۂ چشتیہ کے فروغ کے لیے کام کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ (بہ مطابق خلیق نظامی) موجودہ پنجاب میں خواجہ نور محمد مہاروی کی تشریف آوری کے بعد باقاعدہ جاری ہوا۔ خواجہ مہاروی ۱۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے، یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ صابری مشائخ پنجاب میں حضرت مہاروی کی پیدائش سے ڈیڑھ صد سال قبل اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ بزرگ نظامی ہوں کہ صابری تمام ہی چشتی تعلیمات اور اکابر سے فیض یافتہ ہیں۔

سلسلۂ عالیہ صابریہ میں آنے والے ادوار میں بہت باکمال شخصیات ہوئیں، جنھوں نے مختلف علاقوں میں سلسلہ کی تعلیمات کو عام کیا۔ الٰہ آباد میں حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی، انبیٹھہ میں حضرت شاہ ابوالمعالی، کہرام ضلع پٹیالہ میں حضرت سیّد محمد سعید معروف بہ میراں بھیکھ، رام پور اور مرادآباد میں شاہ فقیر، ملا اخوند، حافظ علی حسین، سیّد محمد حسین مرادآبادی، شاہ محمد حسن صابری معشوقِ الٰہی، انبالہ میں حافظ موسیٰ مانک پوری، حیدرآباد دکن میں حضرت شاہ خاموش، امروہہ میں شاہ عبدالباری، شاہ عضد الدین، سیّد امانت علی امروہوی اور تھانہ بھون میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جیسی شخصیات نے سلسلۂ صابریہ کو فروغ دیا۔ ان تمام حضرات کے بے شمار خلفا ہوئے، ان سے کئی سو خانقاہیں ہندوستان پاکستان میں اس وقت موجود ہیں۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے متقدمین و متاخرین مشائخ اکابر کے جو تذکرے تالیف ہوئے، اور جن تک ہماری رسائی یا فقط ان کے بارے علم ہے ان کا مختصر تعارف ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- سیرالاقطاب

شیخ الہدیہ (اللہ دیا) کی تالیف ہے۔ آپ حضرت جلال الدین کبیرالاولیا پانی پتی چشتی صابری کی اولاد سے تھے۔ گیارھویں صدی ہجری کے چشتی سلسلہ کے صوفی اور تذکرۂ ہذا کے مؤلف کی حیثیت سے معروف ہیں۔

''سیرالاقطاب'' مشائخ چشتیہ صابریہ کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے اپنے شجرۂ طریقت کے اصحاب کا تذکرہ لکھا ہے، لیکن اسے موجودہ تذکروں میں اہم مقام حاصل ہے۔ یہ ۱۰۳۲ھ/ ۱۶۲۶ء سے ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۶ء کے درمیان مکمل کیا گیا۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اردو میں اس کے دو مختلف ترجمے طبع ہو چکے ہیں:

۱- ترجمہ از: پروفیسر معین الدین دردائی (علیگ)، نفیس اکیڈمی، کراچی

۲- ترجمہ از: سیّد محمد علی جویا مرادآبادی، اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس (یہ ترجمہ ۱۸۷۷ء میں لکھنؤ سے بھی شائع ہوا تھا)

۲-مرآۃ الاسرار

شیخ عبدالرحمٰن چشتی کی تالیف اور ہندوستان میں تحریر کیے جانے والے مشائخ کے مفصل اور اولین تذکروں میں سے ایک ہے۔ اس میں تقریباً تمام سلاسل کا ذکر ہے۔ مشائخ چشتیہ صابریہ کا تذکرہ بھی حضرت شیخ داؤد گنگوہی تک موجود ہے۔ شیخ داؤد گنگوہی اس کی تالیف کے وقت زندہ تھے۔ مؤلف نے اس کتاب کو ۱۰۴۵ھ سے ۱۰۶۵ھ کے درمیان میں مکمل کیا۔ صاحب ''مرآۃ الاسرار'' کی حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی سے ملاقات کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۳-اِقتباس الانوار

یہ ''سیر الاقطاب'' کے تقریباً ایک سو سال بعد کی تالیف ہے۔ مؤلف شیخ محمد اکرم براسوی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے۔ والد کا نام شیخ محمد علی اور دادا شیخ اللہ بخش (خلیفہ حضرت میاں میر قادری لاہوری) تھے۔ کرنال کے مضافاتی علاقے براس میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے براسوی کہلائے۔ قیاس ہے کہ پہلے حضرت میاں میر لاہوری کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہوں گے۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت نظام الدین تھانیسری کے خلیفہ شیخ لقمان سے بھی بیعت کی۔ بعدازاں اپنے والد کے شیخ طریقت حضرت شیخ سوندھا کے مرید ہوئے، اور خلافت پائی۔

''اقتباس الانوار'' مشائخ چشتیہ صابریہ کا مفصل تذکرہ ہے، جس میں شیخ محمد داؤد گنگوہی، شیخ محمد علی (والد مؤلف)، اور حضرت سوندھا سفیدونی خلیفہ شیخ داؤد گنگوہی تک کے حالات درج ہیں۔ اِجمالاً حضرت داؤد گنگوہی کے دیگر خلفا یعنی حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی، شیخ بلاقی کیتھلی، حضرت سیّد غریب اللہ اور شیخ عبدالقادر سنوری کا ذکر بھی موجود ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے، اس کا اردو ترجمہ کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری نے کیا ہے، جو الفیصل ناشران و تاجران، لاہور سے مطبوع ہے۔ مؤلف نے اپنی خلافت ملنے کا سال ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء لکھا ہے، یعنی وہ اس کے بعد کچھ عرصہ ضرور حیات رہے، اسی سے اُن

کے عہد اور زمانہ تالیف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، چوں کہ مؤلف کا سنہ وصال معلوم نہیں۔

(تذکرۂ علما و مشائخ پاکستان و ہند: محمد اقبال مجددی، جلد اول، ص ۴۱۹)

مترجم کتاب پر سنہ تالیف ۱۱۳۰ھ لکھا ہے، جب کہ محمد اقبال مجددی صاحب نے بعد از تحقیق تکمیل تالیف کا سال ۱۱۳۲ھ لکھا ہے۔

۴-حدائق داؤدی

یہ غلام عبدالقدوس بن محمد یوسف کی تالیف ہے۔ مؤلف شیخ داؤد گنگوہی کے دختر زادہ تھے۔ یہ کتاب ''اقتباس الانوار'' اور ''مرآۃ الاسرار'' کی قریب العہد تصنیف ہے۔ اس میں شیخ نظام الدین تھانیسری، شیخ ابوسعید گنگوہی، شیخ محمد صادق گنگوہی اور شیخ داؤد گنگوہی، شیخ محمد برادر شیخ داؤد گنگوہی کے حالات موجود ہیں۔ یہ کتاب کبھی باقاعدہ طبع نہ ہو سکی، اس کے قلمی نسخے چند جگہ موجود تھے۔ اس کتاب سے اقتباسات جناب محمد اقبال مجددی صاحب نے نقل کیے ہیں، اور مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب کی کتاب میں بھی اقتباس ملتے ہیں۔ اقبال مجددی صاحب نے اس کتاب کی اہمیت اور مندرجات پر مفصل روشنی ڈالی ہے، جو ان کی کتاب ''تذکرۂ علما و مشائخ پاکستان و ہند'' (جلد اول، ص ۳۹۴-۳۷۰) میں شامل ہے۔

''حدائق داؤدی'' شاید اب تک مطبوعہ مآخذ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس کا سنہ تالیف معلوم نہیں، البتہ اقبال مجددی صاحب نے قرائن سے ۱۱۵۰ھ طے کیا ہے۔

۵-خزینۃ الاصفیا

مفتی غلام سرور لاہوری (متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) کی یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۲۸۰ھ ہے۔

ہندوستان کے مشائخ سے متعلق تذکروں میں ''خزینۃ الاصفیا'' کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ کسی اور کو کم ہی ہوئی۔ بہت سے صوفیہ ایسے ہیں جن کا تذکرہ مفتی صاحب کی کتب میں پہلی دفعہ آیا، اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے مفتی صاحب کی کتب سے ہی استفادہ کیا۔ اسی سلسلے میں مفتی صاحب کی ایک کتاب ''حدیقۃ الاولیا'' بھی ہے جو سلسلۂ صابریہ کے

لاہوری مشائخ (حضرت نظام الدین تھانیسری کے خلفا) سے متعلق اوّلین ماخذ ہے۔
''خزینۃ الاصفیا'' ۱۲۸۱ھ میں مکمل ہوئی۔ اصل کتاب فارسی میں ہے، اردو ترجمہ مع حواشی محمد اقبال مجددی بھی شائع ہو چکا ہے۔

مفتی صاحب علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، حکمرانوں سے تعلق نہ رکھتے تھے، سرسید سے بھی ملاقات ہوئی۔ مؤرخ لاہور کنہیالال آپ کے تلامذہ میں سے تھا۔ مؤلف خود سہروردی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔

۶-انوارالعافین

یہ کتاب محمد حسین مرادآبادی کی ہے اور فارسی میں ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۲۹۰ھ ہے۔ تاحال اس کا ترجمہ نہیں ہوا، چاروں معروف سلاسل کے بزرگوں کا ذکر ہے۔ مؤلف چوں کہ خود سلسلۂ عالیہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے سلسلۂ عالیہ صابریہ کے بزرگوں کا ذکر خصوصاً موجود ہے، اور بعض متاخرین اولیا و مشائخ سلسلہ پر یہ کتاب واحد ماخذ ہے۔

''انوارالعارفین'' کے مؤلف کا تعارف صحیح طور پر نہ ہو سکا، کہ اسی دور میں ان کے ہم نام دو سے تین بزرگ سلسلۂ عالیہ صابریہ کے ہوئے ہیں۔ مؤلف کا سلسلۂ بیعت تو واضح ہے، تاہم اس کے علاوہ حالاتِ زندگی معلوم نہ ہو سکے۔ بہرحال اہم تذکرہ ہے، اور بعد کے تذکرہ نگاروں مثلاً صاحب ''گلزارِ ابرار'' وغیرہ اور محمد اقبال مجددی صاحب نے اس کو ضرورتاً نقل کیا ہے۔

۷-حقیقت گلزارِ صابری

سلسلۂ عالیہ صابریہ میں اولیا کے باطنی مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو بہ قول جامع حضرت شاہ محمد حسن صابری رام پوری پہلی دفعہ منظرِ عام پر آئے۔ سنہ تالیف ۱۳۰۴ھ/۱۸۵۶ء ہے۔
کتاب کے مصادر باطنی اور کشفی ہونے کی وجہ سے اہلِ تحقیق کے ہاں تو بہت وقعت نہ پا سکی، لیکن اہلِ ذوق کے ہاں اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت شاہ محمد حسن چشتی صابری ایک عالمِ دین بھی تھے، اور اُن کو دہلی میں قیام کے دوران

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شرفِ تلمذ رہا تھا۔ آپ کا سلسلہ پاکستان و ہندوستان میں بہت پھیلا۔

''تواریخ آئینۂ تصوف'' آپ کی مشہور تصنیف ہے، جس میں دو صد سے زائد سلاسلِ طریقت کا تذکرہ اور ان سے مصنف کو حاصل ہونے والی اجازات کی تفصیل موجود ہے۔ یہ کتاب......سال کی ریاضت اور عرب و عجم کی سیاحت کے بعد وجود میں آئی۔

۸-تحفۃ الابرار

از: مرزا آفتاب بیگ چشتی دہلوی

اردو زبان کے تذکرہ مشائخ میں یہ بھی ایک حسین گل دستہ ہے۔ مؤلف نے تمام سلاسل کے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، جس میں ایک ضخیم جلد حالاتِ مشائخ چشتیہ پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۳ھ میں تالیف ہوئی، پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ میں مطبع رضوی دہلی سے طبع ہوئی، بعد ازاں پاکستان میں ترتیبِ نو کے ساتھ مکتبہ نبویہ لاہور سے شائع ہوئی۔ بہ قول مؤلف انھوں نے یہ تذکرہ ۲۰۰ مختلف کتب کی مدد سے جمع کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب تاریخ وصال اور جائے مزار کے حوالے سے جدا ہے، ہر بزرگ کے تذکرہ کی ابتدا میں ہی یہ معلومات اور حوالہ کتب دیا گیا ہے۔ چند بزرگوں کی جائے مزار ہمیں صرف اس کتاب سے معلوم ہوئی۔ مؤلف حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس سے نسبت اور زمانہ دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔

۹-انوارالعاشقین

اپنے مقام پر تفصیلی تعارف اور بعض اوصاف کا تذکرہ پڑھیں!

۱۰-تذکرۃ العارفین فی حیاۃ مظہریہ

یہ تذکرہ ۱۳۴۶ھ میں میرٹھ شہر سے طبع ہوا۔ مؤلف حضرت شاہ غلام حسین حیدرآبادی نے اس تذکرہ میں نبی کریم ﷺ سے لے کر حضرت شاہ خاموش حیدرآبادی،

اُن کے خلفا اور سجادگان تک کا ذکر شامل کیا ہے۔ اس تذکرہ کا مقصود و موجب حضرت سیّد مظہر علی شاہ صابری خلیفہ حضرت شاہ خاموش حیدر آبادی کا تذکرہ ہے۔ سلسلہ صابریہ کی اس شاخ سے متعلق یہ واحد ماخذ ہے۔ بعد کے لوگوں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت شاہ غلام حسین کا اسلوب نہایت عمدہ ہے اور بامقصد ہے۔ اسی لیے مختصر ہے اور بے جا کرامتوں کے بیان سے پاک بھی۔ یہ کتاب اردو میں تحریر کی گئی تھی۔ پاکستان میں اس کی اشاعت آنے والے چند سالوں میں متوقع ہے۔

۱۱- تاریخ مشائخ چشت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (مؤلف) اپنی کتابوں "تبلیغی نصاب" اور "فضائل اعمال" کی وجہ سے معروف ہیں۔ بلند پایہ عالم دین ہوئے۔ مظاہر العلوم سے تعلق رہا۔ سلسلۂ صابریہ کی جو شاخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے علمائے دیوبند تک پہنچتی ہے، سے وابستہ تھے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے شیخ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ثم مہاجر مدنی تک ۴۲ مشائخ کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۳۴۹ھ میں مکمل ہوا، اور پاک و ہند سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲- شمیم ولایت

یہ مشائخ تصوف کا تذکرہ ہے، جو مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی صابری (متوفی ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء) کا تالیف کردہ ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء اور مقامِ اشاعت لاہور ہے۔ اس میں سلسلۂ عالیہ صابریہ کے مشائخ کا تفصیل سے ذکر ہے، خصوصاً حضرت سیّد محمد حسین مراد آبادی اور اُن کے خلفا کے ذکر میں یہ کتاب ایک اہم ماخذ ہے۔ مولانا کا خود اپنا تعلق بھی حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی کے سلسلہ سے تھا، جس کی تفصیل یہ ہے:

علی اصغر صابری، مرید و خلیفہ مولانا عبد الغنی صابری، مرید و خلیفہ حضرت شاہ سراج الحق گورداس پوری، مرید و خلیفہ حضرت صوفی سیّد محمد حسین مراد آبادی

۱۳- صابری ان سائی کلوپی ڈیا

اسی دور کی تالیف ہے۔ مؤلف صاحب زادہ مقصود احمد صابری نے ۳۱۶ مشائخ چشتیہ صابریہ کا تذکرہ مختلف کتابوں اور صوفیہ کی اولاد یا خلفا سے معلوم کر کے جمع کیا ہے۔ سنہ تالیف ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء ہے۔ راول پنڈی سے طبع ہوئی۔ اس کتاب میں مذکورہ تمام تذکروں سے صابری مشائخ کے حالات جمع کر دیے گئے ہیں۔ حافظ موسیٰ مانک پوری کے خلفا اور مولانا اسماعیل ذبیح گنگوہی کے خلفا کا ذکر اس کتاب کی اہمیت بڑھا دیتا ہے۔

بالعموم یہ اجتماعی تذکرے تھے، اب یہاں بعض ان ملفوظات، مکتوبات یا سوانح کا ذکر کیا جاتا ہے، جو معروف یا نہایت اہم ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل دیکھیے:

۱- انوار العیون

یہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی کے ملفوظات ہیں، جو حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی نے تحریر فرمائے۔ سلسلۂ عالیہ صابریہ میں ان ملفوظات کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ "انوار العیون" حضرت ردولوی کے وصال کے پچاس سال بعد ۸۸۷ھ میں تالیف ہوئی۔ کتاب کا ترجمہ "دُرِ مکنون" کے نام سے اردو میں شائع ہو چکا ہے۔ پاکستان میں یہ ترجمہ جناب زبیر احمد گلزاری نے طبع کروایا تھا۔

۲- لطائف قدوسی

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے ملفوظات اُن کے صاحب زادہ اور خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین نے جمع اور تحریر فرمائے۔ سلسلۂ صابریہ میں یہ پہلے ملفوظات تھے جو باقاعدہ کتابی شکل میں آج تک موجود ہیں۔ ان ملفوظات کی اہمیت مسلمہ ہے۔ پاکستان میں اس کا ترجمہ از احسان احمد صابری، سیرت فاؤنڈیشن (۲۰۱۵ء) اور ادارہ پیغام القرآن- لاہور نے شائع کیا ہے۔

۳-مکتوباتِ قدوسیہ

حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مکتوبات ہیں، جو سلاطین زمانہ اور مریدین کی اِصلاح وتربیت کے لیے لکھے گئے۔ بے نظیر و بے مثال ہیں۔ پاکستان میں یہ مکتوبات کپتان واحد بخش سیال کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی تعلیمات اور فکر ان مکتوبات سے واضح ہے۔

۴-ملفوظاتِ شریفی

یہ مولانا شاہ محمد شریف نیاولی کے ملفوظات ہیں، جو آپ کے خلیفہ مولانا محمد عاقل نے جمع کیے۔ حضرت شاہ محمد شریف حضرت شیخ ابراہیم رام پوری کے خلیفہ تھے، اور حضرت ابراہیم رام پوری حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ ''انوار العاشقین'' میں ان ملفوظات کے مخطوطہ سے بعض روایات منقول ہیں۔

۵-عقد اللآلی فی مناقب ابوالمعالی

حضرت شیخ داؤد گنگوہی کے خلیفہ حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی کا مختصر مگر اہم تذکرہ ہے، جو مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے فارسی میں تحریر کیا تھا۔ حیدرآباد دکن سے پہلی دفعہ طبع ہوا۔ تاحال اس کا اُردو ترجمہ نہیں ہوا۔

۶-ثمرۃ الفواد

حضرت سید محمد سعید المعروف حضرت میراں بھیکھ ﵀ اور اُن کے شیخ کے حالات کا مجموعہ ہے، جس کو مولانا لطف اللہ خلیفہ حضرت سیّد میراں شاہ بھیکھ ﵀ نے تحریر فرمایا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں اس کا اُردو ترجمہ سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ جمال نے کروایا تھا۔ اس ترجمہ پر مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کی تصدیق موجود ہے۔ یہ ترجمہ عن قریب لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔

۷-نزہۃ السالکین

حضرت میراں بھیکھ ﵀ کا تذکرہ اور حالات ہیں، جو مولانا سید علیم اللہ فاضل جالندھری نے تحریر فرمائے۔ مولانا علیم اللہ جالندھری حضرت میراں جی بھیکھ کے خلفا میں سے تھے۔ تاحال اس کا اردو ترجمہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

۸-تذکرہ حضرت سیّد میراں بھیک

صوفی یونس صابری (متوفی ۲۰۱۸ء) نے حضرت میراں جی بھیک اور بعد میں تمام اولیاے شجرہ کا تذکرہ (اپنے شیخ تک) لکھا ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء ہے، اور یہ ندوۃ الاصفیا، ملتان کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ رسالہ مختصر لیکن تحقیق ومعارف سے پُر ہے۔ میراں جی کی سی حرفیاں بھی صوفی صاحب نے طبع کروائی تھیں۔

۹-تذکرہ حافظ علی حسین خان مراد آبادی

تالیف: عبدالستار عرف گوہر میاں

یہ تذکرہ ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں تالیف کیا گیا۔ حافظ علی حسین خان صاحب کے خلفا سے سلسلۂ صابریہ کی بہت سی شاخیں پھیلیں، مزید یہ کہ صوفی محمد حسین مراد آبادی اور صوفی احمد حسن مراد آبادی المعروف گھیرے والے میاں صاحب آپ کے خلفا میں سے تھے۔ ان دو حضرات کے بہت خلفا سے سلسلہ جاری ہوا، جو پاکستان ہندوستان میں تاحال فروزاں ہے۔ پاکستان میں یہ تذکرہ ادارہ فروغِ تجلیاتِ صابریہ، اٹک سے ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔

۱۰-انوارِ سراجیہ

حضرت شاہ سراج الحق گورداس پوری (متوفی ۱۹۲۶ء) اور اُن کے خلفا کا تذکرہ (۲ جلد) ہے، جسے مولانا محمد حنیف چشتی نے مرتب فرمایا ہے۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء میں طبع

ہوا۔ سلسلۂ عالیہ صابریہ کی اس شاخ سے متعلق یہ تذکرہ بے نظیر اور واحد ماخذ تصور کیا جاسکتا ہے۔ فتنۂ قادیانیت کے ارتداد میں خانقاہِ سراجیہ اور اس کے خلفا کی خدمات اس میں درج ہیں۔ پاکستان میں ۲۰ سے زیادہ خانقاہیں سلسلۂ صابریہ سراجیہ سے وابستہ ہیں، جن کا موجودہ مرکز فیصل آباد ہے۔

۱۱- حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفا

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی (۱۸۱۴-۱۸۹۶ء) شیخ العرب والعجم ہوئے۔ آپ کے خلفا بہت سے ممالک میں ہوئے۔ ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن نے آپ کے خلفا کا تذکرہ جمع کیا ہے۔ صابری نسبت کی وجہ سے ہم اس کتاب کو بھی صابری تذکروں میں شامل کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ بھی سلسلۂ صابریہ کے مشائخ کے متعدد تذکرے طبع ہوئے، یہاں کسی اہم تذکرہ کا ذکر نہ ہونا میری کم علمی کے باعث ہوسکتا ہے۔

انوارالعاشقین

تذکرہ ہائے مشائخ چشتیہ صابریہ کا ایک اہم حوالہ

''انوارالعاشقین'' کے مؤلف مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ایک عالم دین اور درویش ہوئے ہیں۔ سہارن پور کے قصبہ انبیٹھہ سے تعلق تھا۔ مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور سے تحصیل علم فرمائی، بعدازاں تلاشِ حق میں سرگرداں ہوئے، اور علمائے ربانیین اور فقرا کی جانب رجوع کیا۔ نقلی علوم کے ساتھ علم لدنی کے حامل اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کی۔ بعداز فراغت لدھیانہ کے ایک مدرسہ میں تدریس شروع کی۔ آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں۔ ابتدائی دور میں شرعی عنوانات اور مسائل پر رسائل و کتب تحریر فرمائیں، بعدازاں فقرا کی صحبت کے باعث زندگی کے آخری حصہ میں صوفیانہ رنگ غالب رہا۔

بہت سے اہل قلم اور تذکرہ نگاروں نے مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی چشتی صابری کو مسلک کے واضح نہ ہونے پر نقل نہیں کیا، لیکن ان کے ذوق اور فکر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ جہاں رام پور کے صابری درویشوں کے دست گرفتہ ہوئے تو دوسری جانب انبالہ کے امّی درویش حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی ﷫ کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ آپ کے مسلک اور میلان کے متعلق جاننے کے لیے یہ امر کافی ہے کہ آپ اور شیخ الاسلام مولانا انواراللہ خان حیدرآبادی (خلیفہ حضرت امداداللہ مہاجر مکی/ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن) کے درمیان محبت اور عقیدت کا گہرا تعلق تھا۔ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے ''انوارالعاشقین''، حضرت مولانا کی تحریک پر ہی تالیف فرمائی تھی، جو آج مشائخ چشتیہ صابریہ کے تذکروں میں ایک اہم اور قابل ذکر کتاب ہے۔

دوسری اہم بات علامہ نور بخش توکلی کا مولانا انبیٹھوی کا شاگرد اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مرید ہونا ہے۔ ہمارے یہاں پاکستان میں علامہ نور بخش توکلی اپنی کتاب ''سیرتِ رسولِ عربی'' کے باعث معروف ہیں، اور آپ کی یہ تصنیف مقبولِ عام اور داخل نصابِ درس ہے۔ علامہ نور بخش توکلی نے ''قصیدہ بردہ شریف'' کی جو شرح اُردو میں کی ہے اُس میں بھی واضح طور پر یہ ذکر کیا ہے کہ اس کی اجازت اور پڑھنے کا طریقہ اُن کو اپنے مرشد مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی سے ملا تھا۔

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کے آثار میں علامہ نور بخش توکلی کا ذکر اور تذکرہ ''انوارالعاشقین'' نہایت اہم ہیں، جو آپ کے مزاج اور ذوق کی واضح خبر دیتی ہے۔ سلیم الطبع حضرات کے لیے اتنی وضاحت کافی ہے۔ اس وضاحت کا مقصد مولانا انبیٹھوی کو معتبر قرار دینا نہیں، بل کہ غلط فہمیاں دور کرنا، اور فاصلے مٹانا ہے، ورنہ جو لوگ اس دنیا سے جا چکے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اور وہی اُن کے بارے خوب جانتا ہے۔

''انوارالعاشقین'' اردو زبان میں مشائخ چشتیہ صابریہ کے اولین تذکروں میں سے ہے، بعد میں آنے والے تذکرہ نگاروں نے ''انوارالعاشقین'' کے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ آپ کی قبر انبیٹھہ کے قبرستان میں ہے۔ آپ نے حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی کا

ایک مختصر تذکرہ بھی تحریر فرمایا تھا جو کہ فارسی میں تھا اور حیدر آباد دکن سے طبع ہوا تھا۔ ضرورت ہے کہ اس کا ترجمہ ہو کر شائع ہوتا کہ صاحبانِ ذوق اور طالبانِ علم دونوں استفادہ کر سکیں۔ ''تذکرہ علمائے حال'' میں مولانا ادریس نگرامی نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کا سنہ طباعت ۱۳۳۲ھ ہے جو کہ اس کی تالیف کا سال بھی ہے۔ مولانا نے سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کی اکثر خانقاہوں اور مشائخ کا ذکر اس میں کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب کسی ایک خانقاہ کی نمائندگی نہیں کرتی، بل کہ سلسلۂ صابریہ کی نمائندہ ہے۔

''انوار العاشقین'' میں مشائخ چشتیہ صابریہ کے تذکرے تو ہیں، لیکن جس صراحت سے حضرت شیخ محمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلفا کا ذکر ہے وہ اس کا خاصہ ہے۔ حضور صابر پاک کی درگاہ کی سجادگی پچھلی کئی پشتوں سے حضرت گنگوہی کی اولاد ہی کے پاس ہے۔

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی بھی سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں شیخ محمد گنگوہی کے ذریعہ ہی حضرت قطب العالم عبد القدوس گنگوہی سے وابستہ ہیں۔ آپ نے اس تذکرہ میں تمام معاصرین اور اپنے شیخ طریقت حافظ محمد صابر علی رام پوری تک کے حالات ذکر کیے ہیں۔ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کے پیش نظر اکثر وبیش تر تمام پہلی کتب رہیں، جن میں ''حدائق داؤدی'' جیسا اہم اور نایاب تذکرہ بھی شامل ہے۔ بہت سے مشائخ یا اُن کے سجادگان سے مولانا کے تعلقات یا ملاقاتیں بھی رہی تھیں۔

بعض اوصاف:

''انوار العاشقین'' کی خوبی مؤلف کا ذوق اور سلسلۂ عالیہ صابریہ سے قوی نسبت ہے اور پھر یہ کہ وہ عالم دین ہونے کی بنا پر قصے کہانیوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور صرف مستند اور معتبر واقعات ہی نقل کرتے ہیں۔ کتاب لکھنے کی ضرورت اور غرض وغایت مشائخ چشتیہ صابریہ کی تاریخ کو محفوظ کرنا اور محبت وذوق پیدا کرنا ہے، جیسا کہ کتاب کے اختتام میں مؤلف نے خود بھی فرمایا ہے۔

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے محض مشائخ کا تذکرہ نقل کرنے کو ہی کافی نہیں سمجھا، بلکہ جہاں تک ممکن ہوا اُن کے خلفا وسجادگان کا ترتیب وار اجمالاً ذکر بھی کیا ہے، وقتِ تالیف

تک موجود خانقاہ کے وارثان یا جانشینان کا ذکر بھی کیا ہے۔ یعنی اس کتاب کے ماخذ فقط کتب سیر وملفوظات ہی نہیں، ذاتی تعلقات اور مشاہدات بھی ہیں، جو اس کو بہ ذات خود ایک قابل حوالہ ماخذ کا درجہ دے دیتے ہیں۔

''انوار العاشقین'' کے اس جدید ایڈیشن میں کسی اضافی کام کے بہ جائے فی الوقت ہم صرف اس کی از سر نو طباعت اور دست یابی کو ہی کافی سمجھتے ہیں، صوفیہ کی سیر وسوانح کام کرنے والوں کو چاہیے کہ اس پائے کے تذکروں پر تحقیق کریں اور تحقیق کا حق ادا کر کے اس سعی کو بہتر سے بہتر بنائیں۔

موجودہ طباعت مجلس اشاعۃ العلوم، حیدر آباد دکن سے ۱۳۳۲ھ میں شائع ہونے والی پہلی طبع کے مطابق ہے (البتہ صوفی فاؤنڈیشن، بہاول پور کی عکسی اشاعت بھی ہمارے پیش نظر رہی ہے)، جس کی نقل ہماری درخواست پر جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے امیر حضرت سیّد علی اکبر نظام الدین چشتی صابری (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش) نے ارسال فرمائی۔ آپ ہی کا پیش لفظ اس موجودہ طباعت کا سہرا ہے۔

کتاب کی طباعت کے مختلف مراحل میں ہمارے دوست سید دانیال احمد، محمد ندیم احمد خواجہ اور ذیشان علی معاون رہے۔ اللہ تعالیٰ ان بے لوث دوستوں کی زندگیوں میں آسانی عطا فرمائے۔ آمین!

محترم حافظ بدر الدین صابری، پروفیسر حبیب اللہ چشتی، محترم اقبال صابر شاہ، محترم خادم رسول صابری، پروفیسر مظہر فرید، قبلہ حبیب اللہ اویسی، صاحب زادہ عمر فاروق قدوسی اور سیّد ثاقب امین چشتی کا تہ دل سے مشکور ہوں، جنھوں نے ہمت بڑھائی، مشوروں سے نوازا، اور دعاؤں میں یاد رکھا۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ ایمان پر موت نصیب فرمائے!!

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

سوانح و تذکار

۲۰- مناقب الحبیب: خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانیؒ، مترجم: مولانا محمد رمضان فاروقی

۲۱- تجلیاتِ قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ: مولانا مفتی نثار احمد اشرفی

۲۲- خواجہ عبید اللہ احرار: ڈاکٹر عارف نوشاہی

۲۳- مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ: شاہ محمد مظہر مجدّدی مدنیؒ، مقدمہ: محمد اقبال مجددی

۲۴- احوال و آثار شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہرویؒ: اُسید الحق قادری و مجاہد الدین بدایونی

۲۵- علامہ غلام رسول سعیدیؒ- حیات و خدمات: شگفتہ جبیں، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

۲۶- علامہ محمد اشرف سیالویؒ- حیات و خدمات: پروفیسر امجد منیر، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس

۲۷- انوار العاشقین (تذکرہ مشایخ چشتیہ صابریہ): مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ

۲۸- تذکرہ مشایخ مجدّدیہ افغانستان: پروفیسر حسن بیگ مجدّدی

۲۹- تذکرہ سنوسی مشایخ: عابد حسین شاہ پیرزادہ

۳۰- ماہ نامہ جامِ نور، دہلی/ عالم ربانی (مولانا اُسید الحق قادری) نمبر

۳۱- مجلّہ ''حجۃ الاسلام''، لاہور/ علامہ اشرف سیالوی نمبر

تصوف

۳۲- مکتوبات حضرت شاہ احمد سعید دہلوی، جامع: حاجی دوست محمد قندھاری، مقدمہ: محمد اقبال مجددی

۳۳- الروض المجود: علامہ فضل حق خیر آبادیؒ، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتیؒ

۳۴- فیصلہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ترجمہ و شرح: مولانا مشتاق احمد انبیٹھویؒ

سیرت

۳۵- علوم السیرۃ- اصول و مصطلحات: مولانا عثمان غنی نعمانی

حدیث

۳۶- حدیث افتراقِ اُمت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں: مولانا اُسید الحق قادریؒ

۳۷- تفسیر و حدیث میں ہندوستان کا تذکرہ: میر غلام علی آزاد بلگرامی، مترجم: ڈاکٹر علیم اشرف جائسی

اصول

۳۸- اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد: مولانا نقی علی خان بریلویؒ، تحقیق: مفتی محمد اسلم رضا

۳۹- حق و باطل کا فیصلہ (فیصل التفرقہ): اِمام غزالیؒ، مترجم: مفتی دلشاد احمد قادری

تاریخ

۴۰- الثورۃ الهندیۃ: علامہ فضل حق خیر آبادیؒ، تحقیق: ڈاکٹر قمر النسا

تنقید

۴۱- دعوت و تبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟: ذیشان احمد مصباحی

۴۲- دعوتِ دین کے جدید تقاضے: محمد ناصر مصباحی، دیباچہ: مولانا عون محمد سعیدی

ادب

۴۳- دیوان فضل الحق الخیر آبادی، تحقیق: د. سلمہ سہول/ د. خالق داد ملک

۴۴- اسکندر نامہ (بری): نظامی گنجوی

۴۵- شرح محمدیہ (شرح زلیخا): مولوی محمد گھلویؒ

۴۶- نورِ ایمان (دیوان): مولانا محمد عبد السمیع بیدلؔ رام پوریؒ

۴۷- مدحت امام زین العابدینؒ: فرزدق تمیمی، تقدیم و ترجمہ: مولانا اُسید الحق قادری

۴۸- تضمیناتِ رازی (برکلام امام احمد رضا): میرزا امجد رازیؔ

لسانیات

۴۹- المبین: پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاریؒ

متفرق

۵۰- رسائل مولانا خیر الدین دہلویؒ (والد ابو الکلام آزاد)، مرتب: محمد رضاء الحسن قادری

۵۱- تحقیق و تفہیم (مجموعہ مقالات): مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونیؒ

۵۲- فکر و نظر کے دریچے: مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی

منطق و فلسفہ

۵۳- میر ایساغوجی: اثیر الدین ابہری و میر سید شریف جرجانی، محشی: محمد گھلوی و مفتی عبد اللہ ٹونکی

۵۴- شرح المرقاۃ: عبد الحق خیر آبادی، مع: رسالۃ فی الوجود الرابطی: برکات احمد ٹونکی

۵۵- شرح الحواشی الزاہدیہ علیٰ ملا جلال: علامہ عبد الحق خیر آبادیؒ

۵۶- زبدۃ الحکمت: علامہ عبد الحق خیر آبادیؒ، مرتبہ: محمد عبد الشاہد خان شروانی

نحو

۵۷- تحفۂ سلیمانی (حاشیہ بر تکملہ ملا عبد الغفور): علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی گولڑویؒ

ثمرۃ الفؤاد

احوال و ملفوظات

حضرت سید محمد سعید - معروف بہ - میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۱۳۱ھ)

مرتب

مولانا لطف اللہ انبالوی

مترجم

فضل حسین سالاری

مصدقہ

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی

دار الاسلام